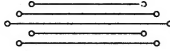


تفسیر ابن کثیر



- ۶۱۸ • آل شمود کی تباہی کے اسباب
- ۶۱۹ • جماعت در جماعت حاضری
- ۶۲۰ • موسیٰ کی منزل اللہ تعالیٰ کی رضا
- ۶۲۱ • فضول اور گناہوں سے پاک دنیا
- ۶۲۲ • طالب علم اور طالب دنیا
- ۶۲۳ • فرشتے موت اور ستارے
- ۶۲۴ • غیر متعلقہ روایات اور بحث
- ۶۲۵ • موت و حیات کی سرگزشت
- ۶۲۶ • ماہ رمضان اور ولایت القدر کی فضیلت
- ۶۲۷ • انتہائی ہولناک نرزدہ خیر نجات
- ۶۲۸ • سات قراءت اور قرآن حکیم
- ۶۲۹ • تبلیغ دین میں فقیر و غنی سب برابر
- ۶۳۰ • پاک و شفاف اوراق کی زینت قرآن حکیم
- ۶۳۱ • ریزہ کی بدی اور تخلیق ثانی
- ۶۳۲ • ساری مخلوق سے بہتر اور بدتر کون ہے؟
- ۶۳۳ • جامع سورۃ اور عید قربان کے احکام
- ۶۳۴ • ننگے پاؤں ننگے بدن --- پسینے کا لباس
- ۶۳۵ • جاع سورۃ اور عید قربان کے احکام
- ۶۳۶ • او قبریں پھٹ پڑیں گی
- ۶۳۷ • انسان کا نفسیاتی تجزیہ
- ۶۳۸ • اعمال کا ترازو
- ۶۳۹ • مال و دولت اور اعمال
- ۶۴۰ • مسیلمہ کذاب اور عمر و بن عاص میں مکالمہ
- ۶۴۱ • وزنی بیڑیاں اور قید و بند کو یاد رکھو
- ۶۴۲ • ابرہہ اور اس کا حشر
- ۶۴۳ • امن و امان کی ضمانت
- ۶۴۴ • نماز میں غفلت اور قیاموں سے نفرت
- ۶۴۵ • شہد سے زیادہ مٹھی اور دودھ سے زیادہ سفید نہر
- ۶۴۶ • مشرک سے براءت اور بیزاری
- ۶۴۷ • گناہوں کی بخشش مانگو اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو
- ۶۴۸ • بدترین اور بد نصیب میاں بیوی
- ۶۴۹ • شان نزول اور فضیلت کا بیان
- ۶۵۰ • اپنی حکمت و تدبیر میں وحدہ لا شریک
- ۶۵۱ • مضبوط پناہ گاہیں ناقابلِ تسخیر مدافعت اور شافی علاج
- ۶۵۲ • بیماری دوا چادو اور ان دیکھی بلاؤں سے بھاؤ کی دعا
- ۶۵۳ • خالق پروردش کنندہ مالک حکمران معبود حقیقی اور پناہ دہندہ
- ۶۵۴ • پہاڑوں کی تنصیب زمین کی سختی اور ترمی دعوت فکر ہے
- ۶۵۵ • جماعت در جماعت حاضری
- ۶۵۶ • فضول اور گناہوں سے پاک دنیا
- ۶۵۷ • فرشتے موت اور ستارے
- ۶۵۸ • موت و حیات کی سرگزشت
- ۶۵۹ • انتہائی ہولناک نرزدہ خیر نجات
- ۶۶۰ • تبلیغ دین میں فقیر و غنی سب برابر
- ۶۶۱ • ریزہ کی بدی اور تخلیق ثانی
- ۶۶۲ • ننگے پاؤں ننگے بدن --- پسینے کا لباس
- ۶۶۳ • او قبریں پھٹ پڑیں گی
- ۶۶۴ • انسان کا نفسیاتی تجزیہ
- ۶۶۵ • اعمال کا ترازو
- ۶۶۶ • مال و دولت اور اعمال
- ۶۶۷ • مسیلمہ کذاب اور عمر و بن عاص میں مکالمہ
- ۶۶۸ • وزنی بیڑیاں اور قید و بند کو یاد رکھو
- ۶۶۹ • ابرہہ اور اس کا حشر
- ۶۷۰ • امن و امان کی ضمانت
- ۶۷۱ • نماز میں غفلت اور قیاموں سے نفرت
- ۶۷۲ • شہد سے زیادہ مٹھی اور دودھ سے زیادہ سفید نہر
- ۶۷۳ • مشرک سے براءت اور بیزاری
- ۶۷۴ • گناہوں کی بخشش مانگو اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو
- ۶۷۵ • بدترین اور بد نصیب میاں بیوی
- ۶۷۶ • شان نزول اور فضیلت کا بیان
- ۶۷۷ • اپنی حکمت و تدبیر میں وحدہ لا شریک
- ۶۷۸ • مضبوط پناہ گاہیں ناقابلِ تسخیر مدافعت اور شافی علاج
- ۶۷۹ • بیماری دوا چادو اور ان دیکھی بلاؤں سے بھاؤ کی دعا
- ۶۸۰ • خالق پروردش کنندہ مالک حکمران معبود حقیقی اور پناہ دہندہ
- ۶۸۱ • جماعت در جماعت حاضری
- ۶۸۲ • فضول اور گناہوں سے پاک دنیا
- ۶۸۳ • فرشتے موت اور ستارے
- ۶۸۴ • موت و حیات کی سرگزشت
- ۶۸۵ • انتہائی ہولناک نرزدہ خیر نجات
- ۶۸۶ • تبلیغ دین میں فقیر و غنی سب برابر
- ۶۸۷ • ریزہ کی بدی اور تخلیق ثانی
- ۶۸۸ • ننگے پاؤں ننگے بدن --- پسینے کا لباس
- ۶۸۹ • او قبریں پھٹ پڑیں گی
- ۶۹۰ • انسان کا نفسیاتی تجزیہ
- ۶۹۱ • اعمال کا ترازو
- ۶۹۲ • مال و دولت اور اعمال
- ۶۹۳ • مسیلمہ کذاب اور عمر و بن عاص میں مکالمہ
- ۶۹۴ • وزنی بیڑیاں اور قید و بند کو یاد رکھو
- ۶۹۵ • ابرہہ اور اس کا حشر
- ۶۹۶ • امن و امان کی ضمانت
- ۶۹۷ • نماز میں غفلت اور قیاموں سے نفرت
- ۶۹۸ • شہد سے زیادہ مٹھی اور دودھ سے زیادہ سفید نہر
- ۶۹۹ • مشرک سے براءت اور بیزاری
- ۷۰۰ • گناہوں کی بخشش مانگو اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو
- ۷۰۱ • بدترین اور بد نصیب میاں بیوی
- ۷۰۲ • شان نزول اور فضیلت کا بیان
- ۷۰۳ • اپنی حکمت و تدبیر میں وحدہ لا شریک
- ۷۰۴ • مضبوط پناہ گاہیں ناقابلِ تسخیر مدافعت اور شافی علاج
- ۷۰۵ • بیماری دوا چادو اور ان دیکھی بلاؤں سے بھاؤ کی دعا
- ۷۰۶ • خالق پروردش کنندہ مالک حکمران معبود حقیقی اور پناہ دہندہ

تفسیر سورۃ النبا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ الَّذِي هُمْ فِيْهِ
 مُخْتَلِفُونَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝
 اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا ۝ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ وَخَلَقْنٰكُمْ
 اَزْوَاجًا ۝

میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں

یہ لوگ کس چیز کی پوچھ گچھ کرتے ہیں ○ اس بڑی خبر کی ○ جس میں یہ مختلف ہیں ○ یقیناً یہ بھی جان لیں گے ○ اور یقیناً انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا ○
 کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا ○ اور پہاڑوں کو ستھیں نہیں بنایا ○ اور ہم نے جنہیں جوڑ جوڑ پیدا کیا ○

پہاڑوں کی تنصیب زمین کی تختی اور نرمی و دعوت فکر ہے: ☆ ☆ (آیت ۱-۸) جو کفار قیامت کے آنے کے منکر تھے اور بطور انکار کے آپس میں سوالات کیا کرتے تھے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر تعجب کرتے تھے ان کے جواب میں اور قیامت کے قائم ہونے کی خبر میں اور اس کے دلائل میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ یہ لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں سوالات کر رہے ہیں؟

پھر خود فرماتا ہے کہ یہ قیامت کے قائم ہونے کی بابت سوالات کرتے ہیں جو بڑا بھاری دن ہے اور نہایت دل ہلا دینے والا امر ہے گو حضرت مجاہد سے یہ مروی ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے لیکن یہ ظاہر ٹھیک بات نہیں ہے کہ اس سے مراد مرنے کے بعد جینا ہے جیسے کہ حضرت قتادہ اور حضرت ابن زید کا قول ہے پھر اس الَّذِي هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُونَ (جس میں یہ لوگ آپ میں اختلاف رکھتے ہیں) ان کا اختلاف یہ تھا کہ مومن تو مانتے تھے کہ قیامت ہوگی لیکن کفار اس کے منکر تھے۔ پھر ان منکروں کو خدا تعالیٰ دھکا دیتا ہے کہ تمہیں عنقریب اس کا علم حاصل ہو جائے گا اور تم ابھی ابھی معلوم کر لو گے اس میں سخت ڈانٹ ڈپٹ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی عجیب و غریب نشانیاں بیان فرما رہا ہے جن سے قیامت کے قائم کرنے پر اس کی قدرت کا ہونا صاف طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ جب وہ اس تمام موجودات کو اول مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے تو فنا کے بعد دوبارہ ان کا پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہوگا؟ تو فرماتا ہے دیکھو کیا ہم نے زمین کو لوگوں کے لئے فرش نہیں بنایا کہ وہ بچھی ہوئی ہے ٹھہری ہوئی ہے حرکت نہیں کرتی تمہاری فرمانبرداری اور مضبوطی کے ساتھ جی ہوئی ہے اور پہاڑوں کو ستھیں بنا کر زمین میں ہم نے گاڑ دیے ہیں تاکہ نہ وہ ہل سکے نہ اپنے اوپر کی چیزوں کو ہلا سکے زمین اور پہاڑوں کی پیداوار پر ایک نظر ڈال کر پھر تم اپنے آپ کو دیکھو کہ ہم نے جنہیں جوڑ جوڑ پیدا کیا یعنی مرد و عورت کہ آپس میں ایک دوسرے سے نفع اٹھاتے ہو اور تو والد متاعل ہوتا ہے بال بچے پیدا ہو رہے ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے خود جنہیں میں سے تمہارا جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اس نے اپنی مہربانی سے تم میں آپس میں محبت اور رحم ڈال دیا۔

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۝
 وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا

شِدَادًا ۱۷ وَ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۱۸ وَ أَنْزَلْنَا مِنَ
الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۱۹ لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَ نَبَاتًا ۲۰
وَ جَنَّاتٍ أَلْفَافًا ۲۱

آتے ہیں اور سبزیاں اگاتے ہیں جو تازہ و کھائی جاتی ہیں اور اناج کھیلان میں رکھا جاتا ہے پھر کھایا جاتا ہے اور باغات اس پانی سے پھلتے پھولتے ہیں اور قسم قسم کے ذائقوں رنگوں خوشبوؤں والے میوے اور پھل پھول ان سے پیدا ہوتے ہیں گو کہ زمین کے ایک ہی ٹکڑے پر وہ ملے جلتے ہیں۔ اَلْفَاہَا کے معنی جمع کے ہیں اور جگہ ہے وَفَى الْاَرْضِ قُطْعٌ مُّتَحَوِّراتٌ زمین میں مختلف ٹکڑے ہیں جو آپس میں ملے جلتے ہیں اور ان گور کے درخت ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے درخت ہیں بعض شاخ دار بعض بغیر زیادہ شاخوں کے اور وہ سب ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں اور ہم ایک سے ایک کو میوہ میں زیادہ کرتے ہیں یقیناً عقل مندوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

إِنَّ يَوْمَ الْفُصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۖ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ
فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۚ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۚ
وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۚ

پبلک فیصلہ کا دن ہے وقت مقرر کردہ ○ جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم سب جماعت جماعت بن کر آؤ گے ○ اور آسان کھول دیا جائے گا اور دروازے دروازے سے ہو جائیں گے ○ اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ سفید ابدل ہو جائیں گے ○

جماعت در جماعت حاضری: ☆ (آیت: ۱۷-۲۰) یعنی قیامت کا دن ہمارے علم میں مقرر دن ہے نہ وہ آگے ہونہ پیچھے ٹھیک وقت پر آجائے گا کب آئے گا اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں جیسے اور جگہ ہے وَمَا نُوَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدَّدٍ ذیل دیتے ہم انہیں لیکن وقت مقرر کے لئے اس دن صور میں پھونک ماری جائے گی اور لوگ جماعتیں جماعتیں بن کر آئیں گے ہر ہر امت اپنے اپنے نبی کے ساتھ الگ الگ ہوگی جیسے فرمایا: نَدْعُوْهُ اَنْحُلْ اَنْاسٌ بَايَمَاهِمُ جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے اماموں سے بلائیں گے۔

صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دونوں صور کے درمیان چالیس ہوں گے لوگوں نے پوچھا چالیس دن کہا میں نہیں کہہ سکتا پوچھا چالیس مہینے کہا مجھے خبر نہیں پوچھا چالیس سال کہا میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور جس طرح درخت اُتے ہیں لوگ زمین سے اُگیں گے انسان سارا کا سارا گل سڑ جاتا ہے لیکن ایک ہڈی اور وہ کمر کی ریڑھ کی ہڈی ہے اسی سے قیامت کے دن مخلوق مرکب کی جائے گی آسمان کھول دیئے جائیں گے اور اس میں فرشتوں کے اترنے کے راستے اور دروازے بن جائیں گے پہاڑ چلائے جائیں گے اور بالکل ریت کے ڈرے بن جائیں گے جیسے اور جگہ ہے وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا خَامِدَةً یعنی تم پہاڑوں کو دیکھ کر بے ہوجان رہے ہو وہ پختہ مضبوط اور جامد ہیں لیکن یہ بادلوں کی طرح چلتے پھرنے لگیں گے اور جگہ ہے وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعُفُوسِ الْفَارِشِ یعنی اون کے ہوجائیں گے یہاں فرمایا پہاڑ سراب ہو جائیں گے یعنی دیکھنے والا کہتا ہے کہ وہ کچھ سے حالانکہ دراصل کچھ نہیں آخر میں بالکل برباد ہوجائیں گے نام و نشان تک نہ رہے گا۔

جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **وَسُئِلُوا نَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا اِخْلَافًا لَكُمْ تَرَاهَا دُخَانًا مَخْرُجًا** (اور پوچھا گیا کہ تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اس کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹا دیا ہے اور وہ دھواں نکلتا ہے جس میں ان کو کوئی موز ہوگا نہ نفع اور نہ ہرجہ ہے) **وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالِ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً** (اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلا لیں گے اور تو دیکھے گا کہ زمین بالکل کھل گئی ہے۔)

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِلظَّالِمِينَ مَابَا ۝ لِبِئْسَ
فِيهَا أَصْقَابًا ۝ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا
حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝ جَزَاءً ۝ وَفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا
يَرْجُونَ حِسَابًا ۝ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَابًا ۝ وَكُلَّ
شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝ فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ
إِلَّا عَذَابًا ۝

۷۰

بیکھ دوڑ نہ تاک میں ہے ۷۰ شریروں کا ٹھکانا ۷۱ وہی ہے اس میں وہ قرون تک پڑے رہیں گے ۷۲ نہ کبھی اس میں خشکی کا ڈانٹ پائیں نہ پانی کا ۷۳ سوائے گرم پانی اور بھٹی پیپ کے ۷۴ بدلہ دیئے جائیں گے پورا پورا ۷۵ انہیں تو حساب کی توقع ہی نہ تھی ۷۶ اور مکرانہ کر ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے ۷۷ ہم نے ہر ایک چیز کا کھنکھرا عطا کر رکھا ہے ۷۸ اب تم مزہ اٹھاؤ تمہارے عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے ۷۹

(آیت: ۲۱-۳۰) پھر فرماتا ہے سرکش نافرمان مخالفین رسول کے تاک میں جہنم لگی ہوئی ہے یہی ان کے لوٹنے کی اور رہنے سہنے کی جگہ ہے اس کے معنی حضرت حسن اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ نے یہ بھی کہنے ہیں کہ کوئی شخص جنت میں بھی نہیں جاسکتا جب تک جہنم پر سے نہ گذرے اگر اعمال ٹھیک ہیں تو تو نجات پالی اور اگر اعمال بد ہیں تو روک لیا گیا اور جہنم میں جھونک دیا گیا۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں اس پر تین تین پل ہیں پھر فرمایا وہ اس میں مدتوں اور قرون پڑے رہیں گے۔ اَحْقَابُ جمع ہے حَقَب کی ایک لمبے زمانے کو کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اسی سال کا ہوتا ہے سال بارہ ماہ کا مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار سال کا بہت سے صحابہ اور تابعین سے یہ مروی ہے بعض کہتے ہیں ستر سال کا کہتے ہیں چالیس سال کا ہے جس میں ہر دن ایک ہزار سال کا بشیر بن کعب تو کہتے ہیں ایک ایک دن اتنا بڑا اور ایسے تین سو ساٹھ سال کا ایک کہتے ہیں ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ مہینہ تیس دن کا سال بارہ مہینوں کا سال کے دن تین سو ساٹھ ہر دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا (ابن ابی حاتم) لیکن یہ حدیث سخت منکر ہے اس کے راوی قاسم جو جابر بن زبیر کے لڑکے ہیں یہ دونوں متروک ہیں ایک اور روایت میں ہے کہ ابو مسلم بن علاء نے سلیمان بنی سے پوچھا کہ کیا جہنم میں سے کوئی نکلے گا بھی؟ تو جواب دیا کہ میں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم جہنم میں سے کوئی بھی بغیر مدت دراز رہے نہ نکلے گا پھر کہا اسی سے اوپر کچھ سال کا ہوتا ہے اور ہر سال تین سو ساٹھ دن کا جو تم گنتے ہو۔

سہی کہتے ہیں سات سو کہتے ہیں گے ہر کہتے ہیں ستر سال کا ہر سال تین سو ساٹھ دن کا اور ہر دن ایک ہزار سال کے برابر کا حضرت مقاتل بن حیان فرماتے ہیں یہ آیت فَذُوقُوا کی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور آیت إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ یعنی جہنمی جب تک اللہ چاہے جہنم میں رہیں گے یہ دونوں آیتیں تو حید والوں کے بارے میں ہیں ان میں ازمنہ جریر فرماتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ اخطاب تک رہنا متعلق ہو آیت حَمِيمًا وَغَسَّاقًا کے ساتھ یعنی وہ ایک ہی عذاب گرم پانی اور بھٹی پیپ کا مدتوں رہے گا پھر دوسری قسم کا عذاب شروع ہوگا لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کا خاتمہ ہی نہیں۔ حضرت حسنؑ سے جب یہ سوال ہوا تو کہا کہ اخطاب سے مراد ہمیشہ

جہنم میں رہنا ہے، لیکن ہب کہتے ہیں ستر سال کو جس کا ہر دن کے ایک ہزار برس کے برابر ہوتا ہے، حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ احاب بھی ختم نہیں ہوتے ایک ہب ختم ہوا دوسرا شروع ہو گیا ہاں ہم نے یہ سنا ہے کہ ہب اسی سال کا ہوتا ہے۔ ان احاب کی صحیح مدت کا اندازہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ہاں یہ ہم نے سنا ہے کہ ایک ہب اسی سال کا ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کا ان جہنمیوں کو نہ تو بھیجے کی محضد ہوگی نہ کوئی اچھا پانی پینے کا لے گا ہاں محضد کے بدلے گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا اور کھانے پینے کی چیز بہتی ہوئی پیپ ملے گی، جمیم اس سخت گرم کو کہتے ہیں جس کے بعد حرارت کا کوئی درجہ نہ ہو اور غساق کہتے ہیں جہنمی لوگوں کے لبو پیپ پسینہ آنسو اور زخموں سے بہے ہوئے خون پیپ وغیرہ کو اس گرم چیز کے مقابلہ میں یہ اس قدر سرد ہوگی جو بجائے خود عذاب ہے اور بے حد بدبودار ہے۔

سورہ ص میں غساق کی پوری تفسیر بیان ہو چکی ہے اب یہاں دوبارہ اس کے بیان کی چند اس ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے کل عذابوں سے بچائے۔ بعض نے کہا ہے یہ دسے مراد نیند ہے عرب شاعروں کے شعروں میں بھی یہ دینند کے معنی میں پایا جاتا ہے پھر فرمایا ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہے ان کی بد اعمالیاں بھی تو دیکھو کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حساب کا کوئی دن آنے ہی کا نہیں، ہم نے جو جود لیلیں اپنے نبی پر نازل فرمائی تھیں یہ ان سب کو جھٹلاتے تھے۔ کذاباً مصدر ہے اس وزن پر اور مصدر بھی آتے ہیں پھر فرمایا کہ ہم نے اپنے بندوں کے تمام اعمال و افعال کو گن رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے وہ سب ہمارے پاس لکھے ہوئے ہیں اور سب کا بدلہ بھی ہمارے پاس تیار ہے ان جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ اب ان عذابوں کا مزہ اٹھاؤ ایسے ہی اور اس سے بھی بدترین عذاب تمہیں زیادتی کے ساتھ ہوتے رہیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جہنمیوں کے لئے اس سے زیادہ سخت اور مایوس کن اور کوئی آیت نہیں ان کے عذاب ہر وقت بڑھتے ہی رہیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ اسمعی سے سوال ہوا کہ جہنمیوں کے لئے سب سے زیادہ سخت آیت کون سی ہے تو فرمایا حضور علیہ السلام نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا ان لوگوں کو خدا کی نافرمانیوں نے تباہ کر دیا، لیکن اس حدیث کے راوی حمر بن فرقد بالکل ضعیف ہیں۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝ حَدَاقًا وَاَعْنَابًا ۝ وَكُوعًا
اَشْرَابًا ۝ وَكَاسًا دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا
كِذْبًا ۝ جَزَاءً مِّنْ رَبِّكَ عَطَاءٌ حِسَابًا ۝

یقیناً پیر کا رنگ لوگوں کے لئے کامیابی ہے ○ باغات ہیں اور انجور ○ اور نوجوان کنواری ہم عمر عورتیں ہیں ○ اور جام شراب میں چھلکتے ہوئے ○ وہاں نہ تو بیوہ باتیں شس کے اور نہ جھگڑانا بدلہ ہے ○ تیرے رب کی طرف سے انعام بھر پور ○

فضول اور گناہوں سے پاک دنیا: ☆ (آیت: ۳۱-۳۶) نیک لوگوں کے لئے خدا کے ہاں جو نعمتیں و رحمتیں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ کامیاب و مقصدور اور نصیب دار ہیں کہ جہنم سے نجات پائی اور جنت میں پہنچ گئے، حَدَاقٌ کہتے ہیں کھجور وغیرہ کے باغات کو۔ انہیں نوجوان کنواری خوریں بھی ملیں گی جو ابھرے ہوئے سینے والیاں اور ہم عمر ہوں گی جیسے کہ سورۃ واقعہ کی تفسیر میں اس کا پورا بیان گذر چکا اس حدیث میں ہے کہ جنتیوں کے لباس ہی خدا کی رضا مندی کے ہوں گے بادل ان پر آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ تلاء و ہم تم پر کیا برسانیں؟ پھر جو وہ فرمائیں گے بادل ان پر برسائیں گے یہاں تک کہ نوجوان کنواری لڑکیاں بھی ان پر برسیں گی (ابن ابی حاتم)۔ انہیں شراب بطور کے چھلکتے ہوئے پاک صاف بھر پور جام پر جام ملیں گے جس میں نشہ نہ ہوگا کہ بیوہ کوئی اور لغو باتیں منہ سے نکلیں اور کان میں پڑیں جیسے اور جگہ ہے لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَأْنِيْسٌ اس میں نہ لغو ہوگا نہ برائی اور گناہ کی باتیں کوئی بات جھوٹ اور

فضول نہ ہوگی۔ وہ دارالسلام ہے جس میں کوئی عیب کی اور برائی کی بات ہی نہیں یہ جو کچھ بدلے ان پارہ ساز رگوں کو ملے ہیں یہ ان کے نیک اعمال کا نتیجہ ہے جو اللہ کے فضل و کرم سے اور اس کے احسان و انعام کی بناء پر ملے ہیں جو بے حد کافی ہیں جو بکثرت اور بھرپور ہیں عرب کہتے ہیں اَعْطَانِي فَأَحْسَبُنِي انعام دیا اور بھرپور دیا اسی طرح کہتے ہیں حَسْبِيَ اللّٰهُ یعنی اللہ مجھے ہر طرح کافی دانی ہے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنُ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ
خِطَابًا ۗ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۚ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ
اِلَّا مَنْ اٰذَنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۚ ذٰلِكَ الْيَوْمُ
الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَاءَ اَتَّخِذْ اِلٰى رَبِّهِ مَآبًا ۚ اِنَّا اَنْذَرْنٰكُمْ
عَذَابًا قَرِيْبًا ۙ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدُهٗ وَيَقُوْلُ
الْكُفْرُ يَلَيْتَنِیْ كُنْتُ ثَرْبًا ۙ

پروہ گار آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بڑی بخشش کرنے والا کسی کو اس سے بات چیت کرنے کا اختیار نہیں ہے جس دن روح اور فرشتے صاف ہوں گے کوئی کلام نہیں کر سکے گا مگر جسے رحمتی اجازت دے اور وہ ٹھیک بات زبان سے نکالے ہے یہ دن حق ہے اب جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا لے ہم نے جنہیں پاس کے عذاب سے ڈرایا جس دن انسان ہاتھوں کی آگے بھیجی ہوئی کمانی کو دیکھ لے گا اور کہے گا کاش کہ میں مٹی بن جاتا ہے

روح الامین علیہ السلام ☆ (آیت ۳۷-۴۰) اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال کی خبر دے رہا ہے کہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوق کا پالنے پوسنے والا ہے وہ رحمان ہے جس کے رحم نے تمام چیزوں کو گھیر لیا ہے جب تک اس کی اجازت نہ ہو کوئی اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا جیسے اور جگہ ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یعنی کون ہے جو اس کی اجازت بغیر اس کے سامنے سفارش لے جائے گا اور جگہ ہے یَوْمَ یَاْتُ لَا تَكْلَمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ جس دن وہ وقت آجائے گا کوئی بھی بلا اجازت اس سے بات نہ کر سکے گا روح سے مراد یا تو کل انسانوں کی روحیں ہیں یا کل انسان ہیں یا ایک قسم کی خاص مخلوق ہے جو انسانوں کی سی صورتوں والے ہیں کھاتے پیتے ہیں نہ وہ فرشتے ہیں نہ انسان یا مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں حضرت جبرئیل کو اور جگہ بھی روح کہا گیا ہے ارشاد ہے نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ اسے امانت دار روح نے تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ تو ڈرانے والا بن جائے یہاں مراد روح سے یقیناً حضرت جبرئیل ہیں۔

حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں تمام فرشتوں سے بزرگ اور خدا سے بہت ہی نزدیک اور وحی لے کر آنے والے بھی ہیں یا مراد روح سے قرآن ہے۔ اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحِیْنَا اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِ نَا یعنی ہم نے اپنے حکم سے تیری طرف روح اتاری یہاں روح سے مراد قرآن ہے چھٹا قول یہ ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ فرشتہ تمام فرشتوں سے بہت بڑا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ روح نامی فرشتہ جو آسمان میں ہے تمام آسمانوں کل پہاڑوں اور سب فرشتوں سے بڑا ہے ہر دن بارہ ہزار تسمیعیں پڑھتا ہے ہر ہر تسبیح سے ایک ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے قیامت کے دن اکیلا وہی ایک صف بن کر آئے گا لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔ طبرانی میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتوں میں ایک فرشتہ وہ بھی ہے کہ اگر اسے حکم ہو کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو لقمہ بنا لے تو وہ ایک لقمہ میں سب کو لے لے اس کی تسبیح یہ ہے

سُبْحَانَكَ حَبِطَ كُلُّ نَفْسٍ بَدَّدَتْهَا إِلَّا نَفْسٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَتَلَا أُولَٰئِكَ نَفْسٌ مَّرْغُوبَةٌ ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كُفْرُهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ

ہے ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہو اور وہ بھی بنی اسرائیل سے لیا ہوا اللہ اعلم۔

امام ابن جریر نے یہ سب اقوال وارد کئے ہیں لیکن کوئی فیصلہ نہیں کیا میرے نزدیک تو ان تمام اقوال میں سے بہتر قول یہ ہے کہ یہاں روح سے مراد کل انسان ہیں واللہ اعلم پھر فرمایا صرف وہی اس دن بات کر سکے گا جسے وہ جن اجازت دے چھے فرمایا یَوْمَ لَا تُكَلِّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ یعنی جس دن وہ وقت آئے گا کوئی نفس بغیر اس کی اجازت کے کلام بھی نہیں کر سکے گا صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس دن سوائے رسولوں کے کوئی اور بات نہ کر سکے گا پھر فرمایا کہ اس کی بات بھی ٹھیک ٹھاک ہو سب سے زیادہ حق بات لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے پھر فرمایا کہ یہ دن حق ہے یقیناً آنے والا ہے جو چاہے اپنے رب کے پاس اپنے لوٹنے کی جگہ اور وہ راستہ بتا لے جس پر چل کر وہ اس کے پاس سیدھا جا پہنچے ہم نے تمہیں بالکل قریب آگئی ہوئی آفت سے آگاہ کر دیا ہے آنے والی چیز کو تو آگئی ہوئی سمجھی جا رہے اس دن نئے پرانے چھوٹے بڑے اچھے برے کل اعمال انسان کے سامنے ہوں گے جیسے فرمایا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاسِبًا ۚ سَائِلًا سَائِلًا ۚ اُولَٰئِكَ فِي عَذَابٍ مُّقْتَصِدٍ ۚ اور جگہ ہے يُنَبِّئُ الْإِنْسَانَ يَوْمَ يُخَذُّ يَمِينَهُ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ہر انسان کو اس کے اگلے پچھلے اعمال سے متنبہ کیا جائے گا اس دن کافر آرزو کرے گا کہ کاش کہ وہ مٹی ہوتا پیدا ہی نہ کیا جاتا جو دس ہی نہ آتا اللہ کے عذابوں کو آنکھ سے دیکھ لے گا اپنی بدکاریاں سامنے ہوں گی جو پاک فرشتوں کے منصب ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہیں پس ایک معنی تو یہ ہوئے کہ دنیا میں ہی مٹی ہونے کی یعنی پیدا نہ ہونے کی آرزو کرے گا دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب جانوروں کا فیصلہ ہوگا اور ان کے قصاص دلوائے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینک والی بکری کو اگر سینک والی بکری نے مارا ہوگا تو اس سے بھی بدلہ دلوایا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ چنانچہ وہ مٹی ہو جائیں گے اس وقت یہ کافر انسان بھی کہے گا کہ ہائے کاش کہ میں بھی حیوان ہوتا اور اب مٹی بن جاتا حضور کی لمبی حدیث میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ سورۃ نباہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد لله والمنه ربه التوفيق والعصمه۔

تفسیر سورۃ النازعات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا ۚ وَالنَّشِطَاتِ نَشْطًا ۚ وَالسَّيْحَاتِ سَبْحًا ۚ
فَالسَّيْفِ سَبْقًا ۚ فَالْمَدِيرَاتِ أَمْرًا ۚ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۚ
تَتَّبِعُهَا الرَّاغِبَةُ ۚ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۚ أَبْصَارُهَا
خَاشِعَةٌ ۚ يَقُولُونَ ۚ إِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۚ إِذَا كُنَّا
عِظًا مَّا نَخْرُجُ ۚ قَالُوا تِلْكَ إِذَا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۚ فَإِنَّمَا هِيَ
زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۚ فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۚ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

خفی سے کھینچنے والوں کی قسم ○ کھول کر بند پھر ادینے والوں کی قسم ○ تیرتے پھرنے والوں کی قسم ○ پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی قسم ○ پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم ○ جس دن کا پھنے والی کا پنے کی اس کے پیچھے ہوگی پیچھے آنے والی ○ بہت سے دل اُن دن دھڑکنے والے ہوں گے ○ جن کی نگاہیں پٹی ہوں گی ○ کہتے ہیں کہ کیا ہم اگلی ہی حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے ○ کیا جس وقت بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے ○ کہتے ہیں پھر تو یہ لوٹنا نقصان دہ ہے ○ وہ تو صرف ایک خوف ناک آواز ہے ○ کہ ایک دم میدان میں جمع ہو جائیں گے ○

فرشتے، موت اور ستارے: ☆ ☆ (آیت: ۱-۱۳) اس سے مراد فرشتے ہیں جو بعض لوگوں کی رگوں کو خفی سے گھنٹے ہیں اور بعض رگوں کو بہت آسانی سے نکالتے ہیں جیسے کسی کے بند کھول دے جائیں کفار کی رگوں کھینچی جاتی ہیں پھر بند کھول دے جاتے ہیں اور جنم میں ڈبو دیئے جاتے ہیں یہ ذکر موت کے وقت کا ہے، بعض کہتے ہیں وَالنَّازِعَاتُ غَرْقًا سے مراد موت ہے، بعض کہتے ہیں دونوں پہلی آیتوں سے مطلب ستارے ہیں، بعض کہتے ہیں مراد سخت لڑائی کرنے والے ہیں لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے یعنی روح نکالنے والے فرشتے اسی طرح تیسری آیت کی نسبت بھی یہ تینوں تفسیریں مروی ہیں یعنی فرشتے موت اور ستارے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں مراد کشتیاں ہیں اسی طرح سابقات کی تفسیر میں بھی تینوں قول ہیں، معنی یہ ہیں کہ ایمان اور تصدیق کی طرف آگے بڑھنے والے۔ عطاء فرماتے ہیں مجاہدین کے گھوڑے مراد ہیں۔ پھر حکم خدا کی تعمیل تدبیر سے کرنے والے اس سے مراد بھی فرشتے ہیں جیسے حضرت علیؓ وغیرہ کا قول ہے آسمان سے زمین کی طرف اللہ عزوجل کے حکم سے تدبیر کرتے ہیں امام ابن جریر نے ان اقوال میں کوئی فیصلہ نہیں کیا، کا پھنے والی کے کا پھنے والی اور اس کے پیچھے آنے والی کے پیچھے آنے سے مراد دونوں تھے ہیں پہلے نوحہ کیا ان اس آیت میں بھی ہے یَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ جس دن زمین اور پہاڑ کپکپا جائیں گے، دوسرے نوحہ کیا ان اس آیت میں ہے وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً اور زمین اور پہاڑ اٹھا لے جائیں گے پھر دونوں ایک ہی دفعہ چور چور کر دیئے جائیں گے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کا پھنے والی آنے گی اس کے پیچھے ہی پیچھے آنے والی ہوگی یعنی موت اپنے ساتھ کی کل آفتوں کو لے کر آئے گی۔ ایک شخص نے کہا حضور اگر میں اپنے وظیفہ کا کل وقت آپ پر دوڑ پڑھنے میں گزاروں تو؟ آپ نے فرمایا پھر تو اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت کے تمام غم ورنج سے بچالے گا۔ ترمذی میں ہے کہ دو تہائی رات گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے اور فرماتے لوگو! اللہ کو یاد کرو، کپکپانے والی آ رہی ہے پھر اس کے پیچھے ہی آ رہی ہے، موت اپنے ساتھ کی تمام آفات کو لے کر آ رہی ہے چلی آ رہی ہے اُس دن بہت سے دل ڈر رہے ہوں گے، ایسے لوگوں کی نگاہیں ذلت و حقارت کے ساتھ پست ہوگی کیونکہ وہ اپنے گناہوں اور خدا کے عذابوں کا معائنہ کر چکے ہیں، مشرکین جو روز قیامت کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا قبروں میں جانے کے بعد بھی زندہ کئے جائیں گے؟ وہ آج اپنی اس زندگی کو رسوائی اور برائی کے ساتھ آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

خافِزہ کہتے ہیں قبروں کو بھی، یعنی قبروں میں چلے جانے کے بعد جسم کے ریزے ریزے ہو جانے کے بعد ہڈیوں کے سڑک جانا اور کھوکھلی ہو جانے کے بعد بھی کیا ہم زندہ کئے جائیں گے؟ پھر تو یہ دوبارہ کی زندگی خسارے اور گھٹانے والی ہوگی۔ کفار قریش کا یہ مقولہ تھا خافِزہ کے معنی موت کے بعد کی زندگی کے بھی مروی ہیں اور جنہم کا نام بھی ہے اس کے نام بہت سے ہیں جیسے جہنم، ستر، جنہم، ہادیہ حاضرہ، لفظی طہرہ وغیرہ۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس چیز کو یہ بڑی بھاری اور ان ہونی اور نامکین سمجھے ہوئے ہیں وہ ہماری قدرت کاملہ کے ماتحت ایک ادنیٰ سی بات ہے ادھر ایک آواز دی ادھر سب زندہ ہو کر ایک میدان میں جمع ہو گئے یعنی اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کو حکم دے گا وہ صور پھونک دیں گے، بس ان کے صور پھونکتے ہی تمام اگلے پچھلے جی انھیں گے اور خدا کے سامنے ایک ہی میدان میں کھڑے ہو

جائیں گے، جیسے اور جگہ ہے یَوْمَ يَدْعُوهُمْ جِسْنُ وَهْ جَمِہیں پکارے گا اور تم اس کی تعریفیں کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور جان لو گے کہ بہت ہی کم ٹھہرے اور جگہ فرمایا وَمَا أَمَرْنَا إِلَّا وَاحِدَةً کَلَمَحْ بِالنَّصْرِ ہمارا حکم بس ایسا ایک باری ہو جائے گا جیسے آکھ کا جھپکنا۔ اور جگہ ہے وَمَا أَمَرُ السَّاعِیَةِ إِلَّا کَلَمَحْ النَّصْرِ اَوْ هُوَ اقْرَبُ امْرِ قِیَامَتٍ مثل آکھ جھپکنے کے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ صرف ایک آواز ہی کی دیر ہے اس دن پروردگار سخت غصناک ہوگا، آواز بھی غصہ کے ساتھ ہوگی یہ آخری ٹھہرے جس کے چھوٹنے جانے کے بعد ہی تمام لوگ زمین کے اوپر آ جائیں گے حالانکہ اس سے پہلے نیچے تھے، سَاحِرَةٌ رُوئے زَمِین کو کہتے ہیں اور سیدھے صاف میدان کو بھی کہتے ہیں۔ ثورثی کہتے ہیں مراد اس سے شام کی زمین ہے عثمان بن ابوالعالیہ کا قول ہے مراد بیت المقدس کی زمین ہے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں بیت المقدس کے ایک طرف یہ ایک پہاڑ ہے قَادَةُ کہتے ہیں جہنم کو بھی سَاحِرَةٌ کہتے ہیں۔ لیکن یہ اقوال سب کے سب غریب ہیں ٹھیک قول پہلا ہی ہے یعنی روئے زمین سب لوگ زمین پر جمع ہو جائیں گے جو سفید ہوگی اور بالکل صاف اور خالی ہوگی جیسے میدان کی روٹی ہوتی ہے اور جگہ ہے یَوْمَ تَبْدُلُ الْأَرْضُ غَیْرَ الْأَرْضِ یعنی جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہوگی اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ واحد و قہار کے روبرو ہو جائے گی اور جگہ ہے لوگ تجھ سے پہاڑوں کی بات پوچھتے ہیں تو کہہ انہیں میرا رب کھڑے کھڑے کر دے گا اور زمین بالکل میدان ہموار بن جائے گی جس میں کوئی موڑ توڑ ہوگا نہ اونچی نیچی جگہ اور جگہ ہے ہم پہاڑوں کو چلتا کریں گے اور زمین صاف ظاہر ہو جائے گی غرض ایک بالکل نئی زمین ہوگی جس پر نہ کبھی کوئی خطا ہوئی نہ قتل و گناہ۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۖ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ
طُوًى ۖ إِذْ هَبَّ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۖ فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَىٰ
أَنْ تَزْكِيَ ۖ وَاهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۖ فَآرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ۖ
فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۖ ثُمَّ أَذْبَرَ سَعْيَ ۖ فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ۖ
فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۖ فَآخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ
وَالْأُولَىٰ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنِ يَخْشَىٰ ۖ

کیا حضرت موسیٰ کا قصہ بھی تجھے پہنچا ہے؟ ○ جبکہ انہیں ان کے رب نے پاک میدان طوی میں پکارا ○ کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے سرکشی اختیار کر لی ہے ○ اس سے کہو کہ کیا تو دروغی چاہتا ہے ○ کہ میں تجھے تیرے رب کی راہ دکھاؤں اور تو ڈرنے لگے ○ پس اسے بڑی نشانی دکھائی ○ پھر بھی وہ جھٹلاتا اور تاثراتی کرتا رہا ○ اور اگاہت نہ کرکوش کرنے لگا ○ پھر سب کو جمع کر کے با آواز بلند کہنے لگا ○ تم سب کا رب میں ہی ہوں سب سے بلند ہوا ○ اللہ نے بھی اسے آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں گرفتار کر لیا ○ بیشک اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو ذرے ○

معرفت دل حق کا مطیع و فرمان بردار ہوتا ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱۵-۲۶) اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خبر دیتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا اور معجزات سے ان کی تائید کی لیکن باوجود اس کے فرعون اپنی سرکشی اور اپنے کفر سے باز نہ آیا بالآخر خدا کا عذاب اتر اور بر باد ہو گیا اسی طرح اے پیغمبر آخر الزماں آپ کے مخالفین کا بھی حشر ہوگا۔

اسی لئے اس واقعہ کے خاتمہ پر فرمایا ڈر والوں کے لئے اس میں عبرت ہے پس فرماتا ہے کہ تجھے خبر بھی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کو اس کے رب نے آواز دی جبکہ وہ ایک مقدس میدان میں تھے جن کا نام طوی ہے اس کا تفصیلی بیان سورہ طہ میں گذر چکا ہے آواز دے کر فرمایا کہ فرعون نے سرکشی تکبر، تجبر اور تمرد اختیار کر رکھا ہے تم اس کے پاس پہنچو اور اسے میرا یہ پیغام دو کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میری بات مان کر اس راہ پر چلے جو پاکیزگی کی راہ ہے؟ میری سن میری مان سلامتی کے ساتھ پاکیزگی حاصل کر لے گا میں تجھے خدا کی عبادت کے وہ طریقے بتاؤں گا جس سے تیرا دل نرم اور روشن ہو جائے اس میں خشوع و خضوع پیدا ہو اور دل کی سختی اور بدبختی دور ہو۔ حضرت موسیٰ فرعون کے پاس پہنچے خدائی فرمان پہنچایا، حجت ختم کی دلائل بیان کئے یہاں تک کہ اپنی سچائی کے ثبوت میں معجزات بھی دکھائے لیکن وہ برابر حق کی تکذیب کرتا رہا اور حضرت موسیٰ کی باتوں کا نافرمانی پر بھار ہا چونکہ دل میں کفر جاگزیں ہو چکا تھا اس سے طبیعت نہ بنی اور باوجود حق واضح ہو جانے کے ایمان و تسلیم نصیب نہ ہوئی یہ اور بات ہے کہ دل سے جانتا تھا کہ یہ حق برحق ہی ہیں اور ان کی تعلیم بھی برحق ہے۔

لیکن دل کی معرفت اور چیز ہے اور ایمان اور چیز ہے دل کی معرفت پر عمل کرنے کا نام ایمان ہے کہ حق کا تابع فرمان بن جائے اور خدا رسول کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے جبک جائے پھر اس نے حق سے منہ موڑ لیا اور خلاف حق کوشش کرنے لگا جادو گروں کو جمع کر کے اس کے ہاتھوں حضرت موسیٰ کو نچوڑا کھانا چاہا۔ اپنی قوم کو جمع کیا اور اس میں منادی کی کہ تم سب کا بلند و بالا رب میں ہی ہوں اس سے چالیس سال پہلے وہ کہہ چکا تھا کہ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي یعنی میں نہیں جانتا کہ تمہارا معبود میرے سوا کوئی اور بھی ہو اب تو اس کی طغیانی حد سے بڑھ گئی اور صاف کہہ دیا کہ میں ہی رب ہوں بلند یوں والا اور سب پر غالب میں ہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے بھی اس سے وہ انتقام لیا جو اس جیسے تمام سرکشوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ سبب عبرت بن جائے دنیا میں بھی اور آخرت کے بدترین عذاب تو ابھی باقی ہیں جیسے فرمایا وَجَعَلْنَا هُمْ آئَةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ یعنی ہم نے انہیں جہنم کی طرف بلانے والے پیش رو بنائے قیامت کے دن یہ مدد نہ کئے جائیں گے پس صحیح تر معنی آیت کے یہی ہیں کہ آخرت اور ادنیٰ سے مراد دنیا اور آخرت ہے بعض نے کہا ہے اول آخر سے مراد اس کے دونوں قول ہیں یعنی پہلے یہ کہنا کہ میرے علم میں میرے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں پھر یہ کہنا کہ تمہارا سب کا بلند رب میں ہوں بعض کہتے ہیں مراد کفر و نافرمانی ہے لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کریں اور باز آ جائیں۔

إِنَّمَا أَشَدُّ خَلْقًا أَمَ السَّمَاءِ بَنَاهَا ۖ رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّيَهَا ۖ
وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۖ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ
دَحَاهَا ۖ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۖ وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ۖ
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۖ

کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا؟ اللہ نے اسے بنایا اس کی بلندی اونچی کی پھر اسے ٹھیک ٹھاک کر دیا اس کی رات کو تار یک اور اس کے دن کو روشن بنایا اور اس کے بعد زمین کو سموار بچھا دیا اور اس میں سے پانی اور چارہ پیدا کیا اور پہاڑوں کو مضبوط ٹکڑیاں تمہارے اور تمہارے جانوروں کے

فائدے کے لئے

موت و حیات کی سرگزشت: ☆☆ (آیت: ۲۷-۳۳) جو لوگ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے منکر تھے انہیں پروردگار دہلیس دیتا ہے کہ

تمہاری پیدائش سے تو بہت زیادہ مشکل پیدائش آسانوں کی ہے جیسے اور جگہ ہے لَخَلَقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ یعنی زمین و آسمان کی پیدائش انسانوں کی پیدائش سے زیادہ بھاری ہے اور جگہ ہے أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ کیا جس نے زمین و آسمان پیدا کر دیا وہ ان جیسے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ ضرور وہ قادر ہے اور وہ ہی بڑا پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے آسمان کو اس نے بنایا یعنی بلند و بالا خوب چوڑا اور کشادہ اور بالکل برابر بنایا پھر اندھیری راتوں میں خوب چمکنے والے ستارے اس میں جڑ دیئے رات کو سیاہ اور اندھیرے والی بنائی اور دن کو روشن اور نور والا بنایا اور زمین کو اس کے بعد بچھا دیا یعنی پانی اور چارہ نکالا۔ سورہ حم سجدہ میں یہ بیان گذر چکا ہے کہ زمین کی پیدائش تو آسمان سے پہلے ہے ہاں اس کی برکات کا اظہار آسانوں کی پیدائش کے بعد ہوا جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے ابن عباسؓ اور بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں اس کا تفصیلی بیان گذر چکا ہے اور پہاڑوں کو اس نے خوب مضبوط کر دیا ہے وہ عسکون والی صلیح علم والا ہے اور ساتھ ہی اپنی مخلوق پر بے حد مہربان ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا وہ ملنے لگی پروردگار نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین پر گاڑ دیا جس سے وہ ٹھہر گئی فرشتوں کو اس سے سخت تر تعجب ہوا اور پوچھنے لگے خدایا تیری مخلوق میں ان پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت چیز کوئی اور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں لوہا پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا آگ پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ہاں پانی پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ہوا پوچھا پروردگار کیا تیری مخلوق میں اس سے بھاری کوئی اور چیز ہے؟ فرمایا ہاں ابن آدم ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ سے جو خرچ کرتا ہے اس کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہیں ہوتی۔ ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب زمین کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو وہ کانپنے لگی اور کہنے لگی تو آدم اور اس کی اولاد کو پیدا کرنے والا ہے جو اپنی گندگی بھج پر ڈالیں گے اور میرے پیٹ پر تیری نافرمانیاں کریں گے اللہ تعالیٰ نے پہاڑ گاڑ کر زمین کو ٹھہرا دیا بہت سے پہاڑ قائم دیکھ رہے ہو اور بہت سے تمہاری نگاہوں سے اوچھل جاتے ہیں زمین کا پہاڑوں کے بعد سکون حاصل کرنا بالکل ایسا ہی تھا جیسے اونٹ کو ذبح کرتے ہی اس کا گوشت تھک رہا ہوتا ہے پھر کچھ دیر بعد ٹھہر جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے ہے یعنی زمین سے چشموں اور مہروں کا جاری کرنا زمین کے پوشیدہ خزانوں کو ظاہر کرنا کھیتیاں اور درخت لگانا پہاڑوں کا گاڑنا تاکہ زمین سے پورا پورا فائدہ تم اٹھا سکو یہ سب باتیں انسانوں کے فائدے کے لئے ہیں اور ان کے جانوروں کے فائدے کے لئے پھر وہ جانور بھی انہی کے فائدے کے لئے ہیں کہ بعض کا گوشت کھاتے ہیں بعض پر سواریاں لیتے ہیں اور اپنی عمارتیں دنیا میں سکھ بے سر کر رہے ہیں۔

فَإِذَا جَاءَتِ الظَّامَةُ الْكَبْرَىٰ ۖ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ
مَا سَعَىٰ ۖ وَبُزْزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ ۖ فَمَا مَنَ
طَعْنِي ۖ

ہاں جبکہ بہت بڑے ہنگامے کا دن آ جائے گا ○ جس دن انسان اپنے کئے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا ○ اور ہر دیکھنے والے کے سامنے جہنم ظاہر کی جائے گی ○ جس شخص نے سرکشی کی ہوگی ○

انتہائی ہولناک لرزہ خیز لحاظ: ☆ ☆ (آیت ۳۳-۳۷) طَامَتْهُ الْكِبْرَى سے مراد قیامت کا دن ہے اس لئے کہ وہ ہولناک اور

تفسیر سورۃ العنبر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۚ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهٗ
 یُرْسِلُ ۙ اَوْ یَذْكُرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ۚ اَمَّا مَنْ اَسْتَغْنٰی ۙ
 فَانْتَ لَهُ تَصَدٰی ۚ وَمَا عَلَیْكَ الْاِیْرٰثِی ۚ وَامَّا مَنْ
 جَاءَكَ یَسْعٰی ۙ وَهُوَ یَخْشٰی ۙ فَانْتَ عَنْهُ تَلْهٰی ۙ كَلَّا اِنَّهَا
 تَذْكِرَةٌ ۙ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۙ فِیْ صُحُفٍ مُّكْرَمَةٍ ۙ
 مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ۙ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۙ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑا رحمان و رحیم ہے۔

تحریر ہو کر نہ موز لیا ○ اس سے کہ اس کے پاس ایک ناچنا آیا ○ تجھے کیا خبر شاید وہ سنور جا تا ○ یا صیحت سخت اور اسے صحت فائدہ پہنچائی ○ جو بے پرواہی کرتا ہے ○ اس کی طرف تو تو پوری توجہ کرتا ہے ○ حالانکہ اس کے نہ سنور نے سے تیرا کوئی نقصان نہیں ○ اور جو شخص تیرے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے ○ اور ڈر بھی رہا ہو ○ تو اس سے بے رہی کرتا ہے ○ یہ ٹھیک نہیں قرآن تو نصیحت کی چیز ہے ○ جو چاہے اسے یاد کر لے ○ یہ تو عظمت مجھوں میں ہے ○ جو بلند و بالا اور پاک صاف ہیں ○ جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے ○ جو بزرگ اور پاک باز ہیں ○

تبلیغ دین میں فقیر و غنی سب برابر ☆ ☆ (آیت ۱-۱۶) بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ قریش کے سرداروں کو اسلامی تعلیم سمجھا رہے تھے اور مشغولیت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ تھے دل میں خیال تھا کہ کیا عجب خدا انہیں اسلام نصیب کر دے ناگہاں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس آئے پرانے مسلمان تھے عموماً حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور دین اسلام کی تعلیم سیکھتے رہتے تھے اور مسائل دریافت کیا کرتے تھے آج بھی حسب عادت آتے ہی سوالات شروع کئے اور آگے بڑھ بڑھ کر حضور کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا آپ چونکہ اس وقت ایک اہم امر دینی میں پوری طرح مشغول تھے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ ذرا گراں خاطر گرا اور پیشانی پر ہل بڑھ گئے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ آپ کی بلند شان اور اعلیٰ اخلاق کے لائق یہ بات نہ تھی کہ اس ناچنے سے جو ہمارے خوف سے دوڑتا بھاگتا آپ کی خدمت میں علم دین سیکھنے کے لئے آئے اور آپ اس سے منہ پھیر لیں اور ان کی طرف متوجہ ہیں جو سرکش ہیں اور مغرور و متکبر ہیں بہت ممکن ہے کہ یہی پاک ہو جائے اور خدا کی باتیں سن کر برائیوں سے بچ جائے اور احکام کی تعمیل میں تیار ہو جائے یہ کیا کہ آپ ان بے پرواہ لوگوں کی جانب تمام تر توجہ فرمائیں؟ آپ پر کوئی ان کو راہ راست پر لا کھڑا کرنا ضروری تھوڑے ہی ہے وہ اگر آپ کی باتیں نہ مانیں تو آپ پر ان کے اعمال کی پکڑ ہرگز نہیں مطلب یہ ہے کہ تبلیغ دین میں شریف و ضعیف فقیر و غنی آزاد و غلام مرد و عورت چھوٹے بڑے سب برابر ہیں آپ سب کو یکساں نصیحت کیا کریں ہدایت خدا کے ہاتھ ہے وہ اگر کسی کو راہ راست سے دور رکھے تو اس کی حکمت وہی جانتا ہے جسے اپنی راہ لگا لے اسے بھی وہی خوب جانتا ہے۔ حضرت ابن ام مکتوم کے آنے کے وقت حضور کا مخاطب

ابی بن خلف تھا اس کے بعد حضور ابن ام مکتوم کی بڑی مگریم اور آؤ بھگت کیا کرتے تھے۔ (مسند ابویعلیٰ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابن ام مکتوم کو قادیہ کی لڑائی میں دیکھا ہے زہر پہنچے ہوئے تھے اور سیاہ جھنڈا لٹے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب یہ آئے اور کہنے لگے کہ حضرت مجھے بھلائی کی باتیں سکھائیں اس وقت رؤساء قریش آپ کی مجلس میں تھے آپ نے ان کی طرف پوری توجہ نہ فرمائی انہیں سمجھاتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری بات ٹھیک ہے وہ کہتے جانتے تھے ہاں حضرت درست ہے۔ ان لوگوں میں عقبہ بن ربیعہ، الجہول بن ہشام عباس بن عبدالمطلب تھے آپ کی بڑی کوشش تھی اور پوری حرص تھی کہ کسی طرح یہ لوگ دین حق کو قبول کر لیں ادھر یہ آگئے اور کہنے لگے حضور قرآن پاک کی کوئی آیت مجھے سنائیے اور خدا کی باتیں سکھائیے آپ کو اس وقت ان کی بات ذرا بے موقع لگی اور منہ پھیر لیا اور ادھر ہی متوجہ رہے جب ان سے باتیں پوری کر کے آپ گھر جانے لگے تو آنکھوں تلے اندھیرا اچھا گیا اور سر نیچا ہو گیا اور یہ آیتیں اتریں پھر تو آپ ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور پوری توجہ سے کان لگا کر ان کی باتیں سنا کرتے تھے آتے جاتے ہر وقت پوچھتے کہ کچھ کام ہے کچھ حاجت ہے کچھ کہتے ہو کچھ مانگتے ہو؟ (ابن جریر وغیرہ)

اس روایت میں غرابت ہے نکارت ہے اور اس کی سند میں بھی کلام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ بلال رات رہتے ہوئے اذان دیا کرتے ہیں تو تم سحری کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم کی اذان سنو یہ وہ نایاب ہیں جن کے بارے میں عَبَسَ وَتَوَلَّى اَنْ حَاءَهُ الْاٰخِزْنِی اترتی تھی یہ بھی موزن تھے ینکاری میں نقصان تھا جب لوگ صبح صادق دیکھ لیتے اور اطلاع کرتے کہ صبح ہوئی تب یہ اذان کہا کرتے تھے (ابن ابی حاتم) ابن ام مکتوم کا مشہور نام تو عبداللہ ہے بعض نے کہا ہے ان کا نام عمرو ہے واللہ اعلم۔

اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ یعنی یہ نصیحت ہے اس سے مراد یا تو یہ سورت ہے یا یہ مساوات کہ تبلیغ دین میں سب یکساں ہیں مراد ہے سدی کہتے ہیں مراد اس سے قرآن ہے جو شخص چاہے اسے یاد کر لے یعنی اللہ کو یاد کرے اور اپنے تمام کاموں میں اس کے فرمان کو مقدم رکھے یا یہ مطلب ہے کہ وحی خدا کو یاد کر لے یہ سورت اور یہ وعظ و نصیحت بلکہ سارا قرآن مقرر اور معتبر محفوضوں میں ہے جو بلند قدر اور اعلیٰ مرتبہ والے ہیں جو میل کچیل سے اور کمی زیادتی سے محفوظ اور پاک صاف ہیں جو فرشتوں کے پاک ہاتھوں میں ہیں اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اصحاب رسول کے پاکیزہ ہاتھوں میں ہے حضرت قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد قاری ہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ پہلی زبان کا لفظ ہے معنی ہیں قاری امام ابن جریر فرماتے ہیں صحیح بات یہی ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ میں اور مخلوق میں سفیر ہیں سفیر اسے کہتے ہیں جو صلح اور بھلائی کے لئے لوگوں میں کوشش کرتا پھرے عرب شاعر کے شعر میں بھی یہ معنی پائے جاتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد فرشتے ہیں جو فرشتے خدا کی جانب سے وحی وغیرہ لے کر آتے ہیں وہ ایسی ہی ہیں جیسے لوگوں میں صلح کرانے والے سفیر ہوتے ہیں وہ ظاہر باطن میں پاک ہیں وجہ خوش رؤس شریف اور بزرگ ظاہر میں اخلاق و افعال کے پاکیزہ باطن میں یہاں سے یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ قرآن کے پڑھنے والوں کو اعمال و اخلاق اچھے رکھنے چاہئیں۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو قرآن کو پڑھے اور اس کی مہارت حاصل کرے وہ بزرگ کہنے والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو باوجود مشقت کے بھی پڑھے اسے دو ہزار اجر ملے گا۔

قَتَلَ الْإِنْسَانَ مَا اكْفَرَهُ ۖ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ مِنْ
 نُظْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ۖ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۖ ثُمَّ أَمَاتَهُ
 فَأَقْبَرَهُ ۖ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ۖ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ۖ
 فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۖ أَتَا صَبِينَا الْمَاءَ صَبًّا ۖ
 ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۖ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۖ وَعَيْنًا وَقَضْبًا ۖ
 وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۖ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۖ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۖ مَتَاعًا
 لَّكُمْ وَلَآ نَعْمًا لَّكُمْ

اللہ کی مادیات میں کیا نام لکھا ہے ○ اسے اللہ نے کس چیز سے پیدا کیا ○ اسے نظف سے پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقرر کی ○ پھر اسے راستہ آسان کر دیا ○ پھر اسے مار ڈالا اور قبر کی جگہ دی ○ پھر جب چاہے گا اسے زندہ کر دے گا ○ ہرگز نہیں اس نے اب تک اللہ کے حکم کی بجا آوری نہیں کی ○ انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے ○ کہ ہم نے بارش برساتی ○ پھر زمین کو کھیتی کیا ○ پھر اس میں اناج اگائے ○ اور انکو اور زر کاری ○ اور زیتون اور کھجور ○ اور میناں ○ اور مہوہ اور چارہ ○ فائدہ ہے تمہارے لئے اور تمہارے چوپائوں کے لئے ○

ریڑھ کی ہڈی اور تخلیق ثانی ☆ ☆ (آیت: ۱۷-۳۲) جو لوگ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے انکاری تھے ان کی یہاں مذمت بیان ہو رہی ہے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی انسان پر لعنت ہو یہ کتنا بڑا شکر گزار ہے اور یہ بھی معنی بیان کئے گئے ہیں کہ عموماً کل انسان جھٹلانے والے ہیں بلا دلیل محض اپنے خیال سے ایک چیز کو ناممکن جان کر باوجود علمی سرمایہ کی کمی کے جھٹ سے خدائی باتوں کی تکذیب کر دیتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے اس جھٹلانے پر کون سی چیز آمادہ کرتی ہے؟ اس کے بعد اس کی اصلیت بتائی جاتی ہے کہ وہ خیال کرے کہ کس قدر حقیر اور ذلیل چیز سے خدا نے اسے بنایا ہے کیا وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ اس نے انسان کو مٹی کے قطرے سے پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقرر کی یعنی عمروزی عمل اور نیک و بد ہونا پھر اس کے لئے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا اور یہ بھی معنی ہیں کہ ہم نے اپنے دین کا راستہ آسان کر دیا یعنی واضح اور ظاہر کر دیا جیسے اور جگہ ہے اِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرٌ اَوْ اِمَّا كَفُوْرٌ یعنی ہم نے اسے راہ دکھائی پھر یا تو وہ شکر گزار رہے یا ناشکر۔ حسن اور ابن زید ای کو راجح بتلاتے ہیں واللہ اعلم۔

اس کی پیدائش کے بعد پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں لے گیا۔ عرب کا محاورہ ہے کہ وہ جب کسی کو دفن کریں تو کہتے ہیں قَبْرُ الثُّجْلِ اور کہتے ہیں اَقْبَرُ اللّٰہِ اسی طرح کے اور بھی محاورے ہیں مطلب یہ ہے کہ اب خدا نے اسے قبر والا بنادیا پھر جب خدا چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا اسی کی زندگی کو بعثت بھی کہتے ہیں اور شور بھی جیسے اور جگہ ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَا اَنْتُمْ بُشْرٌ تَنْتَشِرُوْنَ اس کی نشانیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے ہمیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم انسان بن کر اٹھ بیٹھے اور جگہ ہے کَبِیفٌ تَنْتَشِرُہَا ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح اٹھیں اٹھاتے ہیں پھر کس طرح اٹھیں گوشت چڑھاتے ہیں۔

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان کے تمام اعضاء وغیرہ کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی

کو لوگوں نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا رانی کے دانے کے برابر اسی سے پھر تمہاری پیدائش ہوگی یہ حدیث بغیر سوال جواب کی زیادتی کے بخاری مسلم میں بھی ہے کہ ابن آدم گل سزا جاتا ہے مگر بڑھ کر اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے پھر ترکیب دیا جائے گا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح یہ ناشکر اور بے قدر انسان کہتا ہے کہ اس نے اپنی جان و مال میں خدا کا جو حق تھا وہ ادا کر دیا لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ابھی تو اس نے فرائض خدا سے بھی سبکدوشی حاصل نہیں کی۔ حضرت عابدؓ کا فرمان ہے کہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی پوری ادائیگی نہیں ہو سکتی، حسن بصری سے بھی ایسے ہی معنی مروی ہیں، متقدمین سے میں نے تو اس کے سوا کوئی اور کلام نہیں پایا، ہاں مجھے اس کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ فرمان باری کا یہ مطلب ہے کہ پھر جب چاہے دوبارہ پیدا کرے گا اب تک اس کے فیصلے کے مطابق وقت نہیں آیا یعنی ابھی ابھی وہ ایسا نہیں کرے گا یہاں تک کہ مدت مقررہ ختم ہو اور نئی آدم کی تقدیر پوری ہو۔

ان کی قسمت میں اس دنیا میں آنا اور یہاں برا بھلا کرنا وغیرہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ سب خدا کے اندازے کے مطابق پورا ہو چکے، اس وقت وہ خلاق کل دوبارہ زندہ کر دے گا اور جیسے کہ پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اب دوسری دفعہ پیدا کر دے گا۔ ابن ابی حاتم میں حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ قبریں زمین کا پیٹ ہیں اور زمین مخلوق کی ماں ہے جب کہ کل مخلوق پیدا ہو چکی ہے پھر قبروں میں پہنچ جائے گی اور قبریں سب بھر جائیں گی اس وقت دنیا کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور جو بھی زمین پر ہوں گے سب مرجائیں گے اور زمین میں جو کچھ ہے اسے زمین اگل دے گی اور قبروں میں جو مردے ہیں سب باہر نکال دیئے جائیں گے، یہ قول ہم اپنی اس تفسیر کی دلیل میں پیش کر سکتے ہیں واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میرے اس احسان کو دیکھیں کہ میں نے انہیں کھانا دیا، اس میں بھی دلیل ہے موت کے بعد جی اٹھنے کی کہ جس طرح خشک غیر آباد زمین سے ہم نے تر و تازہ درخت اگائے اور ان سے اناج وغیرہ پیدا کر کے تمہارے لئے کھانا بنایا، اسی طرح گلی سڑی کھوکھلی اور چوتا ہوئی ہڈیوں کو بھی ہم ایک روز زندہ کر دیں گے اور انہیں گوشت پوست پہنا کر دوبارہ تمہیں زندہ کر دیں گے، تم دیکھو کہ ہم نے آسمان سے برابر پانی برسایا پھر اسے ہم نے زمین میں پہنچا کر ٹھہرا دیا، وہ بیج میں پہنچا اور زمین میں پڑے ہوئے دانوں میں سرایت کی جس سے وہ دانے اگے درخت پھوٹا، اونچا ہوا اور کھیتیاں لہلہانے لگیں، کہیں اناج پیدا ہوا، کہیں انگور اور کہیں ترکاریاں۔ جب تو کہتے ہیں ہر دانے کو لعنت کہتے ہیں انگور کو اور قصب کہتے ہیں اس بزر چارے کو جسے جانور کھاتے ہیں اور زیتون پیدا کیا جو روٹی کے ساتھ سالن کا کام دیتا ہے، جلا جاتا ہے تیل نکالا جاتا ہے اور کھجوروں کے درخت پیدا کئے جو گدراہی ہوئی بھی کھاٹی جاتی ہیں، تر بھی کھاٹی جاتی ہیں اور خشک بھی کھاٹی جاتی ہیں اور کچی بھی اور اس کا شیرہ بھی بنایا جاتا ہے اور سرکہ بھی اور باغات پیدا کئے۔ غلہ کے معنی کھجوروں کے بڑے بڑے میوہ دار درخت ہیں حدائق کہتے ہیں ہر اس باغ کو جو گھٹا اور خوب بھرا ہوا اور گہرے سائے والا اور بڑے درختوں والا ہو۔ موتی گردن والے آدمی کو بھی عرب اغلب کہتے ہیں اور میوے پیدا کئے اور اب کہتے ہیں زمین کی اس بھری کو جسے جانور کھاتے ہیں اور انسان اسے نہیں کھاتے جیسے گھاس پات وغیرہ اب جانور کے لئے ایسا ہی ہے جیسا انسان کے لئے فاکہہ یعنی میوہ۔

عطاء کا قول ہے کہ زمین پر جو کچھ اگتا ہے اسے اب کہتے ہیں، ضحاکؒ فرماتے ہیں سوائے میوؤں کے باقی سب اب ہے۔ ابو السائبؒ فرماتے ہیں اب آدمی کے کھانے میں بھی آتا ہے اور جانور کے کھانے میں بھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بابت سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کون سا آسمان مجھے اپنے تلے سایہ دے گا اور کون سی زمین مجھے اپنی پیڑ پھوسٹ اٹھائے گی اگر میں کتاب اللہ میں

وہ کہوں جس کا مجھے علم نہ ہو لیکن یہ اثر منقطع ہے ابراہیم بھی نے حضرت صدیق اکبرؓ کو نہیں پایا ہاں البتہ صحیح سند سے ابن جریر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ممبر پر سورہ یحییٰ پڑھی اور یہاں تک پہنچ کر کہا کہ فاسکھہ کو تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ اب کیا چیز ہے؟ پھر خود ہی فرمایا اس تکلیف کو چھوڑ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی شکل و صورت اور اس کی تعین معلوم نہیں ورنہ اتنا تو صرف آیت کے پڑھنے سے ہی صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ زمین سے اگنے والی ایک چیز ہے کیونکہ پہلے یہ لفظ موجود ہے۔ فَانْبَتْنَا فِيهَا پھر فرماتا ہے یہ تمہاری زندگی کے قائم رکھنے اور تمہیں فائدہ پہنچانے کے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے ہے کہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور تم اس سے فیض یاب ہوتے رہو گے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاعِقَةُ ۖ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمِّهِ ۖ وَآبِيهِ ۖ وَصَاحِبَتِهِ ۖ وَبَنِيهِ ۖ

پس جبکہ کان بہرے کر دیئے والی قیامت آجائے ○ اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ○ ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ○ ننگے پاؤں، ننگے لہدن --- پسے گا لباس ☆ ☆ (آیت ۳۳-۳۶) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صاعقة قیامت کا نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نکلنے کی آواز اور ان کا شور وغل کانوں کے پردے پھاڑ دے گا ○ اس دن انسان اپنے ان قریبی رشتہ داروں کو دیکھے گا لیکن بھاتا پھرے گا کوئی کسی کے کام نہ آئے گا ○ میاں بیوی کو دیکھ کر کہے گا کہ بتلا تیرے ساتھ میں نے دنیا میں کیسا کچھ سلوک کیا ○ وہ کہے گی کہ بیشک آپ نے میرے ساتھ بہت ہی خوش سلوکی کی بہت پیار محبت سے رکھا ہے کہے گا کہ آج مجھے ضرورت ہے صرف ایک نیکی دے دو ○ اس آیت سے چھوٹ جاؤ ○ وہ جواب دے گی کہ آپ کا سوال تھوڑی سی چیز کا ہی ہے مگر کیا کروں ○ یہی ضرورت مجھے درپیش ہے اور اسی کا خوف مجھے لگ رہا ہے میں تو نیکی نہیں دے سکتی چنانچہ آپ سے ملے گا یہی کہے گا اور یہی جواب پائے گا۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۖ وَوَجُوهُهُمْ مَسْفُورَةٌ ۖ

صَاحِبُهُمْ مَسْتَبْشِرٌ ۖ وَوَجُوهُهُمْ عَلَيْهَا عِبْرَةٌ ۖ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرَةُ الْفَجَرَةُ ۖ

ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسا مشغلہ ہوگا جو اسے کافی ہوگا ○ اس دن بہت سے چہرے روشن ہوں گے ○ جو بتتے ہوئے اور ہشاش بشاش ہوں گے ○ اور بہت سے چہرے اس دن غباراً لودھوں گے ○ جن پر سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی ○ یہی ہیں کافر بدکردار ○

(آیت ۳۷-۴۲) صحیح حدیث میں شفاعت کا بیان فرماتے ہوئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اولوالعزم پیغمبروں سے لوگ شفاعت کی طلب کریں گے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ نفسی نفسی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ روح اللہ علیہ صلوات اللہ بھی یہی فرمائیں گے کہ آج میں خدا کے سوائے اپنی جان کے اور کسی کے لئے کچھ نہ کہوں گا میں تو آج اپنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے لئے بھی کچھ نہ کہوں گا جن کے سطن سے میں پیدا ہوا ہوں ○ الغرض دوست دوست سے رشتہ دار رشتہ دار سے منہ چھپاتا پھرے گا۔ ہر ایک آپادھانی میں لگا ہو گا کسی کو دوسرے کا ہوش نہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم ننگے پیروں، ننگے بدن اور بے ختنہ خدا کے ہاں جمع کئے جاؤ گے ○ آپ کی بیوی

صاحب نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ پھر تو ایک دوسروں کی شرمگاہوں پر نظریں پڑیں گی؟ فرمایا اس روز گھر اہٹ وہاں کا حیرت انگیز ہنگامہ ہر شخص کو مشغول کئے ہوئے ہوگا بھلا کسی کو دوسرے کی طرف دیکھنے کا موقعہ اس دن کہاں؟ (ابن ابی حاتم) بعض روایات میں کہ آپ نے پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی لَکَلِّ اُمْرِیْ الخ دوسری روایت میں ہے کہ یہ بیوی صاحبہ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور سے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قنڈا ہوں میں ایک بات پوچھتی ہوں ذرا بتا دیجئے آپ نے فرمایا اگر میں جانتا ہوں تو ضرور بتا دوں گا پوچھا حضور کو گلوں کا حشر کس طرح ہوگا؟ آپ نے فرمایا ننگے پیروں اور ننگے بدن تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کیا عورتیں بھی اسی حالت میں ہوں گی؟ فرمایا ہاں یہ سن کر مائی صاحبہ انسوؤں کو سننے لگیں۔ آپ نے فرمایا عائشہ اس آیت کو سن لو پھر تمہیں اس کا کوئی رنج و غم نہ رہے گا کہ کپڑے پہننے ہیں یا نہیں؟ پوچھا حضور وہ آیت کون سی ہے فرمایا لَکَلِّ اُمْرِیْ الخ ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرت سوڈہ نے پوچھا یہ سن کر کہ لوگ اس طرح ننگے بدن ننگے پاؤں بے خند جمع کئے جائیں گے پسینے میں غرق ہوں گے کسی کے منہ تک پسینہ پہنچ جائے گا اور کسی کے کانوں تک تو آپ نے یہ آیت پڑھ سنائی پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہاں لوگوں کے دو گروہ ہوں گے بعض تو وہ ہوں گے جن کے چہرے خوشی سے چمک رہے ہوں گے دل خوشی سے مطمئن ہوں گے منہ خوبصورت اور نورانی ہوں گے یہ تو بختی جماعت ہے دوسرا گروہ جہنمیوں کا ہوگا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے گرد و آلود ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ ان کا پسینہ مثل لگام کے ہو رہا ہوگا پھر گرد و غبار پڑا ہوا ہوگا جن کے دلوں میں کفر تھا اور اعمال میں بدکاری تھی جیسے اور جگہ ہے وَلَا یَلْدُوْا اِلَّا فَاَجْرًا کَفَّارًا یعنی ان کفار کی اولاد بھی بدکار فرہی ہوگی۔ سورہ عبس کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ!

تفسیر سورۃ التکویر

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ اور اِذَا السَّمَاءُ اِنْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَاءُ اُنْشَقَّتْ پڑھ لے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُومُ اِنْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُوِّرَتْ ۝
وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝
وَاِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝ وَاِذَا الْمَوْءِدَةُ سُیِّلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝
وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَاءُ کُشِطَتْ ۝ وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝
وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ ۝

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

جب سورج لپٹ لیا جائے ○ اور جب ستارے بے نور ہو جائیں ○ اور جب پہاڑ چلائے جائیں ○ اور جب گاہن اوشیاں بکا دے کر دی جائیں ○ اور جب وحش جانور اٹھنے کے جائیں ○ اور جب دریا بھڑکائے جائیں ○ اور جب ہر قسم کے لوگ ملا دیے جائیں ○ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے ○ کہ کس

گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں ○ اور جب آسمان کی کھال اتار لی جائے ○ اور جب جہنم بھڑکائی جائے ○ اور جب جنت نزدیک کر دی جائے ○ اس دن ہر شخص جان لے گا جو کچھ لے کر آیا

یعنی سورج بے نور ہوگا: ☆ ☆ (آیت ۱-۱۳) اوندھا کر کے لپیٹ کر زمین پر پھینک دیا جائے گا! ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سورج کو چاند کو اور ستاروں کو لپیٹ کر بے نور کر کے سمندروں میں ڈال دیا جائے گا اور پھر بچھو اہوا کیں چلیں گی اور آنگ لگ جائے گی ایک مرفوعہ حدیث میں ہے کہ اس کو تہہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا (ابن ابی حاتم) اور ایک حدیث میں سورج کے ساتھ چاند کا ذکر بھی ہے لیکن وہ ضعیف ہے صحیح بخاری میں یہ حدیث الفاظ کے ہمہ پھیر سے مروی ہے۔ اس میں ہے کہ سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹ لئے جائیں گے امام بخاری اسے کتاب براء الخلق میں لائے ہیں لیکن یہاں لا نا زیادہ مناسب تھا یا مطابق عادت وہاں اور یہاں دونوں جگہ لائے جیسے کہ امام صاحب کی عادت ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن یہ ہوگا تو حضرت حسن کہنے لگے ان کا کیا گناہ ہے؟ فرمایا میں نے حدیث کہی اور تم اس پر باتیں بناتے ہو سورج کی قیامت والے دن یہ حالت ہوگی ستارے سارے خفیہ ہو کر جھڑ جائیں گے جیسے اور جگہ ہے وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انشَرَّتْ یہ بھی گد لے اور بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قیامت سے پہلے چوتھا نمایاں ہوں گی لوگ اپنے بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک سورج کی روشنی جاتی ہے گی اور پھر ناگہان ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں گے پھر اچانک پہاڑ زمین پر گر پڑیں گے اور زمین زور زور سے جھٹکنے لپنے لگے گی اور بے طرح پٹنے لگے گی! پس پھر کیا انسان کیا "جنات" کیا جانور اور کیا جنگلی جانور سب آپس میں غلط ملط ہو جائیں گے جانور بھی جو انسانوں سے بھاگے پھرتے ہیں انسانوں کے پاس آ جائیں گے لوگوں کو اس قدر بدحواسی اور گھبراہٹ ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال اونٹنیاں جو بیٹے والیاں ہوں گی ان کی بھی خیر خبر نہ لیں گے جنات کہیں گے کہ ہم جاتے ہیں کہ تحقیق کریں کیا ہوا ہے! لیکن وہ آئیں گے تو دیکھیں گے کہ سمندروں میں بھی آگ لگ رہی ہے اسی حال میں ایک دم زمین پھٹنے لگے گی اور آسمان بھی ٹوٹنے لگیں گے ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمانوں کا یہی حال ہوگا اور اسے ایک تہہ ہوا چلے گی جس سے تمام جائیداد مر جائیں گے (ابن ابی حاتم وغیرہ)

ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سارے ستارے اور جن جن کی خدا کے سوا عبادت کی گئی ہے سب جہنم میں گرادیئے جائیں گے صرف حضرت عیسیٰ اور حضرت مریمؑ بچ رہیں گے اگر یہ بھی اپنی عبادت سے خوش ہوتے تو یہ بھی جہنم میں داخل کر دیئے جاتے (ابن ابی حاتم) اور پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے اور بے نام و نشان ہو جائیں گے زمین چھٹیل اور ہموار میدان رہ جائیں گے اونٹنیاں بیکار چھوڑ دی جائیں گی نہ ان کی کوئی نگرانی کرے گا نہ چرائے چکائے گا نہ دودھ نکالے گا نہ سواری لے گا۔ عشاء جمع ہے عشاء کی جو گیا بھن اونٹنی دسویں مہینہ میں لگ جائے اسے عشاء کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ گھبراہٹ اور بدحواسی بے چینی اور پریشانی اس قدر ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال کی بھی پرواہ نہ رہے گی قیامت کی ان بلاؤں نے دل اڑا دیا ہوگا! کیجیے اونچے کر دیئے ہوں گے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ قیامت کے دن ہوگا اور لوگوں کو اس سے کچھ سروکار نہ ہوگا ہاں ان کے دیکھتے یہ ہوگا اس قول کے قائل عشاء کے کئی معنی بیان کرتے ہیں ایک تو یہ کہ کہتے ہیں اس سے مراد بادل ہیں جو دنیا کی برادری کی وجہ سے آسمان زمین کے درمیان پھرتے پھریں گے بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ زمین ہے جس کا عشر دیا جاتا ہے بعض کہتے ہیں اس سے مراد گھر ہیں جو پہلے آباد تھے اب

ویران ہیں امام قرطبی ان اقوال کو بیان کر کے ترجیح پہلے ہی کو دیتے ہیں کہ مراد اس سے اوشیاں ہیں اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اور میں تو یہی کہتا ہوں کہ سلف سے اور آخر سے اس کے سوا کچھ وارد ہی نہیں ہوا واللہ اعلم۔

اور وحشی جانور جمع کئے جائیں گے جیسے فرمان ہے وَمَا مِنْ ذَاتٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ مِنْهَا، یعنی زمین پر چلنے والے کل جانور اور ہوا میں اڑنے والے کل پرند بھی تمہاری طرح گروہ ہیں ہم نے اپنی کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر یہ سب اپنے رب کی طرف جمع کئے جائیں گے سب جانداروں کا حشر اسی کے پاس ہوگا یہاں تک کہ کھیاں بھی ان سب میں خدائے تعالیٰ انصاف کے ساتھ فیصلے کرے گا، ان جانوروں کا حشر ان کی موت ہی ہے البتہ جن و انس خدا کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے حساب کتاب ہوگا۔ ربیع بن خثیم نے کہا مراد وحشیوں کے حشر سے ان پر مراد خدا آتا ہے لیکن ابن عباسؓ نے یہ نہ کر فرمایا کہ اس سے مراد موت ہے یہ تمام جانور بھی ایک دوسرے کے ساتھ اور انسانوں کے ساتھ ہو جائیں گے خود قرآن میں اور جگہ ہے وَالطَّيْرِ مَحْشُورَةٌ پرند جمع کئے ہوئے پس ٹھیک مطلب اس آیت کا بھی یہی ہے کہ وحشی جانور جمع کئے جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی سے پوچھا جہنم کہاں ہے؟ اس نے کہا سمندر میں آپ نے فرمایا میرے خیال میں یہ سچا ہے قرآن کہتا ہے وَالْبَحْرِ الْمَحْشُورِ اور فرماتا ہے وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ۔ ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جھجھوا ہوائیں جیسے گا وہ اسے بھڑکا دیں گی اور شعلے مارتی ہوئی آگ بن جائے گا آیت وَالْبَحْرِ الْمَحْشُورِ کی تفسیر میں اس کا مفصل بیان گذر چکا۔

حضرت معاویہ بن سعید فرماتے ہیں بحر روم برکت ہے یہ بیچ زمین کے ہے سب نہریں اس میں آتی ہیں اور بحر کبیر بھی اس میں پڑتا ہے اس کے نیچے کنوئیں ہیں جس کے مندا تبا سے بند کئے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ سگ انھیں گے یہ اثر عجیب ہے اور ساتھ ہی غریب بھی ہے ہاں ابوداؤد میں ایک حدیث ہے کہ سمندر کا سفر صرف حاجی کریں اور عمرہ کرنے والے یا جہاد کرنے والے غازی اس لئے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے پانی ہے۔ اس کا بیان بھی سورہ فاطر کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ ہجرت کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ سوکھا دیا جائے گا۔ ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے گا یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ بہادیا جائے گا اور ادھر ادھر بہ نکلے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر قسم کے لوگ یکجا جمع کر دیئے جائیں گے جیسے اور جگہ ہے أَخْشَرُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ خَالِمُونَ کو اور ان کے جوڑوں یعنی ان جیسوں کو جمع کرو۔ حدیث میں ہے ہر شخص کا اس کی قوم کے ساتھ حشر کیا جائے گا جو اس جیسے اعمال کرتی ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً تم تین طرح کے گروہ ہو جاؤ گے، کچھ وہ جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال ہوں گے، کچھ بائیں ہاتھ والے، کچھ سبقت کرنے والے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ہر جماعت اپنے جیسوں سے مل جائے گی دوسری روایت میں ہے کہ وہ شخص جن کے عمل ایک جیسے ہوں وہ یا تو جنت میں ساتھ رہیں گے یا جہنم میں ساتھ چلیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا نیک نیکوں کے ساتھ مل جائیں گے اور بد بدوں کے ساتھ آگ میں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو سب خاموش رہے آپ نے فرمایا لو میں بتاؤں آدمی کا جوڑا جنت میں اسی جیسا ہوگا اسی طرح جہنم میں بھی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب اس سے یہی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہو جائیں گے یعنی اصحاب البئین، اصحاب الشمال اور سابقین۔ مجاہد فرماتے ہیں ہر قسم کے لوگ ایک ساتھ ہوں گے یہی قول امام ابن جریر بھی پسند کرتے ہیں اور یہی ٹھیک بھی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ عرش کے پاس سے پانی کا ایک دریا جاری ہوگا جو چالیس سال تک بہتا رہے گا اور بڑی نمایاں چوڑائی میں ہوگا اس سے تمام سرے سرے گلے اگلے لگیں گے اس طرح کے ہو جائیں گے کہ جو انہیں پہچانتا ہوا وہ اگر انہیں اب دیکھ لے تو بہ یک نگاہ پہچان لے پھر وہیں چھوڑ جائیں گی اور ہر روح اپنے جسم میں آجائے گی یہی معنی ہیں وَإِذَا النُّفُوسُ رُجِعَتْ یعنی روحیں جسموں میں ملا دی جائیں گی اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ مومنوں کا جوڑا اور حوروں سے لگایا جائے گا اور کافروں کا شیطانوں سے تذکرہ قرطبی پھر ارشاد ہوتا ہے وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِمَنْ هِيَ قِرَاءَتُهَا یہی ہے۔ اہل جاہلیت لڑکیوں کو ناپسند کرتے تھے اور انہیں زندہ درگور کر دیا کرتے تھے ان سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ یہ کیوں قتل کی گئیں؟ تا کہ ان کے قاتلوں کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ اور شرمندگی ہو اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ جب مظلوم سے سوال ہوا تو ظالم کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ خود پوچھیں گی کہ انہیں کس بنا پر زندہ درگور کیا گیا؟ اس کے متعلق احادیث سنئے۔ مسند احمد میں ہے حضور فرماتے ہیں میں نے قصداً کیا کہ لوگوں کو حالت محل کی جماعت سے روک دوں لیکن میں نے دیکھا کہ روی اور فارسی یہ کام کرتے ہیں اور ان کی اولادوں کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا لوگوں نے آپ سے عزل کے بارے میں سوال کیا یعنی بروقت نطفہ کو باہر ڈال دینے کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ یہ پوشیدگی سے زندہ گاڑ دینا ہے اور اسی کا بیان ہے وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ میں ہے۔ سلمہ بن یزید اور ان کے بھائی سرکار نبوت میں حاضر ہو کر سوال کرتے ہیں کہ ہماری ماں امیر زادی تھیں وہ صدر رحمی کرتی تھیں مہمان نوازی کرتی تھیں اور بھی نیک کام بہت کچھ کرتی تھیں لیکن جاہلیت میں ہی مر گئی ہیں تو کیا اسے اس کے یہ نیک کام کچھ نفع دیں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں انہوں نے کہا کہ اس نے ہماری ایک بہن کو زندہ دفن کر دیا ہے کیا وہ بھی اسے کچھ نفع دے گی آپ نے فرمایا زندہ گاڑی ہوئی اور زندہ گاڑنے والی جہنم میں ہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو قبول کر لے (مسند احمد)

ابن ابی حاتم میں ہے زندہ دفن کرنے والی اور جسے دفن کیا ہے دونوں جہنم میں ہیں ایک صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوال پر کہ جنت میں کون جائے گا آپ نے فرمایا نبی اور شہید اور بچے اور زندہ درگور کی ہوئی یہ حدیث مرسل ہے حضرت حسن سے جسے بعض محدثین نے قبولیت کا مرتبہ دیا ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے چھوٹی عمر میں مرے ہوئے بچے جنتی ہیں جو انہیں جہنمی کہے وہ جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ (ابن ابی حاتم) قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی بیچوں کو زندہ بدایا ہے میں کیا کروں آپ نے فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک غلام آزاد کرو۔ انہوں نے کہا حضور غلام والا تو میں ہوں نہیں البتہ میرے پاس اونٹ ہیں فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک اونٹ خدا کے نام پر قربان کرو (عبدالرزاق)۔

دوسری روایت میں ہے کہ میں نے اپنی آٹھ لڑکیاں اس طرح زندہ بدادی ہیں آپ کے فرمان میں ہے اگر چاہو تو میں کر اور روایت میں ہے کہ میں نے بارہ تیرہ لڑکیاں زندہ دفن کر دی ہیں آپ نے فرمایا ان کی گتھی کے مطابق غلام آزاد کرو انہوں نے کہا بہت بہتر میں یہی کروں گا دوسرے سال وہ ایک سواندے لے کر آئے اور کہنے لگے حضور یہ میری قوم کا صدقہ ہے جو اس کے بدلے ہے جو میں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہم ان اونٹوں کو لے جاتے تھے اور ان کا قیہہ رکھ چھوڑا تھا پھر ارشاد ہے کہ نامہ اعمال بانٹے جائیں گے کسی کے دہانے ہاتھ میں اور کسی تلے بائیں ہاتھ میں ابن آدم تو لکھوار ہا ہے جو پلیٹ کھپلا کر تجھے دیا جائے گا دیکھ لے کہ کیا لکھوار ہا ہے آسان گھسیٹ لیا جائے گا اور کھینچ لیا جائے گا اور سمیٹ لیا جائے گا اور برباد ہو جائے گا جہنم بھڑکا لی جائے گی اللہ کے غضب اور بنی آدم کے گناہوں سے کسی کی آگ تیز ہو جائے گی جنت جنتوں کے پاس آجائے گی۔ جب یہ تمام کام ہو چکیں گے اس وقت

اور قسم ہے صبح کی جبکہ وہ طلوع ہوا اور روشنی کے ساتھ آئے پھر ان قسموں کے بعد فرماتا ہے کہ یہ قرآن ایک بزرگ شریف پاکیزہ رُوح خوش منظر فرشتے کا کلام ہے یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا وہ قوت والے ہیں جیسے کہ اور جگہ ہے عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ذُو مِرَّةٍ یعنی سخت مضبوط اور سخت پکڑا اور فعل فرشتہ وہ اللہ عزوجل کے پاس وعرش والا ہے، بلند پایہ اور ذی مرتبہ ہے وہ نور کے ستر پردوں میں جا سکتے ہیں اور انہیں عام اجازت ہے ان کی بات وہاں سنی جاتی ہے برتر فرشتے ان کے فرمانبردار ہیں آسمانوں میں ان کی سرداری ہے کہ اور فرشتے ان کے تابع فرمان ہیں وہ اس پیغامِ رسائی پر مقرر ہیں کہ خدا کا کلام اس کے رسول تک پہنچائیں یہ فرشتے خدا کے امین ہیں۔

مُطَاعٍ ثُمَّ آمِنٌ ۖ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۖ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۖ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۖ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۖ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۖ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۖ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۖ

جس کی آسمانوں میں اطاعت کی جاتی ہے ○ تمہارا راز مبینہ دوا ہے ○ اس نے فرشتے کو آسمان کے کھلے کناروں پر دیکھا بھی ہے ○ اور یہ خوشیدہ باپوں کے بتلانے پر بخیل نہیں بخس ○ اور یہ قرآن شیطاں مردود کا کلام نہیں ○ پھر تم کہاں جا رہے ہو ○ یہ تو تمام دنیا جہان والوں کے لئے نصیحت نامہ ہے ○ بالخصوص اس کے لئے جو تم سے سیدھی راہ چلنا چاہتے ○ اور تم بغیر اللہ پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ○

[illegible]

شیطان اسے لے سکے نہ اس کے مطلب کی یہ چیز نہ اس کے قابل، جیسے اور جگہ ہے وَمَا تَنْزَلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعَزُوْلُونَ نہ اسے لے کر شیطان اترے نہ انہیں یہ لائق ہے نہ اس کی انہیں طاقت ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی محروم اور دور ہیں پھر فرمایا تم کہاں جا رہے ہو؟ یعنی قرآن کی حقانیت اس کی صداقت ظاہر ہو چکنے کے بعد بھی تم کیوں اسے جھٹلا رہے ہو؟ تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب بنو حنیفہ قبیلے کے لوگ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا سیدہ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا ہے جسے تم آج تک مانتے رہے اس نے جو کلام گھڑ رکھا ہے ذرا اسے تو سناؤ؟ جب انہوں نے سنایا تو دیکھا کہ نہایت رکیک الفاظ ہیں بلکہ بکواس محض ہے تو آپ نے فرمایا تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں؟ ذرا تو سوچو کہ ایک فضول بکواس کو تم کلام خدا جانتے رہے؟ نامکن ہے کہ ایسا بے معنی اور بے نور کلام خدا کی کلام ہو۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ تم کتاب اللہ سے اور اطاعت خدا سے کہاں بھاگ رہے ہو؟ پھر فرمایا یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے پند و نصیحت ہے۔

ہر ایک ہدایت کے طالب کو چاہئے کہ اس قرآن پر عامل بن جائے، یہی نجات کا اور ہدایت کا کفیل ہے اس کے سوا دوسرے کلام میں ہدایت نہیں تمہاری چاہیں کام نہیں آتیں کہ جو چاہے ہدایت پالے اور جو چاہے گمراہ ہو جائے بلکہ یہ سب کچھ مخائب اللہ ہے وہ رب العالمین جو چاہے کرتا ہے اسی کی چاہت چلتی ہے۔ اس سے اگلی آیت کو سن کر ابو جہل نے کہا تھا کہ پھر تو ہدایت و ضلالت ہمارے بس کی بات ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ سورۃ تکویر کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ انفطار

سنائی میں ہے کہ حضرت معاذؓ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور اس میں لمبی قرات پڑھی تو نبی ﷺ نے فرمایا معاذ کیا یہ سورتیں نہ تھیں؟ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور وَالصُّبْحِ اور إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اس حدیث کی اصل بخاری مسلم میں بھی ہے ہاں إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ کا ذکر صرف سنائی کی روایت میں ہے اور وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں بیان ہے کہ جو شخص قیامت کے دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ پڑھ لے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝
وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمْتَ لَئِنْ قُلْتَ مَا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝
يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّبَكَ
فَعَدَلَكَ ۝ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ
تَكْذِبُونَ بِالَّذِينَ ۝ وَإِنْ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا
كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝

اللہ تعالیٰ بخش کرنے والے اے ایمان کے نام میں سے شروع کرتا ہوں

جب آسان پھٹ جائے ○ اور جب ستارے چمک جائیں ○ اور جب دریا پاپٹلیں ○ اور جب قبریں شش کردی جائیں ○ اس وقت ہر شخص اپنے آگے پیچھے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے کو معلوم کر لے گا ○ اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بھکا یا ○ جس رب نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر درست اور برابر بنایا ○ جس صورت میں چاہا تیری ترکیب کی ○ نہیں نہیں بلکہ تم تو جڑ سزا کے دن کو جھٹلاتے ہو ○ یقیناً تم پر نگہبان ○ بزرگ کیلئے والے مقرر ہیں ○ جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں ○

اور قبریں پھٹ پڑیں گی: ☆ ☆ (آیت ۱۰-۱۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، جیسے فرمایا ہے
السماء مُنْفَطِرٌ بِهِ اور ستارے سب کے سب گر پڑیں گے اور کھاری اور پیٹھے سمندر آپس میں غلط ملط ہو جائیں گے اور پانی سوکھ جائے گا
قبریں پھٹ جائیں گی ان کے شق ہونے کے بعد مردے جی اٹھیں گے، پھر ہر شخص اپنے اگلے پچھلے اعمال کو بخوبی جان لے گا پھر اللہ تعالیٰ
اپنے بندوں کو دھکاک دے گا کہ تم کیوں مغرور ہو گئے ہو؟ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کا جواب طلب کرتا ہو یا سکھاتا ہو بعض نے یہ بھی کہا ہے بلکہ
انہوں نے جواب دیا ہے کہ کرم خدا نے غافل کر رکھا ہے یہ معنی بیان کرنے غلط ہیں صحیح مطلب یہی ہے کہ اے ابن آدم تیرے باعظمت خدا
سے تو نے کیوں بے پرواہی برت رکھی ہے کس چیز نے تجھے اس کی نافرمانی پر اکسار رکھا ہے؟ اور کیوں تو اس کے مقابلہ پر آمادہ ہو گیا ہے؟
حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تجھے میری جانب سے کس چیز نے مغرور کر رکھا تھا؟ ابن آدم بتا
تو نے میرے نبیوں کو کیا جواب دیا؟ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ انسانی جہالت نے اسے
غافل بنا رکھا ہے ابن عمرؓ عباسؓ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے، قتادہؒ فرماتے ہیں اسے بہکانے والا شیطان ہے۔ حضرت فضیل ابن عیاض
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مجھ سے یہ سوال ہو تو میں جواب دوں کہ تیرے لئے کئے ہوئے پردوں نے، حضرت ابوبکرؓ اور اسی فرماتے ہیں میں تو
کہوں گا کہ کریم کے کرم نے بے فکر کر دیا، بعض خن شناس فرماتے ہیں کہ یہاں پر کریم کا لفظ لا مانگوا جواب کی طرف اشارہ سکھانا ہے لیکن یہ
قول کچھ فائدہ مند نہیں بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ کرم والے خدا کے کرم کے مقابلہ میں بدافعال اور بارے اعمال نہ کرنے چاہئیں۔ کلیٰ اور
مقابل فرماتے ہیں کہ اسود بن شریق کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے اس غیبت نے حضور ﷺ کو ناروا تھا اور اسی وقت چونکہ اس پر کچھ مذاہب
نہ آیا تو وہ پھول گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر فرماتا ہے وہ خدا جس نے تجھے پیدا کیا تجھے بھر درست بنایا تجھے بھر درمیانِ قد و قامت تجھے
بخشا خوش شکل اور خوبصورت بنایا۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی اہلی میں ہوکا پھر اس پر اپنی اہلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے؟ حالانکہ میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر صحیح قامت بنایا پھر تجھے پہنا اوڑھا کر چلنا پھر تار سکھایا آخرش تیرا ٹھکانا زمین کے اندر ہے تو نے خوب جمع جتنا کی اور میری راہ میں دینے سے رکتا رہا یہاں تک کہ جب دم حلق میں آ گیا تو کہنے لگا میں صدقہ کرتا ہوں بھلا اب صدقہ کا وقت کہاں؟ جس صورت میں چاہا ترکیب دی یعنی باپ کی ماں کی ماموں کی چچا کی صورت میں پیدا کیا۔ ایک شخص سے حضور ﷺ نے فرمایا تیرے ہاں کیا بچہ ہوگا؟ اس نے کہا بالڑکا بالڑکی؟ فرمایا کس کے مشابہ ہوگا کہا میرے یا اس کی ماں کے؟ فرمایا خاموش ایسا نہ کہہ نفد جب رحم میں ٹھہرتا ہے تو حضرت آدم تک کا نسب اس کے سامنے ہوتا ہے پھر آپ نے آیت **فِي آتِي صُورَةٍ مَّشَابَهَةٍ وَشَجَلِكْ** پڑھی اور فرمایا جس صورت میں اس نے چاہا تجھے بنایا۔ یہ حدیث اگر صحیح ہوتی تو تو آیت کے معنی ظاہر کرنے کے لئے کافی تھی لیکن اس کی اسناد ثابت نہیں ہے مظہر بن عشم جو اس کے راوی ہیں یہ متروک الحدیث ہیں ان پر راوی جرح بھی ہے۔

صحیحین کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت کے پاس آ کر کہا میری بیوی کو جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ سیاہ قام ہے آپ نے فرمایا تیرے پاس اونٹ بھی ہیں؟ کہا ہاں! فرمایا کس رنگ کے ہیں؟ کہا سرخ رنگ کے فرمایا کیا ان میں کوئی چت کبرا بھی ہے؟ کہا ہاں فرمایا اس رنگ کا بچہ سرخ زرد مادہ کے درمیان کیسے پیدا ہو گیا؟ کہنے لگا شاید اوپر کی نسل کی طرف کوئی رنگ سمجھنے لے گئی ہو آپ نے فرمایا اسی طرح تیرے بچے کے سیاہ رنگ ہونے کی وجہ بھی شاید یہی ہو۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں اگر چاہے ہند کی صورت بنادے اگر چاہے سو رکی۔ ابوصالح فرماتے ہیں اگر چاہے کتے کی صورت میں بنادے اگر چاہے گدھے کی اگر چاہے سو رکی۔

قائدہ فرماتے ہیں یہ سب سچ ہے اور خدا سب چیز پر قادر ہے لیکن وہ مالک ہمیں بہترین عمدہ اور خوش شکل اور دل بھانے والی پاکیزہ پاکیزہ شکلیں صورتیں فرماتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس کریم خدا کی نافرمانیوں پر تمہیں آئادہ کرنے والی چیز صرف یہی ہے کہ تمہارے دلوں میں قیامت کی تکذیب ہے تم اس کا آنا ہی برحق نہیں جانتے اس لئے اس سے بے پروا ہی برت رہے ہو تم یقین مالوک تم پر بزرگ محافظ اور کاتب فرشتے مقرر ہیں تمہیں چاہے کہ ان کا لحاظ رکھو وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں تمہیں برائی کرتے ہوئے شرم آتی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں خدا کے یہ بزرگ فرشتے تم سے جنابت اور پاخانہ کی حالت کے سوا کسی وقت الگ نہیں ہوتے تم ان کا احترام کرو غسل کے وقت بھی پردہ کر لیا کر دو یوار سے یا اونٹ سے ہی سہی یہ بھی نہ ہوتا اپنے کسی ساتھی کو کھڑا کر لیا کر تو کا وہی پردہ ہو جائے (ابن ابی حاتم) بزرگی اس حدیث کے الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نگاہوں سے منع کرتا ہے اللہ کے ان فرشتوں سے شرماء اس میں یہ بھی ہے کہ غسل کے وقت بھی یہ فرشتے دُور ہو جاتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہ کرنا کا تین بندے کا روزانہ اعمال خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اگر شروع اور آخر میں استغفار ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے درمیان کی سب خطائیں میں نے اپنے غلام کی بخش دیں (بزار)۔ بزرگی ایک اور ضعیف حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے انسانوں کو اور ان کے اعمال کو جانتے پہچانتے ہیں جب کسی بندے کو نیکی میں مشغول پاتے ہیں تو آپس میں کہتے ہیں کہ آج کی رات فلاں شخص نجات پا گیا فلاں حاصل کر گیا اور اس کے خلاف دیکھتے ہیں تو آپس میں ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں آج کی رات فلاں ہلاک ہوا۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝
يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝ وَمَا
أَذْرَكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَذْرَكَ مَا يَوْمَ
الدِّينِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۝ وَالْأَمْرُ
يَوْمَ لِلَّهِ ۝

یقیناً نیک لوگ نعمتوں میں ہیں ○ اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہیں ○ بدلے والے دن اسی میں جائیں گے ○ یہ لوگ اس سے چھپ نہ سکیں گے ○ تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ بدلے کا دن کیا ہے؟ ○ میں پھر کہتا ہوں کہ تجھے کچھ معلوم کہ جزا اور سزا کا دن کیا ہے ○ اس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی چیز کا مختار نہ ہوگا اور تمام ہر اک کام فرمان اس روز اللہ تعالیٰ کے ہی ہوں گے ○

ایماں کا کردار: ☆ ☆ (آیت ۱۳-۱۹) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار فرمانبردار ہیں گناہوں سے دُور رہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ

جنت کی خوش خبری دیتا ہے۔ حدیث میں ہے انہیں ابراہر اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے ماں باپ کے فرمانبردار تھے اور اپنی اولادوں کے ساتھ نیک سلوک تھے بدکار لوگ بیچنگی والے غدا میں پڑیں گے، قیامت والے دن جو حساب کا اور بدلے کا دن ہے ان کا داخلہ اس میں ہو گا، ایک ساعت بھی ان پر عذاب ہلکا نہ ہوگا نہ موت آنے کی نہ راحت ملے گی نہ ایک ذرا سی دیر اس سے الگ ہوں گے۔ پھر قیامت کی بڑائی اور اس دن کی ہولناکی ظاہر کرنے کے لئے دو دوبار فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے معلوم کرایا کہ وہ دن کیسا ہے؟ پھر خود ہی بتلایا کہ اس دن کوئی کس کو کچھ بھی نفع نہ پہنچائے گا نہ عذابوں سے نجات دلاوے گا ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی کی سفارش کی اجازت خود خدائے تبارک و تعالیٰ عطا فرمائے۔ اس موقع پر یہ حدیث وارد کرنی بالکل مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو ہاشم اپنی جانوں کو جہنم سے بچانے کے لئے نیک اعمال کی تیاریاں کر لو میں تمہیں اس دن خدا کے عذابوں سے بچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ حدیث سورہ شجرہ کی تفسیر کے آخر میں گذر چکی ہے یہاں بھی فرمایا کہ اس دن امر محض اللہ کا ہی ہوگا۔ جیسے اور جگہ ہے لَمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اور جگہ ارشاد ہے اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ اور فرمایا مَالِكِ يَوْمَ الدِّينِ مطلب سب کا یہی ہے کہ ملک و ملکیت اس دن صرف خدائے واحد قہار و رحمن کی ہی ہوگی، گو آج بھی اسی کی ملکیت ہے وہ ہی تمام مالک ہے اسی کا حکم چلتا ہے، مگر وہاں تو کوئی ظاہر داری حکومت اور ملکیت اور امر وہ بھی نہ ہوگا۔ سورہ انفطار کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ المطففین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا كَتَالُوْا عَلٰی النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝
وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وُزُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ
اَنَّهُمْ مُّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَوْمٍ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی ○ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو توپورا پورا کر لیں ○ اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں ○ کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین نہیں ○ اس بڑے بھاری دن ○ جس دن سب لوگ اللہ تعالیٰ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے ○

ناپ تول میں کمی کے نتائج: ☆ ☆ (آیت ۱-۶) نسائی اور ابن ماجہ میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اس وقت اہل مدینہ ناپ تول کے اعتبار سے بہت برے تھے جب یہ آیت اتری پھر انہوں نے ناپ تول بہت درست کر لی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ہلال بن طلق نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ کئے مدینے والے بہت ہی عمدہ ناپ تول رکھتے ہیں آپ نے فرمایا وہ کیوں نہ رکھتے؟ جب کہ خدا تعالیٰ کا فرمان وَ يٰۤاَيُّهَا الْمُطَفِّفِيْنَ اِخْلُ 'ہے پس تطفیف سے مراد ناپ تول کی کمی ہے خواہ اس صورت میں کہ اوروں سے لینے وقت زیادہ لے لیا اور دیتے وقت کم دیا اسی لئے انہیں دھماکا

کہ یہ نقصان اٹھانے والے اور ہلاک ہونے والے ہیں کہ جب اپنا حق لیں تو توپورائیں بلکہ زیادہ لے لیں اور دوسروں کو دیے بیٹھیں تو کم دیں ٹھیک یہ ہے کہ کُتِلُوا اور وَزَنُوا کو متحدی مانیں اور ہم کو کھلا منصوب کہیں گو بعض نے اسے ضمیر موصوفہ مانا ہے جو کُتِلُوا اور وَزَنُوا کی پوشیدہ ضمیر کی تاکید کے لئے ہے اور مفعول محذوف مانا ہے جس پر دلالت کلام موجود ہے دونوں طرح مطلب قریب قریب ایک ہی ہے۔ قرآن کریم نے ناپ تول دست کرنے کا حکم اس آیت میں بھی دیا ہے اَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزَنُوا بِالْقِسْطِ اِلْمُسْتَقِيمِ یعنی جب ناپ تو ناپ پورا کرو اور وزن سیدھے ترازو سے تول کر دیا کرو اور جگہ حکم ہے اَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ الخ ناپ تول انصاف کے ساتھ برابر کر دیا کرو ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جگہ فرمایا وَاقِفُوا الْوِزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ یعنی تول کو قائم رکھو اور میزان کو گھٹاؤ نہیں حضرت شعب علیہ السلام کی قوم کو اسی بدعت کی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے غارت و برباد کر دیا یہاں بھی اللہ تعالیٰ ڈر رہا ہے کہ لوگوں کے حق مارنے والے کیا قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے جس دن یہ اس ذات پاک کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے جس پر نہ تو کوئی پوشیدہ بات پوشیدہ ہے نہ ظاہر وہ دن بھی نہایت ہولناک خطرناک ہوگا بڑی گھبراہٹ اور پریشانی والا دن ہوگا اس دن یہ نقصان رساں لوگ جہنم کی جہنمی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے جس دن لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے اس حالت میں کہ ننگے پیر ہوں گے اور ننگے بدن ہوں گے اور بے ختنہ ہوں گے وہ جگہ بھی نہایت تنگ و تاریک ہوگی اور میدان آفات بلیات سے پر ہوگا اور وہ وہ مصائب نازل ہو رہے ہوں گے کہ دل پریشان ہوں گے حواس بگڑے ہوئے ہوں گے ہوش جا تا رہا ہوگا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آدمی آدمی کا نون تک پسینہ پھینک گیا ہوگا (موطائک)

مسند احمد کی حدیث میں ہے اس دن رحمان عزوجل کی عظمت کے سامنے سب کھڑے کپکپا رہے ہوں گے اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ ایک یا دو تیز سے کے برابر اونچا ہوگا اور سخت تیز ہوگا ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنے پسینے میں غرق ہوگا بعض کی ایزبوں تک پسینہ ہوگا بعض کے گھٹنوں تک بعض کی کمر تک بعض کو تن کا پسینہ لگام بنا ہوا ہوگا اور حدیث میں ہے دھوپ اس قدر تیز ہوگی کہ کھوپڑی بننا اٹھے گی اور اس طرح اس میں جوش اٹھنے لگے گا جس طرح ہنڈیا میں کھد بدیاں آتی ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے منہ پر اپنی انگلیاں رکھ کر بتایا کہ اس طرح پسینہ کی لگام چڑھی ہوئی ہوگی پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ بعض بالکل ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اور حدیث میں ہے ستر سال تک بغیر بولے چالے کھڑے رہیں گے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چالیس ہزار سال تک کھڑے رہیں گے اور دس ہزار سال میں فیصلہ کیا جائے گا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً ہے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بشر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو کیا کرے گا جس دن لوگ خدائے رب العالمین کے سامنے تین سو سال تک کھڑے رہیں گے نہ تو کوئی خیر آسان سے آئے گی نہ کوئی حکم کیا جائے گا حضرت بشر کہنے لگے اللہ ہی بدوگار ہے آپ نے فرمایا سنو جب بسترے پر جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن تکلیفوں سے اور حساب کی برائی سے پناہ مانگ لیا کرو۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن کے کھڑے ہونے کی جگہ کی گئی ہے پناہ مانگا کرتے تھے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ چالیس سال تک لوگ اونچا سر کئے کھڑے رہیں گے کوئی بولے گا نہیں نیک بد کو پسینے کی لگامیں چڑھی ہوئی ہوں گی۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں سو سال

تک کھڑے رہیں گے (ابن جریر) ایوداؤ دوسا ابن بلذہ میں ہے کہ حضور جب رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز کو شروع کرتے تو دس مرتبہ اللہ اکبر کہتے، دس مرتبہ الحمد للہ کہتے، دس مرتبہ سبحان اللہ کہتے، دس مرتبہ استغفر اللہ کہتے، پھر کہتے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ خدا مجھے بخش مجھے ہدایت دے مجھے روزیاں دے اور عافیت عنایت فرما پھر اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کے مقام کی تنگی سے پناہ مانگتے۔

كَلَّا اِنَّ كِتَابَ الْفَجَارِ لَفِيْ سَجِيْنٍ ۝۱ وَمَا اَدْرَاكَ
مَا سَجِيْنٌ ۝۲ كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۳ وَنِیْلٌ یُّوْمِیْذٍ لِّلْمُكَذِبِيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ
یُكَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝۵ وَمَا یُكَذِّبُ بِهٖ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ
اِثْمٍ ۝۶ اِذَا ثُتِّلٰی عَلَیْهِ اِیْتُنَا قَالِ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝۷
كَلَّا بَلْ سَآءَ رَاۤیَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝۸ كَلَّا
اَلْهَمُّ عَنْ رَبِّهِمْ یَوْمِیْذٍ لِّمَحْجُوْبُوْنَ ۝۹ ثُمَّ اَلْهَمُّ لَصَالُوْا
الْحَبِیْمِ ۝۱۰ ثُمَّ یَقَالُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَكْذِبُوْنَ ۝۱۱

یقیناً بدکاروں کا نام اٹھان گل میں ہے ○ تجھے کس نے بتایا کہ کھن کیا ہے ○؟ یہ تو کتاب میں لکھا جا چکا ہے ○ اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے ○ جو جزا سزا کے دن کو جھٹلاتے رہے ○ اسے صرف وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے آگے نکل جانے والا اور گنہگار ہو ○ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو کہہ دے کہ یہ انگوں کے افسانے ہیں ○ یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے رنگ چڑھ گیا ہے ○ یہی نہیں یہ لوگ آج کے دن دیدار باری سے محروم ہیں ○ پھر یہ لوگ باطلین جہنم میں پہنچنے والے ہیں ○ پھر کہہ دیا جائے گا کہ یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے ○

انتہائی المناک اور دکھ درد کی جگہ: ☆ ☆ (آیت: ۷-۱۷) مطلب یہ ہے کہ برے لوگوں کا ٹھکانا سجین ہے یہ لفظ فعیل کے وزن پر سجین سے ماخوذ ہے، جن کہتے ہیں لکھا تھی کو ضیق شریب حیویر سیکیور وغیرہ کی طرح یہ لفظ بھی سجین ہے۔ پھر اس کی مزید برائیاں بیان کرنے کے لئے فرمایا کہ تمہیں اس کی حقیقت معلوم نہیں وہ المناک اور ہمیشہ کے درد دکھ کی جگہ ہے، مروی ہے کہ یہ جگہ ساتویں زمینوں کے نیچے ہے، حضرت براء بن عازب کی ایک مطول حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ کافر کی روح کے بارے میں جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کو کتاب کھین میں لکھ لو اور کھین ساتویں زمین کے نیچے ہے، کہا گیا ہے کہ یہ ساتویں زمین کے نیچے سبز رنگ کی ایک چٹان ہے اور کہا گیا ہے کہ جہنم میں ایک گڑھا ہے۔

ابن جریر کی ایک غریب منکر اور غیر صحیح حدیث میں ہے کہ فلق جہنم کا ایک منہ بند کردہ کٹواں ہے اور کھین کھلے منہ والا گڑھا ہے صحیح بات یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں تنگ جگہ جیل خانہ کے نیچے کی مخلوق میں تنگی ہے اور اوپر کی مخلوق میں کشادگی، آسمانوں میں ہر اوپر والا آسمان نیچے والے آسمان سے کشادہ ہے اور زمینوں میں ہر نیچے کی زمین اوپر کی زمین سے تنگ ہے یہاں تک کہ بالکل نیچے کی جگہ بہت تنگ ہے اور سب سے زیادہ تنگ جگہ ساتویں زمین کا وسطی مرکز ہے چونکہ کافروں کے لوٹنے کی جگہ جہنم ہے اور وہ سب سے نیچے ہے اور جگہ ہے ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلٰیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی ہم نے اسے پھر نیچوں کا نیچہ کر دیا یا ہاں جو ایمان والے اور نیک اعمال والے ہیں۔ غرض کھین ایک تنگ اور تہ کی جگہ ہے، جیسے قرآن کریم نے اور جگہ فرمایا ہے اِذَا اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا

صَیْقًا مَّقْرَّبَیْنِ دَعَوْا هٰذَا لَكَ ثُبُوْرًا جب وہ جہنم کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکڑے گی۔ كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ یہ جہنم کی تفسیر ہیں بلکہ یہ تفسیر ہے اس کی جو ان کے لئے لکھا جا چکا ہے کہ آتش جہنم میں پختہ نہیں گئے ان کا یہ نتیجہ لکھا جا چکا ہے اور اس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے نہ اس میں اب کچھ زیادتی ہو نہ کسی تو فرمایا ان کا انجام یحییٰ ہونا ہماری کتاب میں پہلے سے ہی لکھا جا چکا ہے ان جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی ہوگی انہیں جہنم کا قید خانہ اور سوائی والے المناک عذاب ہوں گے۔ وَیَلِّیْ کِی مَکْمَل تفسیر اس سے پہلے گزر چکی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ان کی ہلاکی بربادی اور خرابی ہے جیسے کہا جاتا ہے وَیَلِّیْ یُعْلَنُ۔ مسند اور سنن کی حدیث میں ہے ویل ہے اس شخص کے لئے جو کوئی جھوٹی بات کہہ کر لوگوں کو ہنساتا چاہے اور اسے ویل ہے اسے ویل ہے۔ پھر ان جھٹلانے والوں بدکاروں کی مزید شریح کی اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو روز جزا کو نہیں مانتے اسے خلاف عقل کہہ کر اس کے واقعہ ہونے کو محال جانتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ قیامت کا جھٹلانا انہی لوگوں کا کام ہے جو اپنے کاموں میں حد سے بڑھ جائیں اسی طرح اپنے اقوال میں بڑھ رہے ہوں بھوت بولیں وعدہ خلافی کریں گالیاں کہیں وغیرہ۔

یہ لوگ ہیں کہ ہماری آیتوں کو سن کر انہیں جھٹلاتے ہیں بدگمانی کرتے ہیں اور کہہ گزرتے ہیں کہ پہلی کتابوں سے کچھ جمع جتھا کر لی ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا وَإِذَا قِیْلَ لَهُمْ مَاذَا أَنْزَلْ رَّبُّكُمْ قَالُوا أَسَاطِیْرُ الْأَوَّلِیْنَ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کچھ نازل فرمایا تو کہتے ہیں اگلوں کے افسانے ہیں۔ اور جگہ ہے وَقَالُوا أَسَاطِیْرُ الْأَوَّلِیْنَ اِشْتَبٰہَا فَهٰی تُمَلٰی عَلَیْہِ بُکْرَةٌ وَعَشِیًّا یعنی یہ کہتے ہیں کہ اگلوں کے قصے ہیں جو اسے صبح شام لکھوائے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جواب میں فرماتا ہے کہ وہ اقدان کے قول اور ان کے خیال کے مطابق نہیں بلکہ دراصل یہ قرآن کلام الہی ہے اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے پر نازل کی ہے ہاں ان کے دلوں پر ان کے بد اعمال نے پردے ڈال دیئے ہیں گناہوں اور خطاؤں کی کثرت نے ان کے دلوں کو رنگ آلود کر دیا ہے کافروں کے دلوں پر دین ہوتا ہے اور نیک کار لوگوں کے دلوں پر ظہیم ہوتا ہے۔

ترجمہ نسائی ابن ماجہ وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے اگر تو بہ کر لیتا ہے تو اس کی صفائی ہو جاتی ہے اور اگر وہ گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہی پھیلی جاتی ہے اسی کا بیان کَلَّا بَلْ رَانَ مِنْ حِرَاسِیْهِ الْفَاطِیْءِ میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کافران ہے کہ گناہوں پر گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ ان عذابوں میں مبتلا ہو کر دیدار باری سے بھی محروم اور محبوب کر دیئے جائیں گے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں دلیل ہے کہ مومن قیامت کے دن دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے۔ امام صاحب کافیر مان بالکل درست ہے اور آیت کا صاف مفہوم یہی ہے اور دوسری جگہ کلمہ الفاظ میں بھی یہ بیان موجود ہے فرمان ہے وَحُوْرٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاطِرَةٌ یعنی اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے صحیح اور مستواتر حدیثوں سے بھی یہ ثابت ہے کہ ایمان دار قیامت والے دن اپنے رب عزوجل کو اپنی آنکھوں سے قیامت کے میدان میں اور جنت کے نفیس باغیچوں میں دیکھیں گے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ عجب ہٹ جائیں گے اور مومن اپنے رب کو دیکھیں گے اور پھر کافروں کو پردوں کے پیچھے کر دیا جائے گا البتہ مومن ہر صبح شام پروردگار عالم کا دیدار حاصل کریں گے یا اسی جیسا اور کلام ہے پھر فرماتا ہے کہ نہ صرف دیدار خدا سے ہی یہ محروم رہیں گے بلکہ یہ لوگ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور انہیں حقارت ذلت اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر غصہ کے ساتھ کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے۔

كَلَّا اِنَّ كِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِي عَلَيْنٍ ؕ وَمَا اَدْرَاكَ مَا
 عَلَيْنُوْنَ ؕ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ؕ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ؕ اِنَّ الْاَبْرَارَ
 لَفِي نَعِيمٍ ؕ عَلٰى الْاَرَآلِكِ يَنْظُرُوْنَ ؕ تَعْرِفُ فِي وُجُوْهِهِمْ
 نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ؕ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّنْحُوْمٍ ؕ خِتْمُهُ مِسْكٌ
 وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ وَمِزَاجُهُ مِنْ
 تَسْنِيْمٍ ؕ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ؕ

یقیناً نیک کاروں کا نامہ اعمال علیین میں ہے ○ تجھے بھی بتایا کہ علیین کیا ہے ○ کتاب میں لکھا جا چکا ہے ○ اس کے پاس مقرب فرشتے حاضر ہوتے ہیں ○ نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہیں ○ مسکریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں ○ تو ان کے چہروں سے ہی نعمت کی تروتازگی پہچان لے گا ○ یہ لوگ سر بھر خالص شراب پلائے جائیں گے ○ جس پر مشک کی مہر ہوگی رگبت کرنے والوں کو اسی کی رگبت کرنی چاہئے ○ اس کی آمیزش تسنیم کی ہوگی یعنی وہ چشمہ جس کا پانی مقرب لوگ پیتے ہیں ○

نعمتوں راحتوں اور عزت و جاہ کی جگہ ☆ ☆ (آیت: ۱۸-۲۸) بدکاروں کا حشر بیان کرنے کے بعد اب نیک لوگوں کا بیان ہو رہا ہے کہ ان کا ٹھکانا علیین ہے جو کہ جہنم کے بالکل برعکس ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کعب سے جہنم کا سوال کیا تو فرمایا کہ وہ ساتویں زمین ہے اور اس میں کافروں کی روحیں ہیں اور علیین کے سوال کے جواب میں فرمایا یہ ساتواں آسمان ہے اور اس میں مومنوں کی روحیں ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں مرد اس سے جنت ہے، عوفی آپ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ کے نزدیک آسان میں ہیں۔ قادمہ فرماتے ہیں یہ عرش کا داہنا پایہ ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ سدۃ العرش کے پاس ہے ظاہر یہ ہے کہ لفظ علو یعنی بلندی سے ماخوذ ہے جس قدر کوئی چیز اونچی اور بلند ہوگی اسی قدر بڑی اور کشادہ ہوگی اس لئے اس کی عظمت و بزرگی کے اظہار کے لئے فرمایا جہنم اس کی حقیقت معلوم ہی نہیں پھر اس کی تاکید کی کہ یہ یقینی چیز ہے کتاب میں لکھی جا چکی ہے کہ یہ لوگ علیین میں جائیں گے جس کے پاس ہر آسمان کے مقرب فرشتے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نیک کار بیٹھیں والی نعمتوں اور باغات میں ہوں گے یہ مسکریوں پر بیٹھے ہونے ہوں گے اپنے ملک و مال کو اور نعمتوں اور راحتوں کو عزت و جاہ کو مال و متاع کو کچھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے خیر و فضل کی نعمت و رحمت نہ کہی کم ہونہ کم ہو نہ گئے نہ مئے۔ اور یہ بھی معنی ہیں کہ اپنی آرام گاہوں میں تخت سلطنت پر بیٹھے دیدار باری سے مشرف ہوتے رہیں گے تو گویا کہ قاجروں کے بالکل برعکس ہوں گے ان پر دیدار باری حرام تھا ان کے لئے ہر وقت اجازت ہے جیسے کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے جو پہلے بیان ہو چکی کہ سب سے نیچے درجے کا جنتی اپنے ملک اور ملکیت کے دو ہزار سال کی راہ تک دیکھے گا اور سب سے آخر کی چیزیں اس طرح کی نظروں کے سامنے ہوں گی جس طرح سب سے اول چیز اور اعلیٰ درجہ کے جنتی تو دن بھر میں دو مرتبہ دیدار باری کی نعمت سے اپنے دل کو مسرور اور اپنی آنکھوں کو پر نور کریں گے ان کے چہرے پر نظردالے تو بیک نگاہ سودگی اور خوش حالی جاہ و شہرت شوکت و سطوت خوشی و سرور بہت دنوں دیکھ کر ان کا مرتبہ تازہ اور کچھ لے کر راحت و آرام میں خوش و خرم ہیں جنتی شراب کا دور چلتا رہتا ہے۔ رقیق جنت کی ایک قسم کی شراب ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے اسے اللہ تعالیٰ رقیق جنت میں پلائے گا، یعنی جنت کی مہر والی شراب اور جو کسی

جو کہ مسلمان کو کھانا کھلائے اسے اللہ تعالیٰ جنت کے میوے کھلائے گا اور جو کسی جنگی مسلمان کو کپڑا پہنائے اللہ تعالیٰ اسے جنتی سبز ریشم کے جوڑے پہنائے گا (مسند احمد)

ختم کے معنی طوطی اور آمیزش کے ہیں اسے خدا نے پاک صاف کر دیا ہے اور مشک کی مہر لگا دی ہے یہ بھی معنی ہیں کہ انجام اس کا مشک ہے یعنی کوئی بد بو نہیں بلکہ مشک کی سی خوشبو ہے چاندی کی طرح سفید رنگ شراب ہے جس کی مہر لگی یا طوطی ہوگی اس قدر خوشبو والی ہے کہ اگر کسی اہل دنیا کی انگلی اس پر لگ جائے پھر گواہی دے گا کہ اس وقت وہ نکال لے لیکن تمام دنیا اس کی خوشبو سے مہک جائے اور ختم کے معنی خوشبو کے بھی کئے گئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ حرص کرنے والے فخر و مباہات کرنے والے کثرت اور سبقت کرنے والوں کو چاہئے کہ اس کی طرف تمام تر توجہ کریں جیسے اور جگہ ہے لِيَجْزِلَ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ اِیسی چیزوں کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔ تسنیم جنت کی بہترین شراب کا نام ہے یہ ایک نہر ہے جس سے سابقین لوگ تو برابر پیا کرتے ہیں اور دابھے والے اپنی شراب رجن میں ملا کر پیتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرُمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يٰضَحْكُوْنَ ﴿۱۵﴾
وَ اِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامِرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اِذَا اُنْقَلَبُوْا اِلٰى اٰهْلِہِمُ
اُنْقَلَبُوْا فِکْہِیْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِذَا رَاوْہُمْ قَالُوْا اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَضٰلُوْنَ ﴿۱۸﴾
وَمَا اَرْسَلُوْا عَلَیْہِمْ حَفِیْطِیْنَ ﴿۱۹﴾ فَالْیَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ
الْکُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ ﴿۲۰﴾ عَلٰی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هَلْ ثُوْبَ الْکُفَّارِ
مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

۱۵

گنہگار لوگ ایمان داروں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے ○ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے اشاروں کنایوں سے ان کی حقارت کرتے تھے ○ اور جب اپنے والوں کی طرف لوٹنے تو دل لگیاں کرتے تھے ○ اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ بے راہ ہیں ○ یہ ان پر پاسبان بنا کر تو نہیں بھیجے گئے ○ پس آج ایمان داران کا فردوس پر نہیں گئے ○ تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے ○ کذاب ان مکرروں نے جیسا یہ کرتے تھے بھر پایا ○

گناہ گار روز قیامت رسوا ہوں گے: ☆ ☆ (آیت: ۲۹-۳۶) یعنی دنیا میں تو ان کافروں کی خوب بن آئی تھی ایمان داروں کو مذاق میں اڑاتے رہے چلتے پھرتے آوازے کستے رہے اور حقارت و تذلیل کرتے رہے اور اپنے والوں میں جا کر خوب باتیں بناتے تھے جو چاہتے تھے پاتے تھے لیکن شکر تو کہاں اور فکر پر آمادہ ہو کر مسلمانوں کی ایذا رسانی کے درپے ہو جاتے تھے اور چونکہ مسلمان ان کی مانتے نہ تھے تو یہ انہیں گمراہ کہا کرتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کچھ یہ لوگ محافظ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے انہیں مومنوں کی کیا پڑی؟ کیوں ہر وقت ان کے پیچھے پڑے ہیں اور ان کے اعمال افعال کی دیکھ بھال رکھتے ہیں اور طعنہ آمیز باتیں بناتے رہتے ہیں؟ جیسے اور جگہ ہے لِيَجْزِلَ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ اِیسی چیزوں کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔ تسنیم جنت کی بہترین شراب کا نام ہے یہ ایک نہر ہے جس سے سابقین لوگ تو برابر پیا کرتے ہیں اور دابھے والے اپنی شراب رجن میں ملا کر پیتے ہیں۔

بات کا کہ یہ گمراہ نہ تھے گو تم انہیں راہِ گم کردہ کہا کرتے تھے بلکہ یہ دراصل اولیاء اللہ تھے مقررینِ خدا تھے اسی لئے آج خدا کا دیدار ان کی نگاہوں کے سامنے ہے یہ خدا کے مہمان ہیں اور ان کے بزرگی والے گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ جیسا کچھ ان کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں کیا تھا اس کا پورا بدلہ کیا انہیں آخرت میں مل گیا یا نہیں؟ ان کے مذاق کے بدلے آج ان پر پنی اڑی یہ انہیں گھٹانے تھے خدا نے انہیں بڑھایا غرض پورا پورا تمام و کمال بدلہ دے دیا گیا۔ الحمد للہ سورۃ مطففین کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ انشقاق

موسط امام مالک میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس میں إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ کی سورت پڑھی اور عجبہ کیا اور فارغ ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کے پڑھتے ہوئے عجبہ کیا تھا یہ حدیث مسلم اور نسائی میں بھی ہے بخاری میں ہے حضرت ابو رافع فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی آپ نے اس میں إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ کی تلاوت کی اور عجبہ کیا میں نے پوچھا تو جواب دیا کہ میں نے ابو القاسمؓ کے پیچھے عجبہ کیا ہے (یعنی حضور نے بھی اس سورت کو نماز میں پڑھا اور آیت عجبہ پر عجبہ کیا اور مقتدیوں نے بھی عجبہ کیا) پس میں تو جب تک آپ سے ملوں گا (اس موقع پر) عجبہ کرتا رہوں گا (یعنی مرتے دم تک) اس حدیث کی سندیں اور بھی ہیں اور صحیح مسلم شریف اور سنن میں مروی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سورۃ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ میں اور سورۃ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ میں عجبہ کیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ۖ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۖ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۖ
وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۖ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۖ يَا أَيُّهَا
الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدًا فَمَلْقِيهِ ۖ

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے کے نام سے شروع

جب آسمان پھٹ جائے ○ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے اور اسی کے لائق وہ ہے ○ اور جب زمین کھینچ کر پھیلا دی جائے ○ اور اس میں جو ہے اسے وہ اگلے دے اور خالی ہو جائے ○ اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے اور اس کے لائق بھی ہے ○ اسے انسان تو اپنے رب سے ملے تک یہ کوشش اور تمام کام کر کے اس سے ملاقات کرنے والا ہے ○

زمین مردے اگلے دے گی: ☆ ☆ (آیت ۱-۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا وہ اپنے رب کے حکم پر کاربند ہونے کے لئے اپنے کان لگائے ہوئے ہوگا پھینکنے کا حکم پاتے ہی پھٹ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اسے بھی چاہئے ہے کہ امر خدا بجالائے اس لئے کہ یہ اس خدا کا حکم ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا جس سے بڑا اور نہیں جو بس پر غالب ہے اس پر غالب کوئی نہیں ہر چیز اس کے سامنے پست و لاچار ہے بس و مجبور ہے اور زمین پھیلا دی جائے گی بچھا دی جائے گی اور کشادہ کر دی جائے گی۔ حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو چھڑے گی طرح کھینچ لے گا یہاں تک کہ ہر انسان کو صرف دو قدم نگانے کی جگہ ملے گی سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا حضرت جبریل علیہ السلام خدا تعالیٰ کی دائیں جانب ہوں گے خدا کی قسم اس سے پہلے اس نے کبھی اسے نہیں دیکھا تو میں

کہوں گا خدا یا جبرئیل نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ تیرے پیچھے ہوئے میرے پاس آتے ہیں اللہ فرمائے گا کج کہا تو میں کہوں گا خدا یا پھر مجھے شفاعت کی اجازت ہو چنانچہ مقام محمود میں کھڑا ہو کر میں شاعت کروں گا اور کہوں گا کہ خدا یا تیرے ان بندوں نے زمین کے گوشے گوشے پر تیری عبادت کی ہے (ابن جریر)۔ پھر فرماتا ہے کہ زمین اپنے اندر سے کل مردے اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی یہ بھی رب کی فرمان کے منظر ہوگی اور اسے بھی یہی لائق ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے انسان تو کوشش کرتا رہے گا اور اپنے رب کی طرف آگے بڑھتا رہے گا اعمال کرتا رہے گا یہاں تک کہ ایک دن اس سے مل جائے گا اور اس کے سامنے کھڑا ہوگا اور اپنے اعمال اور اپنی سعی و کوشش کو اپنے آگے دیکھ لے گا۔ ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اے محمد (ﷺ) جی لے جب تک چاہے بالا فرموت آنے والی ہے جس سے چاہہاں پیدا کر لے ایک دن اس سے جدائی ہونی ہے جو چاہہاں کر لے ایک دن اس کی ملاقات ہونے والی ہے۔ مُلَاقَیْہِ کی ضمیر کا مرجع بعض نے لفظ رب کو بھی بتلایا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ خدا سے تیری ملاقات ہونے والی ہے وہ تجھے تیرے کل اعمال کا بدلہ دے گا اور تیری تمام کوشش و سعی کا پھل تجھے عطا فرمائے گا دونوں ہی باتیں آپس میں ایک دوسری کو لازم و ملزوم ہیں۔ عقائد فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم تو کوشش کرنے والا ہے لیکن اپنی کوشش میں کمزور ہے جس سے یہ ہو سکے کہ اپنی تمام رسمی و کوشش نیکیوں کی کرے تو وہ کر لے دراصل نیکی کی قدرت اور برائیوں سے بچنے کی طاقت بجز امداد خداوندی حاصل نہیں ہو سکتی۔

فَمَا مِّنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ يَمِينِهِ ۖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا تَسِيرًا ۖ
وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۖ وَأَمَّا مَن أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ
ظَهْرِهِ ۖ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۖ وَيَصْلِي سَعِيرًا ۖ إِنَّهُ كَانَ فِي
أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۖ إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّنْ يَحُورَ ۖ بَلَىٰ ۖ إِنَّ رَبَّهُ
كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۖ

جس شخص کے دہانے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے ۵ اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا ۶ اور وہ اپنے والوں کی طرف فنی خوشی لوٹ آئے گا ۷ ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیچھے سے پیچھے سے دیا جائے گا ۸ تو وہ موت بلانے لگے گا ۹ اور بھڑکی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا ۱۰ یہ شخص اپنے متعلقین میں خوش تھا ۱۱ اس کا خیال تھا کہ اللہ کی طرف لوٹ کر نہ جائے گا ۱۲ ہاں ہاں اس کا رب اسے بخوبی دیکھ رہا ہے ۱۳

(آیت ۷-۵) پھر فرمایا جس کے دہانے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ مل جائے گا اس کا حساب سختی بغیر نہایت آسانی سے ہوگا اس کے چھوٹے اعمال معاف بھی ہو جائیں گے اور جس سے اس کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا وہ ہلاکت سے نہ بچے گا۔ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس سے حساب کا مناقشہ ہوگا وہ تباہ ہوگا تو حضرت عائشہ نے فرمایا قرآن میں تو ہے کہ نیک لوگوں کا بھی حساب ہوگا فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا تَسِيرًا آپ نے فرمایا دراصل یہ وہ حساب نہیں ہے تو صرف پیش ہے جس سے حساب میں پوچھ گچھ ہوگی وہ برباد ہوگا (مسند احمد)

دوسری روایت میں ہے کہ یہ بیان فرماتے ہوئے آپ نے اپنی انگلی اپنے ہاتھ پر رکھ کر جس طرح کوئی چیز کریدتے ہیں اس طرح اسے ہلا کر بتلایا مطلب یہ ہے کہ جس سے باز پرس اور کرید ہوگی وہ عذاب سے بچ نہیں سکتا خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا سے مروی ہے کہ جس سے باقاعدہ حساب ہو گا وہ وہ تو بے عذاب نہیں رہ سکتا اور حساب لیر سے مراد صرف پیشی ہے۔ حالانکہ خدا خوب دیکھتا رہا ہے، حضرت صدیقہؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضورؐ سے سنا کہ آپ نماز میں یہ دعا مانگ رہے تھے اَللّٰهُمَّ حَاسِبُنِيْ حِسَابًا يَّبْسِيْرًا جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا حضورؐ یہ آسان حساب کیا ہے؟ فرمایا صرف نامہ اعمال پر نظر ڈال لی جائے گی اور کہہ دیا جائے گا کہ جاؤ ہم نے درگزر کیا، لیکن اے عائشہؓ جس سے خدا حساب لینے پر آئے گا وہ ہلاک ہوگا (مسند احمد) غرض جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال آئے گا وہ خدا کے سامنے پیش ہوتے ہی چھٹی پا جائے گا اور اپنے والوں کی طرف خوش خوش جنت میں واپس آئے گا۔

طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم لوگ اعمال کر رہے ہو اور حقیقت کا علم کسی کو نہیں، عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تم اپنے اعمال کو پوچھنا لگے، بعض وہ لوگ ہوں گے جو کبھی خوشی اپنوں سے آملیں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ رنجیدہ افسردہ اور ناخوش واپس آئیں گے اور جسے پیٹھ پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ہاتھ موز کرنا اعمال دیا جائے گا وہ نقصان اور گھٹانے کی پکار پکارے گا ہلاکت اور موت کو بلائے گا اور جہنم میں جائے گا، دنیا میں خوب بھاشا بھاشا تھا بے فکری سے مڑے کر رہا تھا آخرت کا خوف عاقبت کا اندیشہ مطلق نہ تھا اب اس کو غم و رنج یا اس حرمان و رنجیدگی اور افسردگی نے ہر طرف سے گھیر لیا یہ سمجھ رہا تھا کہ موت کے بعد زندگی نہیں اسے یقین نہ تھا کہ لوٹ کر خدا کے پاس بھی جانا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہاں ہاں اسے خدا ضرور دوبارہ زندہ کر دے گا جیسے کہ پہلی مرتبہ اس نے اسے پیدا کیا، پھر اس کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا دے گا بندوں کے اعمال و احوال کی اسے اطلاع ہے اور وہ انہیں دیکھ رہا ہے۔

فَلَا أَفْسِمُ بِالْشَّفَقِ ۝ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

مجھے شفق کی قسم ○ اور رات کی اور اس کی جمع کردہ چیزوں کی قسم ○ اور سورے چاند کی قسم ○ یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچو گے ○ انہیں کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے ○

چشبین گوئی: ☆ (آیت: ۱۶-۲۰) شفق سے مراد وہ سرفی ہے جو غروب آفتاب کے بعد آسمان کے مغربی کناروں پر ظاہر ہوتی ہے حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت عبادہ بن صامتؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت شدا بن اوسؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ محمد بن علیؓ رحمۃ اللہ علیہ بن مسین کھول بکر بن عبداللہؓ حرزی بکیر بن اشعثؓ مالک بن ابی ذبؓ عبدالعزیز بن ابوسلمہؓ حوٹن یہی فرماتے ہیں کہ شفق اس سرفی کو کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ مراد سفیدی ہے پس شفق کناروں کی سرفی کو کہتے ہیں وہ طلوع سے پہلے ہو یا غروب کے بعد اور اہل سنت کے نزدیک مشہور یہی ہے۔ غلیل کہتے ہیں عشاء کے وقت تک یہ شفق باقی رہتی ہے جو ہری کہتے ہیں سورج کے غروب ہونے کے بعد جو سرفی اور روشنی باقی رہتی ہے اسے شفق کہتے ہیں یہ اول رات سے عشاء کے وقت تک رہتی ہے عکرمہؓ فرماتے ہیں مغرب سے لے کر عشاء تک۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے مجاہدؓ سے البتہ یہ مروی ہے کہ اس سے مراد سارا دن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مراد سورج سے غالباً اس مطلب کی وجہ اس کے جدا کا جملہ ہے تو گویا روشنی اور اندامیر سے کی قسم کھائی۔

امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں دن کے جانے اور رات کے آنے کی قسم ہے اوروں نے کہا ہے سفیدی اور سرفی کا نام شفق ہے۔ اور قول ہے کہ یہ لفظ ان دونوں مختلف معنوں میں دیا جاتا ہے۔ وقت کے معنی ہیں جمع کیا یعنی رات کے ستاروں اور رات کے جانوروں کی قسم

اسی طرح رات کے اندھیرے میں تمام چیزوں کا اپنی اپنی جگہ چلے جانا اور چاند کی قسم جبکہ وہ پورا ہو جائے پھر پورا ہو جائے اور پوری روشنی والا بن جائے۔ لَتَرْكَبُنَّ کی تفسیر بخاری میں مرفوع حدیث سے مروی ہے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف چڑھتے چلے جاؤ گے حضرت انسؓ فرماتے ہیں جو سال آنے کا وہ اپنے پہلے سے زیادہ برا ہو گا میں نے اسی طرح تمہارے نبی ﷺ سے سنا ہے اُس حدیث سے اور اوپر والی حدیث کے الفاظ بالکل یکساں ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرفوع حدیث ہے (واللہ اعلم) اور یہ مطلب بھی اس حدیث کا بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد ذات نبی ﷺ ہے اور اس کی تائید حضرت عمر ابن مسعودؓ ابن عباسؓ اور عامر اہل مکہ اور اہل کوفہ کی قرات سے بھی ہوتی ہے ان کی قرات ہے تر کبن۔ شععی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر چڑھو گے مراد اس سے معراج ہے یعنی منزل بمنزل چڑھتے چلے جاؤ گے۔

سندئ کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق منزلیں طے کر دو گے جیسے حدیث میں ہے کہ تم اپنے سے اگلے لوگوں کے طریقوں پر چڑھو گے بالکل برابر برابر یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گویہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی یہی کرو گے۔ لوگوں نے کہا اگلوں سے مراد آپ کی کیا پیروی دوسری ہیں؟ آپ نے فرمایا پھر اور کون؟ حضرت مکرول فرماتے ہیں ہر بیس سال کے بعد تم کسی نئی ایسے کام کی ایجاد کرو گے جو اس سے پہلے نہ تھا عبداللہ فرماتے ہیں آسمان پھرنے کا پھر سرخ رنگ ہو جائے گا پھر بھی رنگ بدلتے چلے جائیں گے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کبھی تو آسمان دھواں بن جائے گا پھر پھٹ جائے گا۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں یعنی بہت سے لوگ جو دنیا میں پست و ذلیل تھے آخرت میں بلند و عزت بن جائیں گے اور بہت سے لوگ دنیا میں مرتبے اور عزت والے تھے وہ آخرت میں ذلیل و نامراد بن جائیں گے مگر یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ پہلے دودھ پیتے تھے پھر غذا کھاتے ہوئے پہلے جوان تھے پھر بڑھے ہوئے۔ حسن بصری فرماتے ہیں نری کے بعد نخی نخی کے بعد نزی امیری کے بعد فقیری کے بعد امیری صحت کے بعد بیماری بیماری کے بعد شدی ایک مرفوع حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ابن آدم غفلت میں ہے وہ پروا نہیں کرتا کہ کس لئے پیدا کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ جب کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے سے کہتا ہے اس کی روزی اس کی اجل اس کی زندگی اس کا بدیا نکھ ہونا لکھ لے پھر وہ فارغ ہو کر چلا جاتا ہے اور دوسرا فرشتہ آتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ اسے سمجھ آ جائے پھر وہ فرشتہ اٹھ جاتا ہے پھر دوسرے اس کا نامہ اعمال لکھنے والے آ جاتے ہیں موت کے وقت وہ بھی چلے جاتے ہیں اور ملک الموت آ جاتے ہیں اس کی روح قبض کرتے ہیں پھر قبر میں اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے ملک الموت چلے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن نیکی بدی کے فرشتے آ جائیں گے اور ان کی گردن سے اس کا نامہ اعمال کھول لیں گے پھر اس کے ساتھ ہی رہیں گے ایک سائق ہے دوسرا شہید ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمنا لے گا لَقَدْ كُنْتُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا تَوٰسِیْ عٰلَمِیْ تھما پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت لَتَرْكَبُنَّ پڑھی یعنی ایک حال سے دوسرا حال پھر فرمایا لوگو تمہارا سہاگے بڑے بڑے اہم امور آ رہے ہیں جن کی تمہیں طاقت ہی نہیں اللہ تعالیٰ بلند و برتر سے مدد چاہو۔ یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے مگر حدیث ہے اور اس کی سند میں ضعیف راوی ہیں لیکن اس کا مطلب بالکل صحیح اور درست ہے واللہ بحانہ وتعالیٰ اعلم۔ امام ابن جریر نے ان تمام اقوال کو بیان کر کے فرمایا ہے کہ صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ اے محمد ﷺ سخت سخت کاموں میں ایک کے بعد ایک میں پڑنے والے ہیں اور گو خطاب حضورؐ سے ہی ہے لیکن مراد سب لوگ ہیں کہ وہ قیامت کی ایک کے بعد ایک ہونا کی دیکھیں گے پھر فرمایا کہ انہیں کیا ہو گیا یہ کیوں نہیں ایمان لاتے؟

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝ بَلِ الَّذِينَ
كَفَرُوا يَكْذِبُونَ ۝ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ
بِعَذَابِ الْيَوْمِ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ
أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

اور جب ان کے پاس قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے ○ بلکہ یہ کفار تو جھوٹا سمجھتے ہیں ○ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں رکھتے ہیں ○ انہیں اہم ناک
عذابوں کی خبر پہنچا دو ○ ہاں ایمان والوں اور نیک اعمال والوں کو بیشمار اور نہ ختم ہونے والا نیک بدلہ ہے ○

(آیت: ۲۱-۲۵) اور انہیں قرآن سن کر سجدے میں گر پڑنے سے کون سی چیز روکتی ہے بلکہ یہ کفار تو الٹا جھٹلاتے ہیں اور حق کی مخالفت کرتے ہیں اور سرکشی میں اور برائی میں پھنسے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں کو جنہیں یہ چھپا رہے ہیں بخوبی جانتا ہے تم اسے نبی انہیں خبر پہنچا دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھے ہیں پھر فرمایا کہ ان عذابوں سے محفوظ ہو کر بہترین اجر کے مستحق ایماندار نیک کردار لوگ ہیں انہیں پورا پورا بے کتابے حساب اجر ملے گا۔ جیسے اور جگہ ہے عَطَاءٌ غَيْرٌ مَحْذُوزٌ بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بلا احسان، لیکن یہ معنی ٹھیک نہیں ہر آن ہر لحظہ اور ہر وقت خدائے تعالیٰ عزوجل کے اہل جنت پر احسان و انعام ہوں گے بلکہ صرف اس کے احسان اور اس کے فضل و کرم کی بنا پر انہیں جنت نصیب ہوئی نہ کہ ان کے اعمال کی وجہ سے ہاں اس مالک کا تو تعجبی اور مدام والا احسان اپنی مخلوق پر ہے ہی اس کی ذات پاک ہر طرح کی ہر وقت کی تعریفوں کے لائق بیہوش ہمیشہ ہے اسی لئے اہل جنت پر خدا کی تسبیح اور اس کی حمد کا الہام اسی طرح کیا جائے گا جس طرح سانس بلا تکلیف اور بے تکلف بلکہ بے ارادہ چلتا رہتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے وَاجْزُ دَعْوُهُمْ أَنَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ یعنی ان کا آخری قول یہی ہوگا کہ سب تعریف جہانوں کے پالنے والے خدا کے لئے ہی ہے۔ الحمد للہ سورہ الشقاق کی تفسیر ختم ہوئی۔ خدا ہمیں توفیق خیر دے اور ہمیں برائی سے بچائے۔ آمین۔

تفسیر سورۃ البروج

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز میں سورۃ بروج اور سورۃ طارق پڑھتے تھے۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ نے ساتواں کی ان سورتوں کا عشاء کی نماز میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝ قُتِلَ
أَصْحَابُ الْأَخْذُودِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝
وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝

اللہ کے نام سے شروع ہے جو بہت بخش کرنے والا اور بڑا مہربان ہے

برجوں والے آسمان کی قسم ○ وعدہ کئے ہوئے دن کی قسم ○ حاضر ہونے والے اور حاضر کئے گئے کی قسم ○ کہ خندقوں والے ہلاک کئے گئے ○ وہ ایک آگ حتیٰ
ایندھن والی ○ یہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ○ مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اپنے سامنے بکیر ہے تھے ○

سب سے افضل اور اعلیٰ دن اور ذکر ایک موعود کا: ☆ ☆ (آیت ۱-۷) بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں کہ جَعَلَ فی
السَّمَاءِ بُرُوجًا کی تفسیر میں گر چکا حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ بروج وہ ہیں جن میں حفاظت کرنے والے رہتے ہیں بچی فرماتے ہیں
یہ آسمان محل ہے منہال بن عمروؒ کہتے ہیں مراد اچھی بناوٹ والے آسمان ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد سورج چاند
کی منزلیں ہیں جو بارہ ہیں کہ سورج ان میں سے ہر ایک میں ایک مہینہ چلتا رہتا ہے اور چاند ان میں سے ہر ایک میں دو دن اور ایک تہائی
دن چلتا ہے تو یہ اٹھائیس دن ہوئے اور دور اتوں تک وہ پوشیدہ رہتا ہے نہیں نکلتا ابن ابی حاتم کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں یَوْمَ مَوْعُودٍ سے مراد قیامت کا دن ہے اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ سورج جن جن دنوں پر نکلتا اور ڈوتا ہے ان میں
سب سے اعلیٰ اور افضل دن جمعہ کا دن ہے اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں بندہ جو بھلائی طلب کرے مل جاتی ہے اور جس برائی
سے پناہ چاہے مل جاتی ہے اور مشہور سے مراد عمر نے کا دن ہے۔

ابن خزیمہ میں بھی یہ حدیث ہے موسیٰ بن عبید زیدی اس کے راوی ہیں اور یہ ضعیف ہیں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے خود ان کے قول سے مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ مسند میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی یہی مروی ہے اور حضرات سے بھی یہ
تفسیر مروی ہے اور ان میں اختلاف نہیں قائم شد۔ اور روایت میں مرفوعہ مروی ہے کہ جسے کہ دن کو جسے یہاں شاہد کہا گیا ہے یہ خاص
ہمارے لئے بطور خزانے کے چھپا رکھا گیا تھا۔ اور حدیث میں ہے کہ تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے۔ ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے کہ
شاہد سے مراد خود ذات محمد ﷺ۔ اور مشہور سے مراد قیامت کا دن ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ذَٰلِكَ یَوْمَ مَّجْمُوعٍ لِّہِ النَّاسِ
وَذَٰلِكَ یَوْمَ مَّشْهُودٍ یعنی اس دن کے لئے لوگ جمع کئے گئے ہیں اور یہ دن مشہود یعنی حاضر کیا گیا ہے۔ ایک شخص نے حضرت امام حسن
بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ شاہد اور مشہود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے کسی اور سے بھی پوچھا؟ اس نے کہا ہاں ابن عمرؓ اور ابن
زبیرؓ سے فرمایا انہوں نے کیا جواب دیا کہا قربانی کا دن اور جمعہ کا دن کہا نہیں بلکہ مراد شاہد سے محمد ﷺ ہیں جیسے قرآن میں اور جگہ ہے
فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَہِیدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی ہٰؤُلَاءِ شَہِیدًا یعنی کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں
گے اور تجھے ان پر گواہ بنائیں گے اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے قرآن کہتا ہے وَذَٰلِكَ یَوْمَ مَّشْهُودٍ یہ بھی مروی ہے کہ شاہد سے
مراد جمعہ اور مشہود سے مراد قیامت کا دن اور مشہود سے مراد جمع بھی مروی ہے اور شاہد سے مراد خود خدا بھی ہے اور عرفہ کا دن بھی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کر وہ مشہود دن ہے جس پر فرشتے حاضر
ہوتے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں شاہد اللہ ہے قرآن کہتا ہے وَكَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیدًا اور مشہود ہم ہیں قیامت کے دن ہم سب
خدا کے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے اکثر حضرات کا یہ فرمان ہے کہ شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عمر نے کا دن ہے۔ ان قسموں کے بعد
ارشاد ہوتا ہے کہ خندقوں والوں پر لعنت ہو یہ کفار کی ایک قوم تھی جنہوں نے ایمانداروں کو مغلوب کر کے انہیں دین سے بنانا چاہا اور ان کے
انکار پر زمین میں گڑھے کھود کر ان میں لکڑیاں بھر کر آگ بھڑکانی پھر ان سے کہا کہ اب بھی دین سے پلٹ جاؤ ان باخدا لوگوں نے انکار کیا
اور ان ناخدا ترس کفار نے ان مسلمانوں کو اس بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اسی کو بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہلاک ہوئے یہ ایںدھن بھری
بھڑکتی ہوئی آگ کی خندقوں کے کناروں پر بیٹھے۔

وَمَا نَقْمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ كَفَرُوا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝

ان مسلمانوں کے کسی اور گناہ کا یہ بدلہ نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب سزاوارہم کی ذات پر ایمان لائے تھے ○ جس کے لئے آسمان و زمین کا ملک ہے اور جو اللہ ہر چیز پر حاضر اور خوب واقف ہے ○ بے شک جن لوگوں نے مسلمان مرد و عورتوں کو ستایا پھر تو یہ بھی نہ کی ان کے لئے جہنم کے عذاب ہیں اور جملے کے عذاب ہیں ○

(آیت: ۸-۱۰) ان مومنوں کا کوئی قصور نہ تھا انہیں تو صرف ان کی ایمان داری پر غضب و غصہ تھا۔ دراصل غلبہ رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کی پناہ میں آ جانے والا کبھی برباد نہیں ہوتا وہ اپنے تمام اقوال افعال شریعت اور تقدیر میں قائل تعریف ہے وہ اگر اپنے خاص بندوں کو کسی وقت کافروں کے ہاتھ سے تکلیف بھی پہنچا دے اور اس کا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکے تو نہ ہو لیکن دراصل وہ مصلحت و حکمت کی بنا پر ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ زمینوں آسمانوں اور کل مخلوقات کا مالک ہے اور وہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اہل فارس کا ہے ان کے بادشاہ نے یہ قانون جاری کرنا چاہا کہ محرمات ابدی یعنی ماں بہن بیٹی وغیرہ سب حلال ہیں اس وقت کے حکمران نے اس کا انکار کیا اور دوا کا اس پر اس نے خند قیل و کھدا کر اس میں آگ جلا کر ان حضرات کو اس میں ڈال دیا چنانچہ یہ اہل فارس آج تک ان عورتوں کو حلال ہی جانتے ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ لوگ یعنی تھے مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی ہوئی مسلمان غالب آ گئے پھر دوسری لڑائی میں کافر غالب آ گئے تو انہوں نے گڑھے کھدوا کر ایمان والوں کو جلا دیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ اہل جلیل کا ہے یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کا ہے۔ انہوں نے ذناب اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔ اور اقوال بھی ہیں۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادوگر تھا۔ جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت آ رہا ہے مجھے کسی بچے کو سوئپ دو تو میں اسے جادو سکھا دوں چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب کا گھر بڑا تھا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا یہ بھی کھڑا ہوا جاتا اور اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وہ غلط سمجھتا آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا۔ ایک دن اس بچے نے راہب کے سامنے اپنی یہ شکایت بیان کی راہب نے کہا کہ جب جادوگر تجھ سے پوچھے کہ کیوں دیر لگی تو کہہ دینا گھر والوں نے روک لیا تھا اور گھر والے بگڑیں تو کہہ دینا کہ آج جادوگر نے روک لیا تھا۔ یوں ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو دیکھتا تھا دوسری جانب کلام اللہ اور دین اللہ دیکھتا تھا۔ ایک دن وہ دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے لوگوں کی آمد و رفت بند کر رکھی ہے اور وہاں لے اور اور ادھر والے ادھر نہیں آ سکتے اور سب لوگ ادھر ادھر حیران و پریشان کھڑے ہیں اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقع ہے کہ میں امتحان کر لوں کہ راہب کا دین خدا کو پسند ہے یا جادوگر کا؟ اس نے ایک پتھر اٹھا یا اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ خدایا اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا

شروع ہو گیا۔ پھر جا کر راہب کو خبر دی اس نے کہا پیارے بچے تو مجھ سے افضل ہے اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا اب اس بچے کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا لگ گیا اور اس کی دعا سے مادر زاد اندھے کوڑھی جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کے ایک ناپیا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی وہ بڑے تحائف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب تجھے دے دوں گا اس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ نہیں میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا شفا دینے والا تو اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اگر تو اس پر ایمان لائے کا وعدہ کرے تو میں اس سے دعا کروں۔ اس نے اقرار کیا بچے نے اس کے لئے دعا کی اللہ نے اسے شفا دے دی اور بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا اور آنکھیں بالکل روشن تھیں۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ نے کہا ہاں یعنی میں نے وزیر نے کہا نہیں نہیں میرا تیرا تیرا رب اللہ ہے بادشاہ نے کہا اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور بھی رب ہے وزیر نے کہا ہاں میرا تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔ اب اس نے اسے مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا کہ تجھے تعلیم کس نے دی؟ آخر اس نے بتا دیا کہ اس بچے کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا اس نے اسے بلوایا اور کہا اب تو تم جادو میں خوب کاہل ہو گئے کہ اندھوں کو دیکھتا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے اس نے کہا غلط ہے نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو شفا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ کہنے لگا ہاں یعنی میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں اس نے کہا ہرگز نہیں کہا پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کر رب مانتا ہے تو وہ کہنے لگا ہاں میرا تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے اس نے اب اسے بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کیں یہاں تک کہ راہب کا پتہ لگا لیا راہب کو بلا کر اس نے کہا کہ تو اسلام کو چھوڑ دے اور اس دین سے ہٹ جا اس نے انکار کیا تو اس بادشاہ نے آڑے سے اسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا پھر اس نو جوان سے کہا کہ تو بھی دین سے پھر جا اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑ دینے کو کہیں اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے اسے لڑکا دے چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی اَللّٰهُمَّ اَخْفِیْہُمْ بِمَا شِئْتَ خدایا جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے صرف وہ بچہ بچا رہا وہاں سے وہ اترا اور کئی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا بادشاہ نے کہا یہ کیا ہوا۔ میرے سپاہی کہاں ہیں؟ فرمایا میرے خدا نے مجھ سے بچالیا۔ اس نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور ان سے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور بیچوں بیچ سمندر میں ڈبو کر چلے آؤ یہ اسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پہنچنا چاہا تو اس نے پھر وہی دعا کہ کہ بارالہی جس طرح چاہ مجھے ان سے بچا موج اٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا۔ یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا میرے رب نے مجھ سے بھی بچالیا اے بادشاہ تو چاہے تمام تہذیبیں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کر سکتا ہاں جس طرح میں کہوں اس طرح اگر کرے تو ابد تیری میری جان نکل جائے گی اس نے کہا کیا کروں فرمایا تم لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر پھر سمجھو کہ سننے پر سوتی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال میری کمان پر چڑھا اور بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هَذَا الْعِلَام یعنی اس اللہ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک دے مجھے لگے گا اور اس سے میں مردوں کا چنانچہ بادشاہ نے بھی کہا کہ تیر بچے کی کشتی میں لگا اس نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ لیا اور شہید ہو گیا۔ اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی چٹائی کا یقین آ گیا جو طرف سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچے کے رب پر ایمان لا چکے یہ حال دیکھ بادشاہ کے ساتھی بڑے گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھ ہی نہیں دیکھئے اس کا یہ اثر پڑا کہ یہ تمام لوگ اس کے مذہب پر ہو گئے ہم نے تو اسی لئے قتل کیا تھا کہ کہیں یہ

مذہب پھیل نہ پڑے لیکن وہ ڈرتو سامنے ہی آ گیا اور سب مسلمان ہو گئے بادشاہ نے کہا اچھا یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ ان میں لکڑیاں بھرو اور اس میں آگ لگا دو جو اس دین سے پھر جائے اسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اسے آگ میں ڈال دو۔ ان مسلمانوں نے صبر و سہار کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کر لیا اور اس میں کود کود کر گرنے لگے البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا وہ ڈرا جھنجکی تو اس بچہ کو خدا نے بولنے کی طاقت دی اس نے کہا اماں کیا کر رہی ہو تم تو حق پر ہو صبر کرو اور اس میں کود پڑو۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور صحیح مسلم کے آخر میں بھی ہے اور نسائی میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عصر کی نماز کے بعد عموماً زہر برب کچھ فرمایا کرتے تھے تو آپ سے پوچھا گیا کہ حضور کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا نبیوں میں سے ایک نبی تھے جو اپنی امت پر فخر کرتے تھے کہنے لگے ان کی دیکھ بھال کون کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ انہیں اختیار ہے خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں خود ان سے انتقام لوں خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دوں انہوں نے انتقام کو پسند کیا چنانچہ ایک ہی دن میں ان میں سے ستر ہزار مر گئے اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ حدیث بھی بیان کی جو اوپر گزری پھر خبر میں آپ نے قتیل سے مجاہد تک کی آجوں کی تلاوت فرمائی یہ نوجوان شہید دفن کر دیئے گئے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کی قبر سے انہیں نکالا گیا تھا ان کی انگلی اسی طرح ان کی کشتی پر رکھی ہوئی تھی جس طرح بوقت شہادت تھی۔ امام ترمذی اسے حسن غریب ملاحظہ ہیں لیکن اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ یہ واقعہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا تو ممکن ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ہی اس واقعہ کو بیان فرمایا ہو ان کے پاس نضرانیوں کی ایسی حکایتیں بہت ساری تھیں واللہ اعلم۔

امام محمد بن اسحاق رجبہ اللہ علیہ نے بھی اس قصہ کو دوسرے الفاظ میں بیان فرمایا ہے جو اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ بخزانی نوگ بت پرست مشرک تھے اور بخزان کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس میں ایک جادوگر تھا بخزانیوں کو جادو سکھایا کرتا تھا فہیمون نامی ایک بزرگ عالم یہاں آئے اور بخزان اور اس گاؤں کے درمیان انہوں نے اپنا پڑاؤ ڈالا شہر کے لڑکے جو جادوگر سے جادو سیکھنے جایا کرتے تھے ان میں تاجر کا ایک لڑکا عبداللہ نامی بھی تھا اسے آتے جاتے راہب کی عبادت امداد کی نماز وغیرہ کے دیکھنے کا موقع ملتا اس پر غور و خوض کرتا اور دل میں اس کے مذہب کی سچائی جگہ کرتی جاتی پھر تو اس نے یہاں کا آنا جانا شروع کر دیا اور مذہبی تعلیم بھی اس راہب سے لینے لگا۔ کچھ دن بعد وہی مذہب میں داخل ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا تو حید کا پابند ہو گیا اور ایک اللہ کی عبادت کرنے لگا اور علم دین اچھی طرح حاصل کر لیا وہ مذہب اسم اعظم بھی جانتا تھا اس نے ہر چند خواہش کی کہ اسے بتادے لیکن اس نے نہ بتایا اور کہہ دیا کہ ابھی تم میں اس کی صلاحیت نہیں آئی تم ابھی کمزور دل والے ہو اس کی طاقت میں تم نہیں پاتا عبداللہ کے باپ تاجر کو اپنے بیٹے کے مسلمان ہوجانے کی مطلق خبر نہ تھی وہ اپنے نزدیک یہی سمجھ رہا تھا کہ میرا بیٹا جادو سیکھ رہا ہے اور وہیں جاتا آتا رہتا ہے۔ عبداللہ نے جب دیکھا کہ راہب مجھے اسم اعظم نہیں سکھاتے اور انہیں میری کمزوری کا خوف ہے تو ایک دن انہوں نے تیر لے کر اور جتنے نام اللہ تبارک و تعالیٰ کے انہیں یاد تھے ہر ہر تیر پر ایک ایک نام لکھا پھر آگ جلا کر بیٹھ گئے اور ایک ایک تیر کو اس میں ڈالنا شروع کیا جب وہ تیر آیا جس پر اسم اعظم تھا تو وہ آگ میں پڑنے ہی اچھل کر باہر نکل آیا اور اس پر آگ نے بالکل اثر نہ کیا سمجھ لیا کہ یہی اسم اعظم ہے اپنے استاد کے پاس آئے اور کہا حضرت اسم اعظم کا علم مجھے ہو گیا استاد نے پوچھا بتاؤ کیا ہے اس نے بتایا راہب نے پوچھا کیسے معلوم ہوا تو اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا تو فرمایا کہ ابھی تم نے خوب معلوم کر لیا واقعی یہی اسم اعظم ہے اسے اپنے ہی تک رکھو لیکن مجھے تو ڈر ہے کہ تم کھل جاؤ گے ان کی یہ حالت ہوئی کہ یہ بخزان میں آئے یہاں جس بیمار پر جس

دیکھی پر جس قسم رسیدہ پر نظر پڑی اس سے کہا کہ اگر تم موحد بن جاؤ اور دین اسلام قبول کر لو تو میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں شفا اور نجات دے دے گا اور دکھ بلا کو نال دے گا وہ اسے قبول کر لیتا یہ اسم اعظم کے ساتھ دعا کرتے اللہ اسے بھلا چکا کہ درجہ اب تو بجز انہوں کے ٹھنڈے تھکے اور جماعت کی جماعت روزانہ مشرف باسلام اور فائز المرام ہونے لگی آخر بادشاہ کو اس کا علم ہوا اس نے اسے بلا کر دھک پکایا کہ تو نے میری رعیت کو بگاڑ دیا اور میرے باپ دادوں کے مذہب پر حملہ کیا میں اس کی سزا میں تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تجھے چورنگ کرادوں گا عبداللہ بن تامر نے جواب دیا کہ تو ایسا نہیں کر سکتا اب بادشاہ نے اسے پہاڑ پر سے گرا دیا لیکن وہ نیچے آ کر صحیح سلامت رہا جسم پر کہیں چوٹ بھی نہ آئی نجران کے ان طوفان خیز دریاؤں میں گرداب کی جگہ انہیں ڈالا جہاں سے کوئی بچ نہیں سکتا لیکن یہ وہاں سے بھی صحت و سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے غرض ہر طرح عاجز آ گیا تو پھر حضرت عبداللہ بن تامر رضی اللہ عنہ فرمایا میں اسے بادشاہ تو میرے قتل پر بھی قادر نہ ہوگا یہاں تک کہ تو اس دین کو مان لے جسے میں مانتا ہوں اور ایک خدا کی عبادت کرنے لگے اگر تو یہ کر لے گا تو پھر تو مجھے قتل کر سکتا ہے بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اس نے حضرت عبداللہ کا بتلایا ہوا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر جو کلمہ کسی اس کے ہاتھ میں تھی اس سے حضرت عبداللہ کو مارا جس سے کچھ یونہی ہی کھرچ آئی اور اسی سے وہ شہید ہو گئے اللہ ان سے خوش ہو اور اپنی خاص رحمتیں انہیں عنایت فرمائے ان کے ساتھ ہی بادشاہ بھی مر گیا۔ اس واقعہ نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات پیوست کر دی کہ دین ان کا ہی سچا ہے چنانچہ نجران کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے اور حضرت عیسیٰ کے سچے دین پر قائم ہو گئے اور وہی مذہب اس وقت بھی تھا۔ ابھی تک حضور ﷺ نبی بن کر دنیا میں آئے نہ تھے لیکن پھر اک زمانہ کے بعد ان میں بدعتیں پیدا ہونے لگیں اور پھیل گئیں اور دن حق کا نور چمن گیا غرض نجران میں عیسائیت کے پھیلنے کا اصلی سبب یہ تھا۔ اب زمانہ کے بعد ذوالواس یہودی نے اپنے لشکر کے کران نصرائیوں پر چڑھائی کی اور غالب آ گیا پھر ان سے کہا یا تو یہودیت قبول کر لو یا موت انہوں نے قتل ہونا منظور کیا اس نے خندق کھدوا کر آگ سے پر کر کے ان کو جلا دیا بعض کو قتل بھی کیا بعض کے ہاتھ پاؤں ناک کان کاٹ دیئے وغیرہ۔

تقریباً بیس ہزار مسلمانوں کو اس سرکش نے قتل کیا۔ اس کا ذکر آیت قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ میں ہے۔ ذوالواس کا نام زمرہ تھا اس کی بادشاہت کے زمانہ میں اسے یوسف کہا جاتا تھا اس کے باپ کا نام فنا اسد بن کرب تھا جو مع ہے جس نے مدینہ میں غزوہ کیا اور کہہ کر پردہ چڑھایا اس کے ساتھ دو یہودی عالم تھے یمن والے ان ہی کے ہاتھ پر یہودی مذہب میں داخل ہوئے ذوالواس نے ایک ہی دن میں صرف صبح کے وقت ان کھائیوں میں بیس ہزار ایمان والوں کو قتل کیا ان میں سے صرف ایک ہی شخص بچ نکلا جس کا نام دوس ڈی تغلبان تھا یہ گھوڑے پر بھاگ کھڑا ہوا گواس کے پیچھے بھی گھڑ سوار دوڑے لیکن یہ ہاتھ نہ لگا یہ سیدھا شاہ روم قیصر کے پاس گیا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا چنانچہ دوس وہاں سے حبشہ کے نصرائیوں کا لشکر لے کر یمن آیا اس کے سردار ارباط اور اربہ تھے یہودی مغلوب ہوئے یمن یہودیوں کے ہاتھ سے نکل گیا ذوالواس بھاگ نکلا لیکن وہ پانی میں غرق ہو گیا پھر ستر سال تک یہاں حبشہ کے نصرائیوں کا قیصر رہا بالآخر سیف بن ذی بزن حیرری نے فارس کے بادشاہ سے امداد لی وہیں اپنے ساتھ لیس جو سات سو قیدی لوگوں سے اس پر چڑھائی کر کے فتح حاصل کی اور پھر سلطنت حیرری قائم کی اس کا کچھ بیان سورہ قتل میں بھی آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ ایک نجرانی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں نجران کی ایک بجز غیر آباد زمین اپنے کسی کام کے لئے کھودی تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن تامر رحمۃ اللہ کا جسم اس میں ہے آپ بیٹھے ہوئے ہیں سر پر جس جگہ چوٹ آئی تھی وہیں ہاتھ ہے ہاتھ اگر ہوتا ہے تو خون بہتے لگتا ہے پھر ہاتھ کو چھوڑ دیتے ہیں تو ہاتھ اپنی جگہ چلا جاتا ہے اور خون خرم جاتا ہے ہاتھ کی انگلی

میں اگٹھی ہے جس پر ربی اللہ لکھا ہوا ہے۔ یعنی میرا رب اللہ ہے چنانچہ اس واقعہ کی اطلاع قصر خلافت میں دی گئی یہاں سے حضرت فاروق اعظم کا فرمان گیا کہ اسے پھنسی دیا جائے اور اسے مٹی وغیرہ جو پھٹائی ہے وہ ڈال کر جس طرح تھا اسی طرح بے نشان کر دو چنانچہ یہی کیا گیا۔ ابن ابی الدنیا نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصفہان فتح کیا تو ایک دیوار دیکھی کہ وہ گر پڑی ہے حکم پر وہ بادشاہی لیکن پھر گر پڑی پھر ہوائی پھر گر پڑی آخر معلوم ہوا کہ اس کے نیچے کوئی نیک بخت شخص مدفون ہیں جب زمین کھودی تو دیکھا کہ ایک شخص کا جسم کھڑا ہوا ہے ساتھ ہی ایک تلوار ہے جس پر لکھا ہے میں حارث بن مضاض ہوں جس نے کھائیوں والوں پر غصت کی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لاش کو نکال لیا اور وہاں دیوار کھڑی کرادی جو برابر رہی میں کہتا ہوں یہ حارث بن مضاض بن عمرو جڑی ہے جو کعبہ اللہ کے متولی ہوتے تھے۔ ثابت بن اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد کے بعد اس کا لڑکا عمرو بن حارث بن مضاض تھا جو مکہ میں جہرم خاندان کا آخری بادشاہ تھا جس وقت کہ خزاعہ قبیلے نے انہیں یہاں سے نکالا اور یمن کی طرف جلا وطن کیا یہی وہ شخص ہے جس نے پہلے پہلے عرب میں شعر کہا جس شعر میں اوڑھ لکھوا پنا آباد کرنا اور زمانہ کے ہیر پھیر سے بھر وہاں سے نکالا جانا اس نے بیان کیا اس واقعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ حضرت اسماعیل کے کچھ زمانہ بعد کا اور بہت پرانا ہے جو کہ حضرت اسماعیل کے تقریباً پانچ سو سال کے بعد کا معلوم ہوتا ہے لیکن ابن اسحاق کی اس مطول روایت سے جو پہلے گزری ہے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا اور حضرت محمد ﷺ سے پہلے کا ہے زیادہ ٹھیک بھی یہی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ دنیا میں کئی بار ہوا ہو جیسے کہ ابن ابی حاتم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ تبع کے زمانہ میں یمن میں خندقیں کھدوائی گئی تھیں اور قسطنطین کے زمانہ میں قسطنطینؓ میں بھی مسلمانوں کو یہی عذاب کیا گیا تھا جبکہ نصرانیوں نے اپنا قبلہ بدل دیا دین مسیح میں بدعتیں ایجاد کر لیں تو حید کو چھوڑ بیٹھے تو اس وقت جو سچے دیندار تھے انہوں نے ان کا ساتھ نہ دیا اور مسلم دین پر قائم رہے تو ان خاندانوں نے خندقیں آگ سے پر کر کر انہیں جلا دیا۔ اور یہی واقعہ بائبل کی زمین پر عراق میں بخت نصر کے زمانہ میں ہوا جس نے ایک بت بنالیا تھا اور لوگوں سے اسے سجدہ کراتا تھا حضرت دانیال اور ان کے دونوں ساتھی عزرا اور مسائیل نے اس سے انکار کیا تو اس نے انہیں اس آگ کی خندقیں میں ڈال دیا اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان پر ٹھنڈا کر دیا انہیں سلامتی عطا فرمائی صاف نجات دی اور ان سرکش کافروں کو ان خندقیوں میں ڈال دیا یہ تو قبیلے تھے سب جل کر خاک ہو گئے۔ سدریؒ فرماتے ہیں تین جگہ یہ معاملہ ہوا۔ عراق میں شام میں اور یمن میں۔

مقابلہ فرماتے ہیں کہ خندقیں تین جگہ تھیں ایک تو یمن کے شہر نجران میں دوسری شام میں تیسری فارس میں شام میں اس کا بانی اخطا لوس روی تھا اور فارس میں بخت نصر اور یمن میں عرب پر یوسف ذوقاؤس۔ فارس اور شام کی خندقیں کا ذکر قرآن میں نہیں ہے ذکر نجران کا ہے حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے فخر کے زمانہ میں یعنی حضرت عیسیٰ اور پیغمبر آخرا ملائیں کے درمیان کے زمانہ میں ایک قوم تھی انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ حق تعالیٰ اور شر میں گرفتار ہو گئے ہیں اور گروہ گروہ بن گئے ہیں اور ہر گروہ اپنے خیالات میں خوش ہے تو ان لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا اور یہاں سے ہجرت کر کے الگ ایک جگہ بنا کر وہاں رہنے لگے یہاں تک کہ ایک سرکش بادشاہ کو اس باخدا جماعت کا ہو گئے نمازوں کی پابندی نہ ہو کی ادائیگی میں لگ گئے اور ان سے الگ تھک رہنے لگے یہاں تک کہ ایک سرکش بادشاہ کو اس باخدا جماعت کا پتہ لگ گیا اس نے ان کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور انہیں سمجھایا کہ تم ہماری ساتھ مل جاؤ اور بت پرستی شروع کر دو ان سب نے بالکل انکار کیا کہ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کسی اور کی بندگی کریں بادشاہ نے کہلوا کیا کہ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو میں تمہیں قتل

کرادوں گا؟ جواب ملا کہ جو چاہو کرو لیکن ہم سے دین نہیں چھوڑا جائے گا اس ظالم نے خدقین کھدوائیں آگ جلوائی اور ان سب مردوں عورتوں بچوں کو جمع کیا اور ان خندقوں کے کنارے کھڑا کر کے کہا یلویہ آخری سوال جواب ہے آیات پرستی قبول کرتے ہو یا آگ میں گرنا قبول کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمیں جل مرنا منظور ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بچوں نے چیخ پکار شروع کر دی بڑوں نے انہیں سمجھایا کہ بس آج کے بعد آگ نہیں نہ گھبراؤ اور خدا کا نام لے کر کوہ پڑ چٹانچہ سب کے سب کو پڑے انہیں آج بھی نہیں لگنے پانی تھی کہ خدا نے ان کی روصیں قبض کر لیں اور آگ خندقوں سے باہر نکل پڑی اور ان بدکردار سرکشوں کو گھیر لیا اور جتنے بھی تھے سارے کے سارے جلا دیے گئے ان کی خبر ان آیتوں قتل میں ہے تو اس بنا پر فتنو کا معنی ہوئے کہ جھلایا تو فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو جلا دیا ہے اگر انہوں نے توبہ نہ کی یعنی اپنے اس فعل سے باز نہ آئے نہ اپنے اس کئے پر تادم ہوئے تو ان کے لئے جہنم ہے اور جلنے کا عذاب ہے تاکہ بدلہ بھی ان کے عمل جیسا ہو۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں خدا نے تعالیٰ بزرگ و برتر کے کرم و رحم اس کی مہربانی اور عنایت کو دیکھو کہ جن بدکاروں نے اس کے پیارے بندوں کو ایسے بدترین عذابوں سے مارا انہیں بھی وہ توبہ کرنے کو کہتا ہے اور ان سے بھی مغفرت اور بخشش کا وعدہ کرتا ہے۔ خدایا ہمیں بھی اپنی وسیع رحمتوں سے بھر پور حصہ عطا فرما آمین۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝
إِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُورُ الْودُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ
الْمَجِيدُ ۝ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝
فِرْعَوْنُ وَثَمُودُ ۝ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝ وَاللَّهُ مِنْ
وَرَاءِهِمْ مُحِيطٌ ۝ بَلْ هُوَ قَرِيبٌ مِّمَّ جِئْتُمْ فِي لُجُجٍ
مَّحْفُوظٍ ۝

بیشک ایمان قبول کرنے والوں اور مطابقت سنت کام کرنے والوں کے لئے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہری ہیں یہی بڑی کامیابی ہے ○ یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے ○ وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے اور دوسری دوبارہ پیدا کرے گا ○ وہ بڑا بخشش کرنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے ○ عرش کا مالک عظمت والا ہے ○ جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے ○ تجھے لشکروں کی خبر بھی پہنچی؟ ○ یعنی فرعون اور ثمود کی ○ کچھ نہیں بلکہ کافرو جھٹلانے میں پڑے ہوئے ہیں ○ اللہ تعالیٰ بھی انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے ○ بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان والا ○ لوح محفوظ کا لکھا ہوا ○

عرش کا مالک اپنے بندوں سے بہت پیارا کرتا ہے: ☆☆ (آیت ۱۱-۲۲) اپنے دشمنوں کا انجام بیان کر کے اپنے دوستوں کا نتیجہ بیان فرما رہا ہے کہ ان کے لئے جہنمیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان جیسی کامیابی اور کسی ملے گی؟ پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے نہ وہ اپنے ان دشمنوں کو جو اس کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور اس کی نافرمانیوں میں لگے ہے سخت ترقوت کے ساتھ اس طرح پکڑے گا کہ کوئی راہ نجات ان کے لئے باقی نہ رہے۔ وہ بڑی قوتوں والا ہے جو چاہا کیا جو کچھ چاہتا ہے وہ ایک لمحہ میں ہو جاتا ہے اس کی قدرتوں اور طاقتوں کو دیکھو کہ اس نے جنہیں پہلے بھی پیدا کیا اور پھر بھی مار ڈالنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے گا نہ اسے کوئی روک نہ آگے

آئے نہ سامنے پڑے۔ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے بشرطیکہ وہ اس کی طرف جھکیں اور توبہ کریں اور اس کے سامنے ناک رگڑیں پھر چاہے کسی ہی خطائیں ہوں ایک دم میں سب معاف ہو جاتی ہیں اپنے بندوں سے وہ پیار و محبت رکھتا ہے۔ وہ عرش والا ہے جو عرش تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے اور تمام مخلوق کے اوپر ہے۔ مجید کی دو قراتیں ہیں دال کا پیش بھی اور دال کا زیر بھی پیش کے ساتھ وہ خدا کی صفت بن جائے گا اور زیر کے ساتھ عرش کی صفت ہے 'معنی' دونوں کے بالکل صحیح اور بندہ بچتے ہیں۔ جس کو کام کا جب ارادہ کرے کرنے پر قدرت رکھتا ہے اس کی عظمت عدالت حکمت کی بنا پر نہ کوئی اسے روک سکے نہ اس سے پوچھ سکے۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے ان کی اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوتا ہے لوگ سوال کرتے ہیں کہ کسی طبیب نے بھی آپ کو دیکھا؟ فرمایا ہاں پوچھا پھر کیا جواب دیا؟ فرمایا کہ جواب دیا اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِیدُ۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا تجھے خبر بھی ہے کہ فرعونؑ اور فرعونؑ پر کیا کیا عذاب آئے؟ اور کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی کسی طرح کی مدد کر سکتا نہ کوئی اور اس عذاب کو ہٹا سکا؟ مطلب یہ ہے کہ اس کی پکڑ سخت ہے جب وہ کسی ظالم کو پکڑتا ہے تو دردناک اور سختی سے بڑی زبردست پکڑ پکڑتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ چلے جا رہے تھے کہ آپ نے سنا کوئی بیوی صاحبہ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ رہی ہیں هَلْ اَتَاكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ آپ کھڑے رہ گئے اور کان لگا کر سنتے رہ گئے اور فرمایا نَعَمْ قَدْ جَاءَنِیْ یعنی ہاں میرے پاس وہ خبریں آگئیں یعنی قرآن کی اس آیت کا جواب دیا کہ کیا تجھے خبر بھی ہے؟ پھر فرمایا کہ بلکہ کافر شک و شبہ میں نہ گمراہی میں ہیں اور اللہ ان پر قادر اور غالب ہے نہ یہ اس سے گم ہو سکیں نہ اسے عاجز کر سکیں بلکہ یہ قرآن عزت اور کرامت والا ہے وہ لوح محفوظ کا نوشتہ ہے بلند مرتبہ فرشتوں میں ہے زیادتی کسی سے پاک اور سرتاپا محفوظ ہے نہ اس میں تبدیلی ہو نہ تحریف۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ لوح محفوظ حضرت اسرافیلؑ کی پیشانی پر ہے۔ عبدالرحمن بن سلمان فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہوا اور ہا ہے اور ہوگا وہ سب لوح محفوظ میں موجود ہے اور لوح محفوظ حضرت اسرافیلؑ کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہے لیکن جب تک انہیں اجازت نہ ملے وہ اسے دیکھ نہیں سکتے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوح محفوظ کی پیشانی پر یہ عبارت ہے کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے وہ اکیلا ہے اس کا دین اسلام ہے محمد اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں (ﷺ) جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس کے وعدے کو سچا جانے اس کے رسولوں کی تابعداری کرے خدائے عالم اسے جنت میں داخل کرے گا۔ فرماتے ہیں یہ لوح سفید موتی کی ہے اس کا طول آسمان و زمین کے درمیان کے برابر ہے اور اس کی چوڑائی مشرق و مغرب کے برابر ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں اس کے دونوں پٹھے سرخ یا قوت کے ہیں اس کا قلم نور ہے اس کا کلام عرش کے ساتھ وابستہ ہے اس کی اصل فرشتہ کی گود میں ہے۔ مناقب فرماتے ہیں یہ خدا کے عرش کے دائیں طرف ہے۔

طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اس کے صفحے سرخ یا قوت کے ہیں اس کا قلم نور کا ہے اس کی کتابت نور کی ہے اللہ تعالیٰ ہر دن تین سو ساٹھ مرتبہ اسے دیکھتا ہے وہ پیدا کرتا ہے روزی دیتا ہے مارتا ہے جلاتا ہے عزت دیتا ہے ذلت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔

الحمد للہ سورہ بروج کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الطارق

مسند احمد میں ہے کہ خالد بن ابوجہل عدوانی نے ثقیف قبیلہ کی مشرق جانب رسول اللہ ﷺ کو لکڑی پر یا کمان پر چبک لگائے ہوئے اس پوری سورت کو پڑھتے سنا جبکہ آپ ان لوگوں سے مدد طلب کرنے کے لئے یہاں آئے تھے حضرت خالد نے اسے یاد کر لیا جب یہ ثقیف کے پاس واپس آئے تو ثقیف نے ان سے پوچھا یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ بھی اس وقت مشرک تھے انہوں نے بیان کیا تو جو قریش وہاں تھے جلدی سے بول پڑے کہ اگر یہ حق ہوتا تو کیا اب تک ہم نہ مان لیتے؟ نساکی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغرب کی نماز میں سورۃ بقرہ یا سورۃ نساء پڑھی تو حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ کیا تو غصے میں ڈالنے والا ہے؟ کیا تجھے یہ کافی نہ تھا کہ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا اور ایسی ہی اور سورتیں پڑھ لیتا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ
الْقَابِ ۝ إِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فليَنْظُرِ
الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ
بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝
يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝

بخش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع

قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں روشن ہونے والے کی ○ تجھے معلوم بھی ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے ○ وہ روشن ستارہ ہے ○ کوئی ایسا نہیں جس پر نگہبان فرشتہ نہ ہو ○ انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ○ وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے ○ جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے ○ چبک وہ اسی پھیر لانے پر یقیناً قدرت رکھنے والا ہے ○ جس دن پوشیدہ عہد مکمل پڑیں گے ○ تو نہ کوئی زور چلے نہ کوئی مددگار ہو ○

تخلیق انسان ☆ ☆ (آیت ۱-۱۰) اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور ان کے روشن ستاروں کی قسم کھاتا ہے۔ طارق کی تفسیر چمکتے ستارے سے کی ہے جب یہ ہے کہ دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کو ظاہر ہو جاتے ہیں۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی اپنے گھبرات کے وقت بے خبر آجائے یہاں بھی لفظ طارق ہے آپ کی ایک دعا میں بھی طارق کا لفظ آیا ہے حاقب کہتے ہیں چمکیلے اور روشنی والے کو جو شیطان پر گرتا ہے اور اسے جلا دیتا ہے۔ ہر شخص پر خدا کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہے جو اسے آفات سے بچاتا ہے جیسے اور جگہ ہے کہ لَمْ تُعْقِبَتْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ اے پیچھے سے باری باری آنے والے فرشتے مقرر ہیں جو خدا کے علم سے بندے کی حفاظت کرتے ہیں۔ پھر انسان کی ضعیفی کا بیان ہو رہا ہے کہ دیکھو تو اس کی اصل کیا ہے؟ اور گویا اس میں نہایت باریکی کے ساتھ قیامت کا یقین دلایا گیا ہے کہ جو ابتدائی پیدائش پر قادر ہے وہ لوٹانے پر قادر کیوں نہ ہوگا؟

جیسے فرمایا هُوَ الَّذِي يُبْدِئُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ یعنی جس نے پہلے پیدا کیا وہ ہی دوبارہ لوٹائے گا اور یہ اس

پر بہت ہی آسان ہے انسان اچھلنے والے پانی یعنی عورت مرد کی نمی سے پیدا کیا گیا ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کی چھاتی سے نکلتی ہے عورت کا یہ پانی زرد رنگ کا اور پتلا ہوتا ہے اور دونوں سے بچی پیدا آتش ہوتی ہے۔ تراب کہتے ہیں ہار کی جگہ کو مومڑوں سے لے کر سینے تک کو بھی کہا گیا ہے اور زخروں سے لے کر بچے کو بھی کہا گیا ہے اور چھاتیوں سے اوپر کے حصہ کو بھی کہا گیا ہے اور نیچے کی طرف چار ہلیوں کو بھی کہا گیا ہے اور دونوں چھاتیوں اور دونوں پیروں اور دونوں آنکھوں کے درمیان کو بھی کہا گیا ہے دل کے نیچہ کو بھی کہا گیا ہے سینہ اور پیٹھ کے درمیان کو بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اس کے لوثانے پر قادر ہے یعنی نکلے ہوئے پانی کو اس کی جگہ واپس پہنچا دینے پر اور یہ مطلب کہ اسے دوبارہ پیدا کر کے آخرت کی طرف لوثانے پر بھی پھینکا تو لی ہی اچھا ہے اور یہ دلیل کئی مرتبہ بیان ہو چکی ہے۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے دن پوشیدہ گیاں کھل جائیں گی راز ظاہر ہو جائیں گے عہد اشکارا ہو جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر بندہ اگر رانوں کے درمیان اس کے خدر کا جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور اعلان ہو جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غدار ہے اس دن تو خود انسان کو کوئی قوت حاصل ہوگی نہ اس کا مددگار کوئی اور کھڑا ہوگا یعنی تو خود اپنے تئیں عذابوں سے بچا سکے گا نہ کوئی اور ہوگا جو اسے خدا کے عذابوں سے بچا سکے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ

فَصْلٌ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝

وَأَكِيدُ كَيْدًا ۝ فَمَهْلُ الْكَافِرِينَ أَمَهُمْ رَوِيدًا ۝

بارش والے آسمان کی قسم ۝ اور پھٹنے والی زمین کی قسم ۝ بیشک یہ قرآن البتہ دلوک فیصلہ کرنے والا کام ہے ۝ یہ ٹہنی کی اور بے فائدہ تہ نہیں ۝ البتہ کا مفرداؤ گمات میں ہیں ۝ اور میں بھی داؤ کر رہا ہوں ۝ تو کافروں کو مہلت دے انہیں تھوڑے دنوں چھوڑ دے ۝

صدافت قرآن کا ذکر: ☆☆ (آیت: ۱۱-۱۲) رجوع کے معنی بارش کے بادل بارش والے کے برسنے کے ہر سال ہندوں کی روزی لوثانے کے جس بغیر یہ اور ان کے جانور ہلاک ہو جائیں سورج چاند اور ستاروں کے ادھر ادھر لوٹنے کے مروی ہیں زمین پھٹتی ہے دانے گھاس چارہ نکلتا ہے۔ یہ قرآن حق ہے عدل کا حکم ہے کوئی عذر قصہ باتیں نہیں کافرا سے جھٹلاتے ہیں اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں طرح طرح کے مکر و فریب سے لوگوں کو خلاف قرآن پر آگساتے ہیں تو اسے نبی انہیں ذرا سی ذمیل دے پھر عفریب دیکھ لے گا کہ کیسے کیسے بدترین عذابوں میں یہ پکڑے جاتے ہیں جیسے اور جگہ سے نَمَتَعُهُمْ فَلْيَلَا تُمَ نَضَطَّرُّهُمْ اِلٰی عَذَابٍ غَلِيظٍ یعنی ہم انہیں کچھ ہلکی سا فائدہ دیں گے پھر نہایت سخت عذاب کی طرف انہیں بے بس کر دیں گے۔ الحمد للہ سورۃ طارق کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الاعلیٰ

اس سورت کے کئی ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے جو صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت معصب بن عمیرؓ اور حضرت ابن مکتومؓ آئے ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا پھر حضرت عمارؓ حضرت بلالؓ حضرت سعیدؓ آئے پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ میں صحابیوں کو لے کر آئے میں نے نہیں دیکھا کہ اہل مدینہ کسی چیز پر اس قدر خوش ہوئے ہوں جیسے اس پر خوش ہوئے یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور نابالغ لڑکے بھی پکاراٹھے کہ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ آپ تعریف لائے آپ کے آنے سے پہلے ہی میں نے یہ سورت سَبَّحِ اسْمُ اِی جیسی اور سورتوں کے

ساتھ یاد کر لی تھی۔ مسند احمد میں ہے کہ یہ سورت حضورؐ کو بہت محبوب تھی۔

صحیحین کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تو نے سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی اور وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا اور وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟ مسند احمد میں مروی ہے کہ حضور رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی اور هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْعَاصِيَةِ دونوں عید کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ والے دن اگر عید ہوتی تو عید میں اور جمعہ میں دونوں میں انہی دونوں سورتوں کو پڑھتے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں بھی ہے ابن ماجہ وغیرہ میں بھی مروی ہے۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وتر نماز میں رسول اللہ ﷺ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ سورۃ معوذہ تین یعنی قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ بھی پڑھتے تھے یہ حدیث بھی بہت سے صحابیوں سے بہت سے طریق کے ساتھ مروی ہے ہمیں اگر کتاب کے مطول ہو جانے کا خوف نہ ہو تا تو ان سندوں کو اور ان تمام راویوں کے الفاظ کو جہاں تک میسر ہوئے وارد کرتے لیکن جتنا کچھ اختصار کے ساتھ بیان کر دیا یہ بھی کافی ہے واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسُوَّىٰ ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ۝ وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝ فَجَعَلَهُ غُثًا أَحْوٰی ۝

بخش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع

اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کرو ۝ جس نے پیدا کیا اور صحیح سالم بنایا ۝ اور جس نے تقدیر مقرر کی پھر راہ دکھائی ۝ اور جس نے تازہ گھاس پیدا کی پھر اس نے کھا کر سیاہ کوڑا کر دیا ۝

(آیت: ۱-۵) مسند احمد میں ہے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے تم اپنے رکوع میں کرو ۵ جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی اتری تو آپ نے فرمایا اسے اپنے سجدے میں کرو۔ ابوداؤد وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی پڑھتے تو کہتے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰی۔ حضرت علیؓ سے بھی یہ مروی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ مروی ہے اور آپ جب لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ پڑھتے اور آخری آیت الْيَسِّ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ يُخَيِّصَ الْمَوْتٰی پر پہنچتے تو فرماتے سُبْحَانَكَ وَبِکَی اللہ تعالیٰ یہاں ارشاد فرماتا ہے اپنے بلند یوں والے پرورش کرنے والے خدا کے پاک نام کی پاکیزگی اور تسبیح بیان کرو جس نے تمام مخلوق رچائی اور سب کو اچھی بہت بخشی انسان کو سعادت شقاوت کی رونمائی کی جانور کو جو کچھ چھتے وغیرہ کی جیسے اور جگہ ہے رَبَّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدٰی یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدا آتش عطا فرمائی پھر رہبری کی۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ زمین آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے خدائے تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تقدیر لکھی اس کا عرض پانی پر تھا جس نے ہر قسم کے نباتات اور کھیت نکالے پھر ان سرسبز چاروں کو خشک اور سیاہ رنگ کر دیا۔ بعض عارفان کلام عرب نے کہا ہے کہ یہاں بعض الفاظ جو ذکر میں موخر ہیں غنی کے لحاظ سے مقدم ہیں یعنی مطلب یہ ہے کہ جس نے گھاس چارہ سبز رنگ سیاہی

مائل پیدا کیا پھر اسے خشک کر دیا گویا معنی بھی بن سکتے ہیں لیکن کچھ زیادہ ٹھیک نظر نہیں آتے کیونکہ مفسرین کے اقوال کے خلاف ہیں۔

سَنُقَرِّكَ فَلَا تَنْسَى ۝۱۱ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ اِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰی ۝۱۲ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰی ۝۱۳ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی ۝۱۴ سَيَذَكِّرْ مَنْ يَخْشٰی ۝۱۵ وَيَتَجَبَّهٗا الْاَشْقٰی ۝۱۶ الَّذِیْ یَصْلٰی الشَّارَکُ الْکُذْبٰی ۝۱۷ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ۝۱۸

ہم تجھے پڑھائیں گے پھر تو نہ بھولے گا ۱۱ مگر جو کچھ اللہ چاہے وہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے ۱۲ ہم تجھے سچا کج آسانی تک پہنچا دیں گے ۱۳ تو تو نصیحت کرتا رہ اگر نصیحت کچھ فائدہ دے ۱۴ ذرا نہ والے تو عبرت حاصل کر لیں گے ۱۵ ہاں یہ بد بخت لوگ اس سے دور رہ جائیں گے ۱۶ جو بڑی آگ میں جائیں گے ۱۷ جہاں پھر نہ وہ مریں گے نہ جنمیں گے ۱۸

(آیت ۶-۱۳) پھر فرماتا ہے کہ تجھے ہم اے محمد ﷺ ایسا پڑھائیں گے جسے تو بھولے نہیں ہاں اگر خود خدا کوئی آیت بھلا دینا چاہے تو اور بات ہے۔ امام ابن جریر تو اسی مطلب کو پسند کرتے ہیں اور مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جو قرآن ہم تجھے پڑھاتے ہیں اسے نہ بھولے ہاں جسے ہم خود منسوخ کر دیں اس کی اور بات ہے۔ خدا پر بندوں کے چھپے کئے اعمال احوال عقائد سب ظاہر ہیں ہم تجھ پر بھلائی کے کام اچھی باتیں شرعی امور آسان کر دیں گے نہ ان میں کبھی ہوگی نہ سختی نہ جرم ہوگا۔ تو نصیحت کرتا رہ اگر نصیحت فائدہ دے دے اس سے معلوم ہوا کہ نالائقوں کو نہ سکھانا چاہئے جیسے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر تم دوسروں کے ساتھ وہ باتیں کرو گے جو ان کی عقل میں نہ آسکیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمہاری بھلی باتیں ان کے لئے بری بن جائیں گی اور باعث فتنہ ہو جائیں گی بلکہ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات چیت کر دتا کہ لوگ اللہ رسول کو نہ جھٹلائیں۔

پھر فرمایا کہ اس سے نصیحت وہ حاصل کرے گا جس کے دل میں خدا کا خوف ہے جو اس کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے اور اس سے وہ عبرت نصیحت حاصل نہیں کر سکتا جو بد بخت ہو جو جہنم میں جانے والا ہو جہاں نہ تو راحت کی زندگی ہے نہ بھلی موت ہے بلکہ وہ دائمی عذاب اور تیشگی کی برائی ہے اس میں طرح طرح کے عذاب اور بدترین سزائیں ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ جو اصلی جہنمی ہیں انہیں تو نہ تو موت آئے نہ کارآمد زندگی ملے ہاں جن کے ساتھ خدا کا ارادہ رحمت کا ہے وہ آگ میں گرتے ہی جل کر مر جائیں گے پھر سفارشی لوگ جائیں گے اور ان کے ذمہ جہنم الاائیں گے پھر نہ حیات میں ڈال دیئے جائیں گے جنتی نہروں کا پانی ان پر ڈالا جائے گا اور اس طرح جی انہیں گے جس طرح دانہ نالی کے کنارے کوڑے پر آگ آتا ہے کہ پہلے سبز ہوتا ہے پھر زرد پھر ہرا۔ لوگ کہنے لگے حضور تو اس طرح بیان فرماتے ہیں جیسے آپ جنگل سے واقف ہوں یہ حدیث مختلف الفاظ سے بہت سی کتاب میں مروی ہے۔ قرآن کریم میں اور جگہ وارد ہے وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَيْثُكَ یعنی جہنمی لوگ پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک داروغہ جہنم خدا سے کہہ دو ہمیں موت دے دے جواب ملے گا تم تو اب اسی میں پڑے رہنے والے ہو اور جگہ ہے لَا يُقْضٰی عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوْا رَیثُ، یعنی نہ تو ان کو موت آئے گی نہ عذاب کم ہوں گے اور بھی اس معنی کی آیتیں ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۖ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝۱۵
 بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ ۚ وَأَبْقَى ۝۱۶
 هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۖ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ۝۱۷

بچک ان لوگوں نے فلاح پالی جو پاک ہو گئے ۝ اور جنہوں نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتے رہے ۝ لیکن تم تو دنیا کا جیتنا سامنے رکھتے ہو ۝ اور آخرت بہت بہتر اور بہت بڑی ہے ۝ یہ باتیں پہلی کتابوں میں بھی ہیں ۝ ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں بھی ۝

جس نے صلوٰۃ کو بروقت ادا کیا: ☆ ☆ (آیت: ۱۴-۱۹) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے رذیل اخلاق سے اپنے تئیں پاک کر لیا، احکام اسلام کی تابعداری کی، نماز کو ٹھیک وقت پر قائم رکھا، صرف خداے تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کی خوشنودی کے طلب کرنے کے لئے اس نے نجات اور فلاح پالی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے واحد لا شریک ہونے کی گواہی دے، اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے اور میری رسالت کو مان لے اور پانچوں وقت کی نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرے وہ نجات پا گیا (بزار)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے مراد پانچ وقت کی نماز ہے۔ حضرت ابو العالیہؓ نے ایک مرتبہ ابوخلدہ سے فرمایا کہ کل جب عید گاہ جاؤ تو مجھ سے ملے جانا، جب میں گیا تو مجھ سے کہا کچھ کھالیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا نہ کچھ ہو؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا ذکوۃ فطر ادا کر چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا بس یہی کہنا تھا کہ اس آیت میں یہی مراد ہے۔ اہل مدینہ فطر سے اور پانی پلانے سے افضل اور کوئی صدقہ نہیں جانتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی لوگوں کو فطرہ ادا کرنے کا حکم کرتے پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے۔ حضرت ابو الاحوصؓ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی نماز کا ارادہ کرے اور کوئی سائل آجائے تو اسے خیرات دے دے پھر یہی آیت پڑھی۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں اس نے اپنے مال کو پاک کر لیا اور اپنے رب کو راضی کر لیا۔ پھر ارشاد ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دے رہے ہو اور ذرا اصل تمہاری مصلحت تمہارا نفع اخروی زندگی کو دینی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے، دنیا ذیل بنے فانی ہے، آخرت شریف ہے، باقی ہے۔ ایک عاقل ایسا نہیں کر سکتا کہ فانی کو باقی پر اختیار کر لے اور اس کے انتظام میں پڑ کر اس کے اہتمام کو چھوڑ دے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر آخرت میں نہ ہو، دنیا اس کا مال ہے جس کا مال وہاں نہ ہو، اس کے جمع کرنے کے پیچھے وہ لگتے ہیں جو بیوقوف ہوں۔

ابن جریر میں ہے کہ حضرت عرفہ ثقفیؓ اس سورت کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے تو تلاوت چھوڑ کر اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ کچھ ہے ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی، لوگ خاموش رہے تو آپ نے فرمایا کہ اس لئے ہم دنیا کے گرویدہ ہو گئے کہ یہاں کی زینت کو یہاں کی عورتوں کو یہاں کے کھانے پینے کو ہم نے دیکھ لیا، آخرت نظروں سے اوجھل ہے تو ہم نے اس سامنے والی کی طرف توجہ کی اور اس دور والی سے آنکھیں پھیر لیں۔ یا تو یہ فرمان حضرت عبد اللہ کا بطور تواضع کے ہے یا جنس انسان کی بابت فرماتے ہیں واللہ اعلم۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس نے دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت سے محبت رکھی اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا، تم اے لوگو باقی رہنے والی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو (مسند احمد)۔

بمحر فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی یہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہ سب بیان ان صحیفوں میں بھی تھا (بزار)
 نسائی میں حضرت عباسؓ سے یہ مروی ہے اور جب آیت وَإِذْ أَهَمُّمُ الَّذِي وَفَى نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس سے مراد ایک کا بوجھ دوسرے کو
 نہ اٹھانا ہے۔ سورۃ نجم میں ہے أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ آخِرَىٰ مِمَّا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ آخِرَىٰ مِمَّا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ آخِرَىٰ مِمَّا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ
 بھی تھے اسی طرح یہاں بھی مراد سُبْحِ اسْمِ کی یہ آیتیں ہیں بعض نے پوری سورت کہی ہے بعض نے قَدْ أَفْلَحَ سے ابقی تک کہا ہے
 زیادہ قوی بھی یہی قول معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ سورۃ سُبْحِ کی تفسیر ختم ہوئی واللہ الحمد والمنہ وبہ التوفیق والعصمہ۔

تفسیر سورۃ الغاشیہ

یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سُبْحِ اسْمِ اور غاشیہ کو نماز عیدین اور جمعہ میں پڑھتے تھے۔ موطا امام مالک میں
 ہے کہ جمعہ کے دن پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ اور دوسری میں هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ پڑھتے تھے (ابوداؤد) صحیح مسلم ابن ماجہ اور نسائی
 میں بھی یہ حدیث ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝
عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلِي نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ
أَنِيةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ ۝ لَا يَسْمَنُ
وَلَا يُغْنِي عَنْهُ جُوعٌ ۝

اللہ تعالیٰ رحمان ورحیم کے نام سے شروع

کہا تھے بھی چھپا لینے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے؟ ۝ اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے ۝ جو مل کرنے والے غنیمتیں اٹھانے والے تھے ۝ جو دکھی ہوئی
 آگ میں جائیں گے ۝ جو نہایت گرم خشمے کا پانی پائے جائیں گے ۝ ان کے لئے سوائے کانٹوں دار درخت کے اور کچھ کھانا نہ ہوگا ۝ جو نہ بدن بڑھانے نہ
 بھوک مٹائے ۝

سب کو ڈھانپنے والی حقیقت: ☆ ☆ (آیت: ۱-۷) غاشیہ قیامت کا نام ہے اس لئے کہ وہ سب پر آئے گی سب کو گھیرے ہوئے ہو
 گی اور ہر ایک کو ڈھانپ لے گی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہیں جا رہے تھے کہ ایک عورت کے قرآن پڑھنے کی آواز آئی
 آپ کھڑے ہو کر سننے لگے اس نے یہی آیت هَلْ أَتَاكَ پڑھی یعنی کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی قیامت کی بات پہنچی ہے؟ تو آپ
 نے جو فرمایا نَعَمْ قَدْ جَاءَ نَبِيٌّ یعنی ہاں میرے پاس پہنچ چکی ہے۔ اس دن بہت سے لوگ ذلیل چہروں والے ہوں گے، پستی ان پر
 برس رہی ہوگی ان کے اعمال غارت ہو گئے ہوں گے بڑے بڑے اعمال کئے تھے سخت تکلیفیں اٹھائی تھیں وہ آج بھڑکتی ہوئی آگ میں
 داخل ہو گئے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ایک خانقاہ کے پاس سے گذرے وہاں کے راہب کو آواز دی وہ حاضر ہوا آپ اسے دیکھ کر روئے۔
 لوگوں نے پوچھا حضرت کیا بات ہے؟ تو فرمایا اسے دیکھ کر یہ آیت یاد آگئی کہ عبادت ریاضت کرتے ہیں لیکن آخر جہنم میں جائیں گے۔
 حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے مراد نصرانی ہیں مگر مد اور سدئی فرماتے ہیں کہ دنیا میں گناہوں کے کام کرتے رہے اور آخرت میں

عذاب کی اور مار کی تلکیں برداشت کریں گے یہ سخت بھڑکنے والی جلتی جلتی آگ میں جائیں گے جہاں سوائے ضرب کے اور کچھ کھانے کو نہ ملے گا یہ آگ کا درخت ہے، جہنم کا پتھر ہے یہ عضویں تیل ہے اس میں زہریلے کانٹوں وار پھل لگتے ہیں یہ بدترین کھانا ہے اور نہایت ہی برا نہ بدن ہو جائے نہ بھوک منائے یعنی نہ بچنے نہ نقصان دور ہو۔

وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ لِّسَعِيَهَا رَاضِيَةٌ ۖ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاحِيَةٌ ۖ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۖ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۖ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۖ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۖ وَزُرِّيٌّ مَبْثُوثَةٌ ۖ

بہت چہرے اس دن تروتازہ اور آسودہ حال ہوں گے ○ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے ○ بلند بالا جنتوں میں ہوں گے ○ جہاں کوئی بیہودہ بات کان میں نہ پڑے گی ○ جہاں چشمے جاری ہوں گے ○ جہاں اونچے اونچے تخت ہوں گے ○ اور آپ خورے رکھے ہوئے ہوں گے ○ اور نیکے ہوں گے ایک قطار میں لگے ہوئے ○ اور اعلیٰ سندیں پھیلی پڑی ہوں گی ○

ہر طرف سلام ہی سلام: ☆ ☆ (آیت: ۸-۱۶) اوپر چونکہ بدکاروں کا بیان اور ان کے عذابوں کا ذکر ہوا تھا تو یہاں نیک کاروں اور ان کے ثوابوں کا بیان ہو رہا ہے تو فرمایا کہ اس دن بہت سے چہرے ایسے بھی ہوں گے جن پر خوشی کے اور آسودگی کے آثار ظاہر ہوں گے یہ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے جنتوں کے بلند بالا خانوں میں ہوں گے جس میں کوئی لغو بات کان میں نہ پڑے گی، جیسے فرمایا لَا تَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا اس میں سوائے سلامتی اور سلام کے کوئی بری بات نہ سنیں گے اور فرمایا لَا لَغْوَ فِيهَا وَلَا تَأْنِيًا نہ اس میں بیہودگی ہے نہ گمانہ کی باتیں۔ اور فرمایا لَا تَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْنِيًا إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا نہ اس میں فضول گوئی نہیں گے نہ بد باتیں سوائے سلام ہی سلام کے اور کچھ نہ ہوگا اس میں ہنسی ہوئی نہیں ہوں گے یہاں عمرہ اثبات کے سیاق میں ہے ایک ہی نہر مراد نہیں بلکہ جن نہر مراد ہے یعنی نہریں بہتی ہوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت کی نہریں مشک کے پہاڑوں اور مشک کے ٹیلوں سے نکلتی ہیں اس میں اونچے اونچے بلندو بالا تخت ہیں جن پر بہترین فرش ہیں اور ان کے پاس حوریں بیٹھی ہوئی ہیں، گو یہ تخت بہت اونچے اور ضخامت والے ہیں لیکن جب یہ اللہ کے دوست ان پر بیٹھنا چاہیں گے تو وہ جھک جائیں گے شراب کے بھر پور جام ادھر ادھر قرینے سے چنے ہوئے ہیں جو چاہے جس قسم کا چاہے جس مقدار میں چاہے لے لے اور پی لے اور نیکے میں ایک قطار میں لگے ہوئے اور ادھر ادھر بہترین بستریں اور فرش باقاعدہ بچھے ہوئے ہیں۔

ابن ماجہ وغیرہ میں حدیث رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کوئی ہے جو چہرہ چمکائے جنت کی تیاری کرے اس جنت کی جس کی لمبائی چوڑائی بے حساب ہے رب کعبہ کی قسم وہ ایک چمکتا ہوا نور ہے وہ ایک لہلہاتا ہوا سبزہ ہے وہ بلندو بالا محلات ہیں وہ بہتی ہوئی نہریں ہیں وہ بکثرت ریشی سطح ہیں وہ یکے یکے تیار عمرہ بھل ہیں وہ بیٹنگی والی جگہ ہے وہ سر اسر میلے جات سبزہ راحت اور نعمت ہے وہ تروتازہ بلندو بالا جگہ ہے۔ سب لوگ بول اٹھے کہ ہم سب اس کے خواہش مند ہیں اور اس کے لئے جہیز کریں گے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہو صحابہ کرام نے انشاء اللہ تعالیٰ کہا۔

رسول بنایا ہے آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا وہ کہنے لگا تلائے کس نے آسمان کو پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ نے کہا زمین کس نے پیدا کی؟ آپ نے فرمایا اللہ نے کہا ان پہاڑوں کو کس نے گاڑ دیا؟ ان میں فائدے کی چیزیں کس نے پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا اللہ نے کہا پس آپ کو قسم ہے اس اللہ کی جس نے آسمان وزمین پیدا کئے اور ان پہاڑوں کو گاڑا کیا اللہ نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں کہا آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں فرمایا اس نے سچ کہا۔ کہا اس اللہ کی آپ کو قسم ہے جس نے آپ کو بھیجا کہ کیا یہ خدا کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں کہا آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مالوں میں ہم پر زکوٰۃ فرض ہے فرمایا سچ ہے کہا آپ کو اپنے بھینچے والے اللہ کی قسم کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں کہا اور آپ کے قاصد نے ہم میں سے طاقت رکھنے والے لوگوں کو حج کا حکم بھی دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا سچ کہا وہ یہ سن کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ اس خدا کے واحد کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے نہ میں ان پر کچھ زیادتی کروں نہ ان میں کوئی کمی کروں نبی ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ اس نے کہا میں ضحام بن ثعلبہ ہوں بنو سعد بن مکر کا بھائی۔ ابویعلیٰ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اکثر یہ حدیث سنایا کرتے تھے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک عورت پہاڑ پر تھی اس کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا یہ عورت بکریاں چرا کرتی تھی اس کے لڑکے نے اس سے پوچھا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے پوچھا میرے اباجی کو کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے پوچھا مجھے؟ کہا اللہ نے پوچھا آسمان کو؟ کہا اللہ نے پوچھا زمین کو؟ کہا اللہ نے پوچھا پہاڑوں کو؟ بتلایا کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ بچے نے پھر سوال کیا کہ اچھا ان بکریوں کو کس نے پیدا کیا؟ ماں نے کہا انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ بچے کے منہ سے بے احتیاء لگا کہ خدا تعالیٰ بڑی شان والا ہے اس کا دل عظمت خدا سے بھر گیا وہ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا اور پہاڑ پر سے گر پڑا نکلے نکلے ہو گیا۔ ابن دینار فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ بھی یہ حدیث ہم سے اکثر بیان فرمایا کرتے تھے اس حدیث کی سمحان میں عبد اللہ بن جعفر مدنی ضعیف ہیں۔

عمام ابی بن مدینی جو ان کے صاحبزادے اور جرح و تعدیل کے امام ہیں وہ انہیں کہنے اپنے والد کو ضعیف بتلاتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اسے نبی تم تو اللہ کی رسالت کی تبلیغ کیا کرؤ تم پر صرف بلاغ ہے حساب ہمارے ذمہ ہے آپ ان پر مسلط نہیں ہیں بجر کرنے والے نہیں ہیں ان کے دلوں میں آپ ایمان پیدا نہیں کر سکتے آپ انہیں ایمان لانے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں جب وہ اسے کہہ لیں تو انہوں نے اپنے جان و مال مجھ سے بچا لے کر حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ مسلم ترمذی مند وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے مگر وہ جو منہ موزے اور کفر کرے یعنی نہ عمل کرے نہ ایمان لائے نہ اقرار کرے جیسے فرمان ہے فَلَا صَدُوقَ وَلَا ضَلٰی وَلَٰكِنْ كَذٰبٌ وَتَوَلٰی نہ تو سچایا نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا اسی لئے اسے بہت بڑا عذاب ہوگا۔ ابوامامہ باہلی حضرت خالد بن زید بن معاویہؓ کے پاس گئے تو کہا کہ تم نے نبی ﷺ سے جو آسانی سے آسانی والی حدیث سنی ہو اسے مجھے سناتو آپ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ تم میں سے ہر ایک جنت میں جائے گا مگر وہ جو اس طرح کی سرکشی کرے جیسے شریار اونٹ اپنے مالک پر کرتا ہے (مسند احمد)

ان سب کا لوٹنا ہماری ہی جانب ہے اور پھر ہم ہی ان سے حساب لیں گے اور انہیں بدلہ دیں گے نیکی کا نیک بدلہ بدی کا بد۔

سورۃ غاشیہ کی تفسیر ختم ہوئی واللہ الحمد والمہ۔

تفسیر سورۃ الفجر

(تفسیر سورۃ الفجر) نسائی شریف میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی ایک شخص آیا اور جماعت میں شامل ہو گیا، حضرت معاذ نے نماز میں قرات لمبی کی، اس نے مسجد کے ایک گوشے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر فارغ ہو کر چلا گیا۔ حضرت معاذ کو بھی یہ واقعہ معلوم ہوا تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آ کر بطور شکایت یہ واقعہ بیان کیا آپ نے اس جوان کو بلا کر پوچھا تو اس نے کہا حضور میں کیا کرتا میں ان کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا انہوں نے لمبی قرات شروع کی تو میں نے گھوم کر مسجد کے کونے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر اپنی انہی کو چارہ ڈالا آپ نے فرمایا یہ عاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے تو ان سورتوں سے کہاں ہے؟ سبح اسم ربك الاعلیٰ والشمس وضحاها، والفجر، واللیل اذا بغشی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۝
هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حَبْرِ ۝ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ
بِعَادِ ۝ أَرَمَ ذَاتَ الْعِمَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي
الْبِلَادِ ۝ وَتُمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخِرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي
الْأَوْتَادِ ۝ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَاكْثُرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ
عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ إِنَّ رَبَّكَ لَبِاِلْمِرْصَادِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا ہے

قسم ہے فجر کی ○ اور دس راتوں کی ○ اور جنت اور طاق کی ○ اور رات کی جب وہ چلنے لگے ○ کہ ان میں عقل مند کے واسطے کافی قسم ہے؟ ○ کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے عادیوں کے ساتھ کیا کیا ○ ارم والے عادی جو بلند قامت تھے ○ جن جیسے لوگ دوسرے شہروں میں پیدا نہیں کئے گئے ○ اور تُمودوں کے ساتھ جنہوں نے وادی میں بڑے بڑے پتھر تراشے تھے ○ اور فرعون کے ساتھ جو بنیوں والا تھا ○ ان سبھوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا ○ اور بہت فساد مچا رکھا تھا ○ آخر تیرے رب نے ان سب پر عذاب کا کوزہ ابرسا یا ○ یقیناً تیرا رب گمات میں ہے ○

شفع اور وتر سے کیا مراد ہے اور قوم عاد کا قصہ: ☆ ☆ (آیت: ۱-۱۳) فجر تو شخص جانتا ہے یعنی صبح اور یہ مطلب یہی ہے کہ بقرہ عید کے دن کی صبح اور یہ مراد بھی ہے کہ صبح کے وقت کی نماز اور پورا دن اور دس راتوں سے مراد ذی الحجہ مہینے کی پہلی دس راتیں چنانچہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ کوئی عبادت ان دس دنوں کی عبادت سے افضل نہیں لوگوں نے پوچھا اللہ کی راہ کا جہاد بھی نہیں؟ فرمایا یہ بھی نہیں مگر وہ شخص جو جان مال لے کر نکلا اور پھر کچھ بھی ساتھ لے کر نہ پلٹا بعض نے کہا ہے محرم کے پہلے دس دن مراد ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رمضان شریف کے پہلے دس دن، لیکن صحیح قول پہلا یہ ہے یعنی ذی الحجہ کی شروع کی دس راتیں مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ عشر سے مراد عید الاضحیٰ کے دس دن ہیں اور وتر سے مراد عرفہ کا دن ہے اور شفیع سے

مراقربانی کا دن ہے اس کی اسناد میں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن متن میں نکارت ہے واللہ اعلم۔ وتر سے مراد عرفے کا دن یہ نویں تاریخ ہوتی ہے توشفع سے مراد دسویں تاریخ یعنی بقرہ عید کا دن ہے وہ طاق ہے یہ جفت ہے۔ حضرت واصل بن سائب نے حضرت عطاءؓ سے پوچھا کہ کیا وتر سے مراد یہی وتر نماز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، شفع عرفہ کا دن ہے اور وتر عید الاضحیٰ کی رات ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ شفع کیا ہے اور وتر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا فَشَعْنٌ تَعَجَّلُ فِيْهِ يَوْمَئِذٍ میں جو دو دن کا ذکر ہے وہ شفع ہے اور مَنْ تَأَخَّرَ میں جو ایک دن ہے وہ وتر ہے آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایام تشریف کا اور میانہ دن شفع ہے اور آخری دن وتر ہے۔

صحیحین کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کے ایک کم ایک سو نام ہیں جو انہیں یاد کر لے جتنی ہے وہ وتر ہے وتر کو دوست رکھتا ہے۔ زید بن اسلمؓ فرماتے ہیں اس سے مراد تمام مخلوق ہے اس میں شفع بھی ہے اور وتر بھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخلوق شفع اور اللہ وتر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع صبح کی نماز ہے اور وتر مغرب کی نماز ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع سے مراد جوڑ جوڑ اور وتر سے مراد اللہ عز و جل جیسے آسان زمین تری خشکی جن انس سورج چاند وغیرہ۔ قرآن میں ہے وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ہم نے ہر چیز کو جوڑ پیدا کیا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کر لو یعنی جان لو کہ ان تمام چیزوں کا خالق اللہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد گنتی ہے جس میں جفت بھی ہے اور طاق بھی ہے۔ ایک حدیث میں ہے شفع سے مراد دو دن ہیں اور وتر سے مراد تیسرا دن۔ یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے جو اس سے پہلے گذر چکی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد نماز ہے کہ اس میں شفع ہے جیسے صبح کی دو ظہر عصر اور عشاء کی چار اور وتر ہے جیسے مغرب کی تین رکتیں جو دوں کے وتر ہیں اور اسی طرح آخری رات کا وتر ایک مرفوع حدیث میں مطلق نماز کے لفظ کے ساتھ مروی ہے بعض صحابہ سے فرض نماز مروی ہے لیکن یہ مرفوع حدیث زیادہ ٹھیک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ پر موقوف ہے واللہ اعلم۔ امام ابن جریر نے ان آٹھ نو اقوال میں سے کسی کو فیصل قرار نہیں دیا۔ پھر فرماتا ہے رات کی قسم جب جانے لگے اور یہ بھی معنی کئے

گئے ہیں کہ جب آنے لگے بلکہ معنی یہی زیادہ مناسب اور الفجر سے زیادہ مناسب رکھتے ہیں فجر کہتے رات کے جانے کو اور دن کے آنے کو تو یہاں رات کا آنہ اور دن کا جانا مراد ہو گا جیسے وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ میں مکرّمہ فرماتے ہیں مراد روز لفظ کی رات ہے۔ حجر سے مراد عقل ہے حجر کہتے ہیں روک کو چونکہ عقل بھی غلط کاریوں اور جھوٹی باتوں سے روک دیتی ہے اس لئے اسے عقل کہتے ہیں، عظیم کو بھی حجر اہست اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ طواف کرنے والے کو کعبۃ اللہ کی شامی دیوار سے روک دیتا ہے اسی سے ماخوذ ہے حجر یمانہ اور اسی لئے عرب کہتے ہیں حَجَرُ الْحَاكِمِ عَلَى فَلَانٍ جبکہ کسی شخص کو بادشاہ تصرف سے روک دے اور کہتے ہیں کہ حَجَرًا مُحْجُورًا تو فرماتا ہے کہ ان میں عقل مندوں کے لئے قابل عبرت قسم ہے کہیں تو قسمیں ہیں عبادتوں کی کہیں عبادت کے وقتوں کی جیسے حج نماز وغیرہ کہ جن سے اس کے نیک بندے اس کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کرتے ہیں اور اس کے سامنے اپنی پستی اور خود فراموشی ظاہر کرتے ہیں جب ان پر بیزگار نیک کار لوگوں کا اور ان کی عاجزی اور تواضع کا خشوع خشوع کا ذکر کیا تو اب ان کے ساتھ ہی ان کے خلاف جو سرکش اور بدکار لوگ ہیں ان کا ذکر ہو رہا ہے تو فرماتا ہے کہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو غارت کر دیا جو کہ سرکش اور متکبر تھے اللہ کی نافرمانی رسول کی تکذیب اور بدیوں پر جھک پڑے تھے۔ ان میں خدا کے رسول حضرت ہود علیہ السلام آئے تھے یہ عادات عالی ہیں جو عادیں ارم بن سام بن نوح کی اولاد میں تھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایماندار کو نجات دے دی اور باقی کے ایمانوں کو تیز و تند خونخاک اور ہلاک آفریں ہواؤں سے ہلاک کیا سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ غضب ناک آندھی چلتی رہی اور یہ سارے کے سارے اس طرح

غارت ہو گئے کہ ان کے سرا لگ تھے اور دھڑا لگ تھے ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہا جس کا مفصل بیان قرآن کریم میں کئی جگہ ہے۔

سورۃ الحاقہ میں بھی بیان ہے اِزْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ یہ عادی تفسیر بطور عطف بیان کے لئے تاکہ بخوبی وضاحت ہو جائے کہ یوگ مضبوط اور بلند ستونوں والے گھروں میں رہتے تھے اور اپنے زمانے کے اور لوگوں سے بہت بڑے تن و توش والے قوت و طاقت والے تھے اسی لئے حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا وَ اَذْكُرُوا اِذْ جَعَلْنٰكُمْ خُلَفَاءَ اِیْیَادِکُمْ وَ خُذُوکُمْ خُذَیْنٌ لِّکُمْ اَنْتُمْ اَنْتُمْ قَوْمٌ نَّوْحَ کہ بعد زمین پر غلطیہ بنایا ہے اور تمہیں جسمانی کشادگی پوری دی ہے تمہیں چاہئے کہ خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد ہی بن کر نہ رہو۔ اور جگہ ہے کہ عادیوں نے ناحق زمین میں سرکشی کی اور بول اٹھے کہ ہم سے زیادہ قوت والا اور کون ہے؟ کیا وہ بھول گئے کہ ان کا پیدہ کر نے والا ان سے بہت ہی بزرگ طاقت و قوت والا ہے۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اس قبیلے جیسے طاقتور اور شہروں میں نہ تھے بڑی طویل القامت قوی الحسبہ ارم ان کا دار السلطنت تھا انہیں ستونوں والے کہا جاتا تھا اس لئے بھی کہ یہ لوگ بہت دراز قد تھے بلکہ صحیح وہ یہی ہے مثلاً کی ضمیر کا مرجع عِمَاد بتلایا گیا ہے ان جیسے اور شہروں میں نہ تھے یہ اتھاف میں بنے ہوئے لمبے لمبے ستون تھے اور بعض نے ضمیر کا مرجع قبیلہ بتلایا ہے یعنی اس قبیلے جیسے لوگ اور شہروں میں نہ تھے اور یہی قول ٹھیک ہے اور اگلا قول ضعیف ہے اسی لئے بھی کہ یہی مراد ہوئی تو لَمْ یَجْعَلْ کہا جاتا نہ کہ لَمْ یُخْلَقْ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان میں اس قدر زور و طاقت تھی کہ ان میں کا کوئی اثمد اور ایک بڑی ساری چٹان لے کر کسی قبیلے پر پھینک دیتا تو پتھر سے سب کے سب دب کر مر جاتے۔ حضرت ثور بن زید ویلی فرماتے ہیں میں نے ایک ورق پر یہ لکھا ہوا پڑھا ہے کہ میں شداہ بن عادیوں میں نے ستون بلند کئے ہیں میں نے ہاتھ مضبوط کئے ہیں میں نے سات ذراع کے خزانے جمع کئے ہیں جو امت محمد ﷺ لکا لگی اغرض خواہیوں کہو کہ وہ عمدہ اونچے اور مضبوط مکانوں والے تھے خواہیوں کہو کہ وہ بلند و بالا ستونوں والے تھے یا یوں کہو کہ وہ بہترین ہتھیاروں والے تھے یا یوں کہو لمبے لمبے قد والے تھے مطلب یہ ہے کہ ایک قوم تھی جن کا ذکر قرآن کریم میں کئی جگہ نمود یوں کے ساتھ آچکا ہے یہاں بھی اسی طرح عادیوں اور نمود یوں کا دونوں کا ذکر ہے واللہ اعلم۔

بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ اِزْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ایک شہر ہے یا قودمش یا اسکندریہ لیکن یہ قول ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ عبارت کا ٹھیک مطلب نہیں بنتا کیونکہ یا تو یہ بدل ہو سکتا ہے یا عطف بیان دوسرے اس لئے بھی کہ یہاں یہ بیان مقصود ہے کہ ہر ایک سرکش قبیلے کو خدا نے برباد کیا جن کا نام عادی تھا نہ کسی شہر کو میں نے اس بات کو یہاں اس لئے بیان کر دیا ہے تاکہ جن مفسرین کی جماعت نے یہاں یہ تفسیر کی ہے ان سے کوئی شخص دھوکے میں نہ پڑ جائے وہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہے دوسری چاندی کی اس کے مکانات باغات محلے وغیرہ سب چاندی سونے کے ہیں کنکر ٹونو اور جواہر ہیں منی ملک ہے نہریں بہہ رہی ہیں پھل تیار ہیں کوئی رہنے سہنے والا نہیں درود یواری خالی ہیں کوئی ہاں ہوں کرنے والا بھی نہیں یہ شہر منتقل ہوتا رہتا ہے کبھی شام میں کبھی یمن میں کبھی عراق میں کبھی کہیں کبھی وغیرہ۔ یہ سب خرافات جو اسرائیل کی ہیں ان کے بدونیوں نے یہ گھڑنت گھڑی ہے تاکہ جاہلوں میں باتیں بنائیں۔ جلی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اپنے گم شدہ اونٹوں کو ڈھونڈ رہا تھا کہ جنگل بیابان میں اس نے اسی صفت کا ایک شہر دیکھا اور اس میں گیا گھوما پھر لوگوں سے آ کر ذکر کیا لوگ بھی وہاں گئے لیکن پھر کچھ نظر نہ آیا۔

ابن ابی حاتم نے یہاں ایسے قصے بہت سے لمبے چوڑے نقل کئے ہیں یہ حکایت بھی صحیح نہیں اور اگر یہ اعرابی والا قصہ سند صحیح مان لیں تو ممکن ہے کہ اسے ہوس اور خیال ہو اور اپنے خیال میں اس نے یہ نقشہ جمالیایا ہو اور خیالات کی جھلکی اور عقل کی کم نے اسے یقین دلادیا ہو

کہ وہ صحیح طور پر یہی دیکھ رہا ہے اور فی الواقع یوں بھی ہو۔ ٹھیک اسی طرح جو جاہل حریض اور خیالات کے کچے ہوں سمجھتے ہیں کہ کسی خاص زمین سے ملنے چاندی کے پل ہیں اور قسم قسم کے جواہر یا قوت تو نوا اور موتی ہیں اس کبیر کبیر ہے لیکن ایسے چند مواقع ہیں کہ وہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے مثلاً خزانے کے منہ پر کوئی اڑا ڈھابٹھا ہے کسی جن کا پہرہ ہے وغیرہ یہ سب فضول قصے اور بتاوتی باتیں ہیں انہیں گھڑ گھڑا کر بے وقوفوں اور مال کے حریصوں کو اپنے دام میں پھانس کر ان سے کچھ وصول کرنے کے لئے مکاروں نے مشہور کر رکھے ہیں پھر کبھی چلے بچھنے کے بہانے سے کبھی بنجور کے بہانے سے کبھی کسی اور طرح سے ان کے یہ مکار روپے وصول کر لیتے ہیں اور اپنا پیٹ پالتے ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ زمین سے جاہلیت کے زمانے کا یا مسلمانوں کے زمانے کا کسی کا گاڑا ہوا مال نکل آئے تو اس کا پیسہ چل جائے وہ اس کے ہاتھ لگ جاتا ہے نہ وہاں کوئی مار گنج ہوتا ہے نہ کوئی دیوبھوت جن پری جس طرح ان لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے یہ بالکل غیر صحیح ہے یہ ایسے ہی لوگوں کی گھڑت ہے یا ان جیسے ہی لوگوں سے سنی سنائی ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نیک سمجھ دے۔

امام ابن جریر نے بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے اس سے قبیلہ مراد ہو اور ممکن ہے شہر مراد ہو لیکن ٹھیک یہاں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک قوم کا شہر ہے نہ کہ ذکر کا اسی لئے اس کے بعد یہ شروع یوں کا ذکر کیا کہ وہ خودی خود پتھروں کو تراش لیا کرتے تھے جیسے اور جگہ ہے وَتَجْتَنُّونَ مِنَ الْجِبَالِ مَبْنُوتًا فَأَرَاهِينَ یعنی تم پہاڑوں میں اپنے کشادہ آرام دہ مکانات اپنے ہاتھوں پتھروں میں تراش لیا کرتے ہو اس کے ثبوت میں کہ اس کے معنی تراش لینے کے ہیں عربی شعر بھی ہیں۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں خودی عرب تھے وادی القریٰ میں رہتے تھے عادیوں کا قصہ پورا پورا سورہ اعراف میں بیان کر چکے ہیں اب اعادہ کی ضرورت نہیں پھر فرمایا مَبْنُوتٌ وَالْأَفْرَعُونَ اوتار کے معنی ابن عباس نے الشکروں کے کئے ہیں جو کہ اس کے کاموں کو مضبوط کرتے رہتے تھے یہ بھی مروی ہے کہ فرعون غصے کے وقت لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گڑوا کر مروا ڈالتا تھا چونکہ کر کے اوپر سے پتھر پھینکتا تھا جس سے اس کا کچھ مر نکل جاتا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسیوں اور میخوں وغیرہ سے اس کے سامنے کھیل کئے جاتے تھے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس نے اپنی بیوی صاحبہ کو جو مسلمان ہو گئی تھیں لٹا کر دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں میخیں گاڑیں پتھر یا ساچلی کا پتھر ان کی پیٹھ پر مار کر جان لے لی اللہ ان پر رحم کرے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے سرکشی پر کمر باندھ لی تھی اور فساد کی لوگ تھے لوگوں کو حقیر و ذلیل جاننے تھے اور ہر ایک کو ایذا پہنچاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کا عذاب کا کوزہ برس پڑا وہاں آیا جو نالے نہ لٹا ہلاک و برباد اور تیس تیس ہو گئے۔ خیر ارب گھات میں ہے دیکھ رہا ہے سن رہا ہے سمجھ رہا ہے وقت مقررہ پر ہر برے بھلے کو تنگی بیدی کی جزا سزا دے گا یہ سب لوگ اس کے پاس جانے والے تنہا اس کے سامنے کھڑے ہونے والے ہیں اور وہ عدل و انصاف کے ساتھ ان میں فیصلے کرے گا اور ہر شخص کو پورا پورا دے گا جس کا وہ مستحق تھا وہ ظلم و جور سے پاک ہے۔

یہاں پر ابن ابی حاتم نے ایک حدیث وارد کی ہے جو بہت غریب ہے جس کی سند میں کلام ہے اور صحت میں بھی نظر ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے معاذ مومن حق کا قیدی ہے اے معاذ مومن خود غنہ میں ہی رہتا ہے جب تک کہ پہل صراط سے پار نہ ہو جائے۔ اے معاذ مومن کو قرآن نے بہت سی دلی خواہشوں سے روک رکھا ہے تاکہ وہ ہلاکت سے بچ جائے قرآن اس کی دلیل ہے خوف اس کی حجت ہے شوق اس کی سواری ہے نماز اس کی پناہ ہے روزہ اس کی ڈھال ہے صدقہ اس کا چھکارا ہے سچائی اس کا امیر ہے نرمی اس کا وزیر ہے اور اس کا رب ان سب کے بعد اس پر واقف و آگاہ ہے وہ تیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کے راوی یونس خدا و امرا ابو حمزہ جہول ہیں پھر اس میں ارسال بھی ہے ممکن ہے یہ ابو حمزہ ہی کا کلام ہو۔ اسی ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابن عبد الکلاعی نے اپنے ایک وعظ

میں کہا لوگو جہنم کے سات ہل ہیں ان سب پر ہل صراط ہے پہلے ہی ہل پر لوگ روکے جائیں گے یہاں نماز کا حساب ہوگا یہاں سے نجات مل گئی تو دوسرے ہل پر روک ہوگی یہاں امانت داری کا سوال ہوگا جو امانت دار ہوگا اس نے نجات پائی اور جو خیانت والا نکلا ہلاک ہوا۔ تیسرے ہل پر صلہ رحمی کی پرش ہوگی اس کے کانٹے والے یہاں سے نجات نہ پاسکیں گے اور ہلاک ہوں گے رشتہ داری یعنی صلہ رحمی وہیں موجود ہوگی اور یہ کہہ رہی ہوگی کہ خدا یا جس نے مجھے جوڑا تو اسے جوڑ اور جس نے مجھے توڑا تو اسے توڑ یہی معنی ہیں اِنَّ رَبَّنَا لَبَلِّئِمٌۭ صَادٍ یہ اثرا تھائی ہے پورا نہیں۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ
رَبِّيَ اَكْرَمَنِ ۖ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُولُ
رَبِّيَ اَهَانَنِ ۖ كَلَّا بَلْ لَا تَكْرُمُونَ الْيَتِيْمَ ۖ وَلَا تَحْصُونَ
عَلٰى طَعَامِ الْمَسْكِيْنِ ۖ وَتَاْكُلُوْنَ الثَّرَاثِ اَكْلًا لَّمَّا ۖ وَتَحِبُّوْنَ
الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۖ

انسان کا یہ حال ہے کہ جب اسے اس کا رب آزمائے اور عزت و نعمت دے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا ○ اور جب اس کا امتحان لیتے ہوئے اس کی روزی ٹھک کر دے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی ○ ایسا ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ تم قییموں کی عزت نہیں کرتے ○ اور مسکینوں کے کھانے کی ایک دوسروں کو رغبت نہیں دیتے ○ اور مردوں کی میراث سیٹ سیٹ کر کھاتے ہو ○ اور مال کو بی بھر کر عزیز رکھتے ہو ○

وسعت رزق کو اکرام نہ سمجھو بلکہ امتحان سمجھو ☆ ☆ (آیت ۱۵-۲۰) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ وسعت اور کشادگی پا کر یوں سمجھ بیٹھے ہیں کہ خدا نے ان کا اکرام کیا یہ غلط ہے بلکہ دراصل یہ امتحان ہے جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اَيَحْسَبُوْنَ اِنَّمَا اُنْمِلُھُمْ یعنی مال و اولاد کے بڑھ جانے کو یہ لوگ نیکیوں کی بڑھوتری سمجھتے ہیں دراصل یہ ان کی بے سمجھی ہے اسی طرح اس کے برعکس بھی یعنی تنگی ترشی کو انسان اپنی اہانت سمجھ بیٹتا ہے حالانکہ دراصل یہ بھی خدا کی طرف سے آزمائش ہے اسی لئے یہاں کَلَّا کہہ کر ان دونوں خیالات کی تردید کی کہ یہ واقعہ نہیں جسے خدا مال کی وسعت دے اس سے وہ خوش ہے اور جس پر تنگی کرے اس سے ناخوش ہے بلکہ ہمدرد خوشی اور ناخوشی کا ان دونوں حالتوں میں عمل پر ہے غنی ہو کر شکر گذاری کرے تو خدا کا محبوب اور فقیر ہو کر صبر کرے تو اللہ کا محبوب۔ خدا نے تعالیٰ اس طرح اور اس طرح آزماتا ہے پھر یتیم کی عزت کرنے کا حکم دیا۔ حدیث میں ہے کہ سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کی اچھی پرورش ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے بدسلوکی کی جاتی ہو پھر آپ نے انگلی اٹھا کر فرمایا میں اور یتیم کا پالنے والا جنت میں اسی طرح ہوں گے یعنی قریب قریب۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ کلہ کی اور سچ کی انگلی ملا کر انہیں دکھا کر آپ نے فرمایا میں اور یتیم کا پالنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ فقیروں مسکینوں کے ساتھ سلوک احسان کرنے انہیں کھانا پینا دینے کی ایک دوسرے کو رغبت و لالچ نہیں دلاتے اور یہ عیب بھی ان میں ہے کہ میراث کا مال حلال ہو یا حرام ہضم کر جاتے ہیں اور مال کی محبت بھی ان میں بے طرح

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًا ۖ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ
صَفًّا صَفًّا ۖ وَجِئْتُ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ
وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى ۚ يَقُولُ يَلِيْتَنِي قَدِمْتُ لِحَيَاتِي ۖ فَيَوْمَئِذٍ لَا
يُعَذِّبُ عَذَابَ أَحَدٍ ۚ وَلَا يُؤْتِقُ وَثَاقَ أَحَدٍ ۚ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ
الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي
عِبْدِي ۖ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۖ

یقیناً ایک وقت زمین بالکل برابر پست کر کے بچا دی جائے گی ○ اور تیرا رب خود آجائے گا اور فرشتے مقبلین باندھ باندھ آجائیں گے ○ اور جس دن جہنم بھی لائی جائے گی اس دن انسان عبرت حاصل کر لے گا لیکن آج عبرت کا فائدہ کہاں؟ وہ کہے گا کہ کاش کہ میں اپنی اس زندگی کے لئے کچھ نیک اعمال سمجھ دیتا ○ پس آج اللہ کے عذابوں جیسا عذاب کسی کا نہ ہوگا ○ نہ اس کی قید و بند بھی کسی کی قید و بند ہوگی ○ اے اطمینان والی روح ○ لوٹ چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش ○ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا ○ اور میری جنت میں چلی جا ○

سجدوں کی برکتیں ☆ ☆ (آیت: ۲۱-۳۰) قیامت کے ہولناک حالات کا بیان ہو رہا ہے کہ باطمینان اس دن زمین پست کر دی جائے گی، اونچی نیچی زمین برابر کر دی جائے گی اور بالکل صاف ہموار ہو جائے گی پہاڑ زمین کے برابر کر دیے جائیں گے، تمام مخلوق قبر سے نکل آئے گی، خود خدائے تعالیٰ مخلوق کے فیصلے کرنے کے لئے آجائے گا، یہ اس عام شفاعت کے بعد جو تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہوگی اور یہ شفاعت اس وقت ہوگی جبکہ تمام مخلوق ایک ایک بڑے بڑے پیغمبر کے پاس ہو آئے گی اور ہر نبی کہدے گا کہ میں اس قابل نہیں، پھر سب کے سب حضور کے پاس آئیں گے اور آپ فرمائیں گے کہ ہاں ہاں میں اس کے لئے تیار ہوں، پھر آپ جائیں گے اور خدا کے سامنے سفارش کریں گے کہ وہ پروردگار لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے تشریف لائے، یہی پہلی شفاعت ہے اور یہی وہ مقام حمود ہے جس کا مفصل بیان سورہ سبحان میں گذر چکا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ رب العالمین فیصلے کے لئے تشریف لائے گا، اس کے آنے کی کیفیت وہی جانتا ہے فرشتے بھی اس کے آگے آگے صف بستہ حاضر ہوں گے، جہنم بھی لائی جائے گی۔

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنم کی اس روز ستر ہزار لگائی ہوں گی ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے گھسیٹ رہے ہوں گے، یہی روایت خود حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے۔ اس دن انسان اپنے نئے پرانے تمام اعمال کو یاد کرنے لگے گا، برائیوں پر پچٹائے گا، نیکیوں کے نہ کرنے یا کم کرنے پر افسوس کرے گا، گناہوں پر نادم ہوگا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر کوئی بندہ اپنے پیدا ہونے سے لے کر مرتے دم تک سجدے میں پڑا رہے اور خدا کا پورا اطاعت گزار رہے پھر بھی اپنی اس عبادت کو قیامت کے دن حقیر اور ناچیز سمجھے گا اور چاہے گا کہ میں دنیا کی طرف اگر لوٹا یا جاؤں تو اجر و ثواب کے کام اور زیادہ کروں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن خدا کے عذابوں جیسا عذاب کسی اور کا نہ ہوگا جو وہ اپنے نافرمانی اور نافرجام بندوں کو کرے گا نہ اس جیسی زبردست پکڑ دہکڑ قید و بند کسی کی ہو سکتی ہے، زبانہ فرشتے بدترین چیزیں اور اٹھکڑیاں انہیں پہنائے ہوئے ہوں گے، یہ تو دواہد بخنوں کا انجام اب نیک بخنوں کا حال سنئے جو رحمتیں سکون اور اطمینان والی ہیں، پاک اور ثابت ہیں، حق کی ساتھی ہیں ان سے موت کے

وقت اور قبر سے اٹھنے کے وقت کہا جائے گا کہ تو اپنے رب کی طرف اس کے پڑوس کی طرف اس کے ثواب اور اجر کی طرف اس کی جنت اور رضامندی کی طرف لوٹ چل نہ خدا سے خوش ہے اور خدا اس سے راضی ہے اور اتنا دے گا کہ یہ بھی خوش ہو جائے گا تو میرے خاص بندوں میں آ جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری ہے۔ یہ بریدہؓ فرماتے ہیں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باری میں اتری ہے۔

حضرت عبداللہؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ قیامت کے دن اطمینان والی روحوں سے کہا جائے گا کہ تو اپنے رب یعنی اپنے جسم کی طرف لوٹ جا جسے تو دنیا میں آباد کئے ہوئے تھی تم دونوں آپس میں ایک دوسرے سے راضی رضامند ہو یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عبداللہؓ اس آیت کو فَاذْخُلِيْ فِيْ عِلْدِيْ پڑھتے تھے یعنی اے روح میرے بندے میں یعنی اس کے جسم میں چلی جا لیکن یہ غریب ہے اور ظاہر قول پہلا ہی ہے جیسے اور جگہ ہے ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلَاَهُمُ الْحَقُّ یعنی پھر سب کے سب اپنے چچ مولائی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جگہ ہے وَاَنْ مَّرَدُّنَا اِلَى اللّٰهِ یعنی ہمارا لوٹنا خدا کی طرف یعنی اس کے حکم کی طرف اور اس کے سامنے ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ آیتیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں اتریں تو آپ نے کہا کتنا اچھا قول ہے حضورؐ نے فرمایا تمہیں بھی یہی کہا جائے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ کے سامنے حضرت معبد بن جبیرؓ نے یہ آیتیں پڑھیں تو حضرت صدیقؓ نے یہ فرمایا جس پر آپ نے یہ خوش خبری سنائی کہ تجھے فرشتہ موت کے وقت یہی کہے گا۔

ابن ابی حاتم میں یہ روایت بھی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس مفسر القرآن خیر الامم تفسیر اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی کا طائف میں انتقال ہوا تو ایک پرند آیا جس جیسا پرند کبھی زمین پر دیکھا نہیں گیا وہ نقش میں چلا گیا پھر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا گیا جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو قبر کے کونے سے اسی آیت کی تلاوت کی آواز آئی اور یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کون پڑھ رہا ہے یہ روایت طبرانی میں بھی ہے ابو ہاشم قبائیل بن زین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنگ روم میں ہم دشمنوں کے ہاتھ قید ہو گئے شاہ روم نے ہمیں اپنے سامنے بلایا اور کہا یا تو تم اس دین کو چھوڑ دو یا قتل ہونا منظور کر لو ایک ایک کو وہ یہ کہتا کہ ہمارا دین قبول کرو ورنہ جلاؤ حکم دیتا ہوں کہ تمہاری گردن مارے تمہیں تو مرتد ہو گئے جب چوتھا آیا تو اس نے صاف انکار کیا بادشاہ کے حکم سے اس کی گردن اڑا دی گئی اور سر کو نہر میں ڈال دیا گیا وہ نیچے ڈوب گیا اور ذرا سی دیر میں پانی پر آ گیا اور ان تینوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اے فلاں اور اے فلاں ان کے نام لے کر انہیں آواز دی جب یہ متوجہ ہوئے سب درباری لوگ بھی دیکھ رہے تھے اور خود بادشاہ بھی تعجب کے ساتھ سن رہا تھا اس مسلمان شہید کے سر نے کہا سنو خدا تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ اِنَّكَ كَاهِرَةٌ سر پھر پانی میں غوطہ لگا گیا اس واقعہ کا اتنا اچھا اثر ہوا کہ قریب تھا کہ نصرانی اسی وقت مسلمان ہو جاتے بادشاہ نے اسی وقت دربار برخاست کر دیا اور وہ تینوں پھر مسلمان ہو گئے اور ہم سب یونہی قید میں رہے آخر خلیفہ ابو جعفر منصور کی طرف سے ہمارا فدیہ آ گیا اور ہم نے نجات پائی۔

ابن عساکر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا یہ دعا پڑھا کر اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُوْمِنُ بِنِعْمَاتِكَ وَتَرْضٰی بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ خدا یا میں تجھ سے ایسا نفس طلب کرتا ہوں جو تیری ذات پر اطمینان اور بھروسہ رکھتا ہو تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو تیری تقاضا پر راضی ہو تیرے دینے ہوئے قناعت کرنے والا ہو۔

سورۃ الفجر کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ البلد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۚ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۚ وَوَالِدٍ
وَمَا وَلَدٌ ۚ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۚ اَيَحْسَبُ
اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۚ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَا لَا
لِبْدَاۗءِ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهُ اَحَدٌ ۚ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۚ
وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۚ وَهَدَيْنٰهُ السَّبۜلَ الْجَدِيْنَ ۚ

میں اللہ تعالیٰ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں ○ مجھے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے ○ اور قسم ہے انسانی باپ اور اولاد کی ○ یقیناً ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے ○ کیا یہ گمان ہے کہ یہ کسی کے بس میں ہی نہیں؟ ○ کہتا پھرتا ہے کہ میں نے تو بہت کچھ مال خرچ کر ڈالا ○ کیا یوں سمجھتا ہے کہ کسی نے اسے دیکھا ہی نہیں؟ ○ کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ ○ اور زبان اور ہونٹ ○ اور دونوں راہیں دکھادیں ○

مکہ مکرمہ کی قسم: ☆ ☆ (آیت ۱-۱۰) اللہ تبارک و تعالیٰ کہ مکرمہ کی قسم کھاتا ہے درآں حالیکہ وہ آباد ہے اس میں لوگ بستے ہیں اور وہ بھی امن و چین میں ہیں لا سے ان پر رویا کچھ قسم کھائی اور فرمایا کہ اے نبی تیرے لئے یہاں ایک مرتبہ لڑائی حلال ہونے والی ہے جس میں کوئی گناہ اور حرج نہ ہوگا اور اس میں جو ملے وہ حلال ہوگا صرف اسی وقت کے لئے یہ حکم ہے۔ صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس بابرکت شہر مکہ کو پروردگار عالم نے اول دن سے ہی حرمت والا بنایا ہے اور قیامت تک یہ حرمت و عزت اس کی باقی رہنے والی ہے اس کا درخت نہ کاٹا جائے اس کے کانٹے نہ اکھڑے جائیں میرے لئے بھی صرف ایک دن ہی کی ایک ساعت کے لئے حلال کیا گیا آج پھر اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی جیسے کبھی تھی ہر حاضر کو چاہئے کہ غیر حاضر کو پہنچا دے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر یہاں کے جنگ و جدال کے جواز کی دلیل میں کوئی میری لڑائی پیش کرے تو کہہ دینا کہ خدا نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تمہیں نہیں دی۔ پھر قسم کھاتا ہے باپ کی اور اولاد کی بعض نے تو کہا ہے کہ ماہ و لیس مانافہ ہے یعنی قسم ہے اس کی جو اولاد والا ہے اور قسم ہے اس کی جو بے اولاد ہے یعنی عمالدار اور نبجہ اور ماہ و لیس مانافہ مانا جائے تو معنی یہ ہوئے کہ باپ کی اور اولاد کی قسم باپ سے مراد حضرت آدم اور اولاد سے مراد کل انسان زیادہ قوی اور بہتر بات یہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے پہلے قسم ہے مکہ کی جو تمام زمین اور کل بستیوں کی ماں ہے تو اس کے بعد اس کے رہنے والوں کی قسم کھائی اور رہنے والوں یعنی انسان کے اصل اور اس کی جڑ یعنی حضرت آدم کی پھر ان کی اولاد کی قسم کھائی ابو عمر ان فرماتے ہیں مراد حضرت ابراہیم اور آپ کی اولاد ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں عام ہے یعنی ہر باپ اور بر اولاد۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو بالکل درست قامت بنجے تلے اعضاء والا ٹھیک ٹھاک پیدا کیا ہے اس کی ماں کے پیٹ میں ہی اسے یہ پاکیزہ و ترتیب اور عمدہ ترکیب دے دی جاتی ہے جیسے فرمایا اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوِّكَ یعنی اس خدا نے تجھے پیدا کیا درست کیا ٹھیک ٹھاک بنایا اور پھر جس صورت میں چاہا ترکیب دی اور جگہ ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ہم نے انسان کو بہترین صورت پر بنایا ہے۔ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ قوت طاقت والا پیدا کیا ہے خود اسے دیکھو

اس کی پیدائش کی طرف غور کر ڈال کے دانتوں کا ٹکنا دیکھو وغیرہ۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں پہلے لطف پھر خون بستہ پھر لوتھرا گوشت کا غرض اپنی پیدائش میں خوب مشقتیں اٹھاتا ہے جیسے اور جگہ ہے حَمَلَتْهُ اُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا یعنی اس کی ماں نے حمل میں تکلیف اٹھائی پھر وضع حمل میں مشقت برداشت کی بلکہ دودھ پلانے میں بھی مشقت اور معیشت میں بھی تکلیف۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں سختی اور طلب کسب میں پیدا کیا گیا ہے، عکرمہؒ فرماتے ہیں شدت اور طول میں پیدا ہوا ہے۔

قتادہؒ فرماتے ہیں مشقت میں یہ بھی مروی ہے اعتدال اور قیام میں دنیا اور آخرت میں سختیاں سہنی پڑتی ہیں، حضرت آدمؑ کو چمکے آسمان میں پیدا ہوئے تھے اس لئے یہ کہا گیا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے مال کے لئے لینے پر کوئی قادر نہیں اس پر کسی کا بس نہیں، کیا وہ نہ پوچھا جائے گا کہ کہاں سے مال لایا اور کہاں خرچ کیا؟ یقیناً اس پر خدا کا بس ہے اور وہ پوری طرح اس پر قادر ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ میں نے بڑے وارے نیارے کئے ہزاروں لاکھوں خرچ کر ڈالے، کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کوئی دیکھ نہیں رہا؟ یعنی خدا کی نظروں سے کیا وہ اپنے تئیں غائب سمجھتا ہے؟ کیا ہم نے اس انسان کو دیکھنے والی وہ آنکھیں نہیں دیں؟ اور دل کی باتوں کے اظہار کے لئے زبان عطا نہیں فرمائی؟ اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ جن سے کلام کرنے میں مدد ملے، کھانا کھانے میں مدد ملے اور چہرے کی خوبصورتی بھی ہوا اور منہ کی بھی۔

ابن عساکرؒ میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم میں نے بڑی بڑی بے حد نعمتیں تجھ پر انعام کیں جنہیں تو گن بھی نہیں سکتا نہ اس کے شکر کی تجھ میں طاقت ہے، میری ہی یہ نعمت بھی ہے کہ میں نے تجھے دیکھنے کو دوا آنکھیں دیں، پھر میں نے ان پر ہلکوں کا غلاف بنا دیا ہے پس ان آنکھوں سے میری حلال کردہ چیزیں دیکھ اگر حرام چیزیں تیرے سامنے آئیں تو ان دونوں کو بند کر کے میں نے تجھے زبان دی ہے اور اس کا غلاف بھی عنایت فرمایا ہے، میری مرضی کی باتیں زبان سے نکال اور میری منع کی ہوئی باتوں سے زبان بند کر کے میں نے تجھے شر مار دیا ہے اور اس کا پردہ بھی عطا فرمایا ہے، حلال جگہ تو بیشک استعمال کر لیکن حرام جگہ پر وہ ڈال لے، اے ابن آدم تو میری ناراضگی نہیں اٹھا سکتا اور میرے عذابوں کے سہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر فرمایا کہ ہم نے اسے دونوں راستے دکھادیئے بھلائی کا اور برائی کا، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دو راستے ہیں پھر تمہیں برائی کا راستہ بھلائی کے راستے سے زیادہ اچھا کیوں لگتا ہے؟ یہ حدیث بہت ضعیف ہے، یہ حدیث مرسل طریقے سے بھی مروی ہے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں مراد اس سے دونوں دودھ ہیں اور مفسرین نے بھی یہی کہا ہے، امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں ٹھیک قول پہلا ہی ہے جیسے اور جگہ ہے اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ یعنی ہم نے انسان کو طے طے سے پیدا کیا، پھر ہم نے اسے ستند جیٹا کیا ہم نے اس کی رہبری کی اور راست دکھا دیا پس یا تو شکر گزار ہے یا ناشکر۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۚ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۚ فَكُ رَقَبَةً ۚ
 اَوْ اطْعَمَ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۚ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۚ اَوْ
 مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۚ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَتَوَصَّوْا
 بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۚ
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِالْاٰيَاتِنَا هُمْ اَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۚ عَلَيْهِمْ
 نَارٌ مُّوَصَّدَةٌ ۚ

سواں سے نہ ہو سکا گھائی میں داخل ہوتا اور تو کیا سمجھا کہ گھائی ہے کیا؟ کسی گردن کو آزاد کرنا یا بھوک والے دن کھانا کھانا کسی رشتہ دار عقیقہ کو یا خاں کسار سکنین کو پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔ بے لوگ ہیں جو دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جاتے ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا یہ بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ہیں انہی پر آگ ہے چاروں طرف سے گھری ہوئی

صدقات اور اعمال صالحہ جنہم سے نجات کے ضامن ہیں: ☆ ☆ (آیت ۱۱-۲۰) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں عقیقہ جنہم کے ایک پھلے پہاڑ کا نام ہے حضرت کعب احبار فرماتے ہیں اس کے ستر درجے ہیں جنہم میں قادی فرماتے ہیں کہ یہ سخت گھائی داخل کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے داخل ہو جاؤ پھر اس کا داخلہ بتلایا یہ کہہ کر کہ تمہیں کس نے بتلایا کہ یہ گھائی کیا ہے؟ تو فرمایا غلام آزاد کرنا اور اللہ کے نام کھانا دینا۔ ابن زید فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ نجات اور خیر کی راہوں میں کیوں نہ چلا؟ پھر ہمیں تنبیہ کی اور فرمایا تم کیا جانو عقیقہ کیا ہے؟ آزادی گردن یا صدقہ طعام فک رقبۃ جو اضافت کے ساتھ ہے اسے فک رقبۃ بھی پڑھا گیا ہے یعنی فعل فاعل دونوں قراتوں کا مطلب قریب ایک ہی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان کی گردن چھڑوائے اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤں کے بدلے پاؤں اور شر مگاہ کے بدلے شر مگاہ حضرت علی بن حسین یعنی امام زید العابدین نے جب یہ حدیث سنی تو سعید بن مرجانہ راوی حدیث سے پوچھا کہ کیا تم نے خود حضرت ابو ہریرہؓ کی زبانی یہ حدیث سنی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مطرف کو بلا لو جب وہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ تم خدا کے نام پر آزاد ہو۔

بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ یہ غلام دس ہزار درہم کا خریدایا ہوا تھا۔ اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس کی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد کرتا ہے اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان لونڈی کو آزاد کرے اس کی بھی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد ہو جاتی ہے۔ (ابن جریر)

مسند میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے اور جو مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کا ذیہ بنادیتا ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا ہے قیامت کے دن نور ملے گا اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص خدا کی راہ میں تیر چلائے خواہ وہ لگے یا نہ لگے اسے اولاد اسماعیل میں سے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور حدیث میں ہے جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے مرجائیں اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کرے گا اور جو شخص راہ خدا میں جوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا جس سے چاہے چلا جائے ان تمام حدیثوں کی سندیں نہایت عمدہ ہیں۔ ابوداؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے حضرت واصل بن اسحق سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جس میں کوئی کمی زیادتی نہ ہو تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے تم میں سے کوئی پڑھے اور اس کا قرآن شریف اس کے گھر میں ہو تو کیا وہ کمی زیادتی کرتا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہمارا مطلب یہ نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی حدیث ہمیں سناؤ آپ نے فرمایا ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے نقل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی تھی تو آپ نے فرمایا اس کی طرف سے غلام آزاد کرو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے

گا یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے اور حدیث میں ہے جو شخص کسی کی گردن آزاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے ایسی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا حضور کوئی ایسا کام بتا دیجئے جس سے میں جنت میں جا سکوں آپ نے فرمایا تھوڑے سے الفاظ میں بہت ساری باتیں تو پوچھ بیٹھا نسہ آزاد کر رہے چھڑا اس نے کہا حضرت کیا یہ دونوں ایک چیز نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نسہ کی آزادی کے معنی تو ہیں اکیلا ایک غلام آزاد کرے اور فَلَکْ رَقَبَةٍ کے معنی ہیں کہ تھوڑی بہت مدد کرے دودھ والا جانور دودھ پینے کے لئے کسی مسکین کو دینا، ظالم رشتہ دار سے نیک سلوک کرنا یہ ہیں جنت کے کام اگر اس کی تجھے طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھلا پیاسے کو پلا، نیکیوں کو حکم کر، برائیوں سے روک اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سوائے بھلائی کے اور نیک بات کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکال۔ ذی مَسْغَبَةٍ کے معنی ہیں بھوک والا جبکہ کھانے کی اشتہا ہو غرض بھوک کے وقت کا کھانا اور وہ بھی اسے جو نادان بچہ ہے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا ہے اور ہے بھی اس کا رشتہ دار۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مسکین کو صدقہ دینا اکبر ا ثواب رکھتا ہے اور رشتے دار کو دینا دوبرا اجر دلاتا ہے (مسند احمد) یا ایسے مسکین کو دینا جو خاک آلود ہو راتے میں پڑا ہوا ہو گھر و نہ ہو برسر نہ ہو بھوک کی وجہ سے پیٹھ زین دوز ہو رہی ہو اپنے گھر سے دور ہو مسافرت میں ہو فقیر مسکین محتاج مقروض مفلس ہو کوئی پرسان حال بھی نہ ہو اہل و عیال والا ہو یہ سب معنی قریب قریب ایک ہی ہیں پھر یہ شخص باوجود ان نیک کاموں کے دل میں ایمان رکھتا ہو ان نیکیوں پر اللہ سے اجر کا طالب ہو جیسے اور جگہ ہے مَنْ ارَادَ الْآخِرَةَ فُحْضُ اخِرَتِ کا ارادہ رکھے اور اسی کے لئے کوشش کرے اور ہو بھی وہ با ایمان تو ان کی کوشش خدا کے ہاں مشکور ہے اور جگہ ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْطَىٰ اِلْحَ اِيْمَانِ والوں میں سے جو مرد و عورت مطابق سنت عمل کرے یہ جنت میں جائیں گے اور وہاں بے حساب روزیاں پائیں گے پھر ان کا اور وصف بیان ہو رہا ہے کہ لوگوں کے صدقات سننے اور ان پر رحم و کرم کرنے کی یہ آپس میں ایک دوسروں کو وصیت کرتے ہیں جیسے کہ حدیث میں ہے رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمانوں والا تم پر رحم کرے گا۔ اور حدیث میں ہے جو رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا ابوداؤد میں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حق نہ سمجھے وہ ہم میں سے نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جن کے داہنے ہاتھ میں عمل نامہ ملے گا اور سرینہ نہ بہ تہہ آگ میں ہو جائیں گے جس سے نہ کبھی چھکارے گا نہ نجات نہ راحت نہ آرام اس آگ کے دروازے ان پر بند رہیں گے۔

مزید بیان اس کا سورہ وَیْلٌ لِّکُلِّ اِلْحَ میں آئے گا انشاء اللہ۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں روشنی ہوگی نہ سوراخ ہوگا نہ کبھی وہاں سے نکلتا ملے گا۔ حضرت ابو عمران جوئی فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن آئے گا اللہ حکم دے گا اور ہر سرکش کو ہر ایک شیطان کو اور ہر اس شخص کو جس کی شرارت سے لوگ دنیا میں ڈرتے رہتے تھے لوہے کی زنجیروں سے مضبوط باندھ دیا جائے گا پھر جہنم میں جھونک دیا جائے گا پھر جہنم بند کر دی جائے گی اللہ کی قسم کبھی ان کے قدم نکلیں گے ہی نہیں اللہ کی قسم انہیں کبھی آسمان کی صورت ہی دکھائی نہ دے گی اللہ کی قسم کبھی آرام سے ان کی آنکھ لگے گی ہی نہیں اللہ کی قسم انہیں کبھی کوئی حشرے کی چیز کھانے پینے کو ملے گی ہی نہیں (ابن ابی حاتم)

سورہ بلدہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ والمنة۔

تفسیر سورۃ الشمس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَّهَا ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّهَا ۝
وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا ۝ وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا ۝ وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا ۝
وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ
مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان و بخیر سم ہے

قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی ۝ قسم ہے چاند کی جب اس کے پیچھے آئے ۝ قسم ہے دن کی جب سورج کو نمایاں کرے ۝ قسم ہے رات کی جب اسے
چھانپ لے قسم ہے ۝ آسمان کی اور اس کے بنانے کی ۝ قسم ہے زمین کی اور اسے ہموار کرنے کی ۝ قسم ہے آسمان کی اور اسے درست بنانے کی ۝ پھر قسم ہے
اس کے دل میں بدی اور نیکی ڈالنے کی ۝ جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہو ۝ اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہو ۝

کامیابی کے لیے ضروری ہے؟ ☆ ☆ (آیت: ۱-۱۰) حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں خضاعے مراد روشنی ہے قنادر فرماتے ہیں پورا دن
مراد ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ ٹھیک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کی اور دن کی قسم کھائی ہے اور چاند جبکہ اس کے پیچھے آئے
یعنی سورج چھپ جائے اور چاند چمکنے لگے۔ ابن زیدؒ فرماتے ہیں کہ مہینہ کے پہلے پندرہ دن میں تو چاند سورج کے پیچھے رہتا ہے اور پچھلے پندرہ
دنوں میں یہ آگے ہوتا ہے۔ زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں مراد اس سے لیت القدر ہے پھر دن کی قسم کھائی جبکہ وہ منور ہو جائے یعنی سورج دن کو گھیر
لے بعض عربی دانوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دن جبکہ اندھیرے کو روشن کر دے لیکن اگر یوں کہا جاتا کہ پھیلاؤ کو وہ جب چمکے تو اور اچھا
ہوتا ہے تاکہ یَغْشَاهَا میں بھی یہ معنی ٹھیک بیٹھے اسی لئے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں دن کی قسم جبکہ وہ اسے روشن کر دے امام ابن جریرؒ اس قول
کو پسند فرماتے ہیں کہ ان سب میں ضمیر کا مرجع شمس ہے کیونکہ اسی کا ذکر چل رہا ہے رات جبکہ اسے چھانپ لے یعنی سورج کو ڈھانپ
لے اور جو طرف اندھیرا پھیل جائے یزید بن ذی حویہ کہتے ہیں کہ جب رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے میرے بندوں کو میری
ایک بہت بڑی خلق نے چھپا لیا پس مخلوق رات سے ہیبت کرتی ہے اس کے پیدا کرنے والی سے زیادہ ہیبت کرنی چاہئے (ابن ابی حاتم)

پھر آسمان کی قسم کھاتا ہے یہاں جو ما ہے یہ مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے یعنی آسمان اور اس کی بناؤت کی قسم حضرت قتادہؒ کا قول یہی ہے
اور یہ ماضی میں سن کے بھی ہو سکتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آسمان کی قسم اور اس کے بنانے والے کی قسم یعنی خود اللہ کی مجاہدؒ ہی فرماتے ہیں یہ
دونوں معنی ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں۔ بنا کے معنی بلندی کے ہیں چھپے اور جگہ ہے وَالسَّمَاءِ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ یعنی آسمان کو ہم نے قوت
کے ساتھ بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں ہم نے زمین کو بچھایا اور کیا ہی اچھا ہم بچھانے والے ہیں؟ اس طرح یہاں بھی فرمایا کہ زمین کیادور
اس کی ہمواری کی اسے بچھانے اسے پھیلانے کی اس کی تقسیم کی اس کی مخلوق کی قسم زیادہ مشہور قول اس کی تفسیر میں پھیلانے کا ہے۔ اہل
لغت کے نزدیک بھی یہی معروف ہے جو ہری فرماتے ہیں طَحُوْنُهُ مَشْلٌ وَخَوْنُهُ مَشْلٌ ہے اور اس کے معنی پھیلانے کے ہیں اکثر مفسرین
کا یہی قول ہے۔ پھر فرمایا نفس کی اور اسے ٹھیک ٹھاک بنانے کی قسم یعنی اسے پیدا کیا اور درآ کر ٹھاک یہ ٹھیک ٹھاک اور نظرت پر قائم تھا جیسے اور

جگہ ہے فاقم وجہک الخ اپنے چہرے کو قائم رکھ دین حنیف کے لئے فطرت ہے اللہ کی جس پر لوگوں کو بنایا اللہ کی خلق کی تبدل نہیں۔ حدیث میں ہے ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنالیتے ہیں جیسے چوپائے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کوئی ان میں تم کن کسانہ پاؤ گے (بخاری مسلم)

صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو یکسوئی والے پیدا کئے ان کے پاس شیطان پہنچا اور دین سے درغلا لیا۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا نے اسے بدکاری و پرہیزگاری کو بیان کر دیا اور جو چیز اس کی قسمت میں تھی اس کی طرف اس کی رہبری ہوئی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی ضرور ظاہر کر دیا۔ ابن جریرؓ میں ہے حضرت ابوالاسودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا راتلاؤ تو لوگ جو کچھ اعمال کرتے ہیں اور تکلیفیں اٹھا رہے ہیں یہ کیا ان کے لئے خدا کی جانب سے مقرر ہو چکی ہے اور ان کی تقدیر میں لکھی جا چکی ہے یا یہ خود اسندہ کے لئے اپنے طور پر کر رہے ہیں اس بنا پر کہ انبیاء ان کے پاس آچکے اور خدا کی حجت ان پر پوری ہوئی میں نے جواب میں کہا نہیں نہیں بلکہ یہ چیز پہلے سے فیصل شدہ ہے اور مقرر ہو چکی ہے۔ حضرت عمران نے کہا پھر یہ ظلم تو نہ ہوگا میں تو اسے سن کر کانپ اٹھا اور گھبرا کر کہا کہ ہر چیز کا خالق مالک وہی خدا ہے تمام ملک اسی کے ہاتھ میں ہے اس کے افعال کی باز پرس کوئی نہیں کر سکتا وہ سب سے سوال کر سکتا ہے میرا یہ جواب سن کر حضرت عمران بہت خوش ہوئے اور کہا خدا تجھے درنگی عنایت فرمائے میں نے تو یہ سوالات اسی لئے کئے تھے کہ امتحان ہو جائے سنو ایک شخص مزینہ یا حمیدہ قبیلہ کا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہی سوال کیا جو میں نے پہلے تم سے کیا اور حضورؐ نے بھی وہی جواب دیا جو تم نے دیا تو اس نے کہا پھر ہمارے اعمال سے کیا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس منزل کے لئے پیدا کیا ہے اس سے ویسے ہی کام ہو کر رہیں گے اگر جنتی ہے تو اعمال جنت اور دوزخی لکھا گیا ہے تو ویسے ہی اعمال اس پر آسان ہوں گے سنو قرآن میں اس کی تصدیق موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَلَهُنَّهَا فَجُورُهَا وَتَقْوَاهَا یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے۔

مسند احمد میں بھی ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ ہامراہوا یعنی اطاعت رب میں لگا رہا، نیکے اعمال رذیل اخلاق چھوڑ دیئے جیسے اور جگہ ہے قَدْ افْلَحَ مَنْ تَزَكَّى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى جس نے پاکیزگی کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی اس نے کامیابی پائی اور جس نے اپنے ضمیر کا ستیاناس کیا اور ہدایت سے ہٹا کر اسے برباد کیا، نافرمانیوں میں پڑ گیا، اطاعت خدا کو چھوڑ بیٹھا یہ ناکام اور نامراد ہوا اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا وہ ہامراہوا اور جس کے نفس کو خدا نے نیچے گرادیاد وہ برباد اور غائب اور خاسر رہا عوفی بن اوطی بن ابوطیہ حضرت ابن عباسؓ سے یہی روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے آیت قَدْ افْلَحَ مَنْ تَزَكَّى پڑھ کر فرمایا کہ جس نفس کو خدا نے پاک کیا اس نے چھٹکارا پایا، لیکن اس حدیث میں ایک علت تو یہ ہے کہ جوہر بن سعید متروک الحدیث ہے دوسری علت یہ ہے کہ شحاک جو حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں ان کی ملاقات ثابت نہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ قَالَ لَهُنَّهَا فَجُورُهَا وَتَقْوَاهَا پڑھ کر آپ نے یہ دعا پڑھی اَللّٰهُمَّ اَنْتَ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا اَنْتَ وَلِيَّتْهَا وَمَوْلَاَهَا وَخَيْرٌ مَنْ رَزَقَهَا ابن ابی حاتم کی حدیث میں یہ دعا یوں وارد ہوئی ہے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا وَرَزَقَهَا اَنْتَ خَيْرٌ مَنْ رَزَقَهَا اَنْتَ وَلِيَّتْهَا وَمَوْلَاَهَا مسند احمد کی حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رات کو ایک مرتبہ میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے بستر پر نہیں، اندھیرے کی وجہ سے میں گھر میں اپنے ہاتھوں سے ٹٹولنے لگی تو

میرے ہاتھ آپ پر پڑے آپ اس وقت سجدے میں تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے رَبِّ اعْطِنِي نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّيْهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ
زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا یہ حدیث صرف مسند احمد میں ہی ہے۔

مسلم شریف اور مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ
وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمُجْبَنِ وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا وَزَكِّيْهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ
وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَحْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَعِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَذَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ
لَهَا يَا اللّٰهُ میں عاجز اور بے چارہ ہو جانے سے سستی سے اور ہار جانے سے بڑھاپے سے اور نامردی سے اور بخلی سے اور عذاب قبر سے تیری
پناہ چاہتا ہوں اے اللہ میرے دل کو اس کا تقوی عطا فرما اور اسے پاک کر دے تو ہی اسے بہتر پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا والی اور مولی
ہے اے اللہ مجھے ایسے دل سے بچا جس میں تیرا ڈر نہ ہو اور ایسے نفس سے بچا جو آسودہ نہ ہو اور ایسے علم سے بچا جو نفع ندرے اور ایسی دعا سے بچا
جو قبول نہ کی جائے راوی حدیث حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں یہ دعا سکھائی اور ہم تمہیں سکھاتے ہیں۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوِيَّهَا ۖ اِذَا نَبَعَتْ اَشْقِيَّهَا ۖ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ
اللّٰهِ نَاقَةُ اللّٰهِ وَسُقْيَاهَا ۖ

ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا ○ جب ان میں کا بڑا بد بخت اٹھ کھڑا ہوا ○ انہیں اللہ کے رسول نے فرما دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے
کی باری کی حفاظت کرو ○

آل ثمود کی تباہی کے اسباب: ☆ ☆ (آیت ۱۱-۱۳) اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ ثمودیوں نے اپنی سرکشی اور تکبر و تمہر کی بنا پر اپنے
رسولوں کی تصدیق نہ کی۔ محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں بَطَغُوا اَهَا کا مطلب یہ ہے کہ ان سب نے تکذیب کی لیکن پہلی بات ہی زیادہ اولیٰ ہے۔
حضرت مجاہدؒ اور حضرت قتادہؒ نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوْهَا ۖ فَدَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا ۚ وَلَا
يَخَافُ عَقْبَاهَا ۚ

ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں جس ہلاکت ڈالی ان پر ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث پھر عام کر دیا ہلاکت کو ○
وہ اس مزا کے انجام سے بے خوف ہے ○

(آیت ۱۳-۱۵) اس سرکشی کی وجہ سے اور اس تکذیب کی شامت سے یہ اس قدر بد بخت ہو گئے کہ ان میں سے جو زیادہ شخص تھا وہ
تیار ہو گیا اس کا نام قدر ابن سالف تھا اسی نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں اسی کے بارے میں فرمان ہے فَتَذَوُّا
صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ثَمُودِیوں کی آواز پر یہ آ گیا اور اس نے اونٹنی کو مار ڈالا یہ شخص اس قوم میں ذی عزت تھا شریف تھا ذی نسب
تھا قوم کا رئیس اور سردار تھا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے خطبے میں اس اونٹنی کا اور اس کے مارنے
والے کا ذکر کیا اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جیسے ابوزمعاہی جیسا یہ شخص بھی اپنی قوم میں شریف عزیز اور بڑا آدمی تھا امام بخاری بھی
اسے تفسیر میں اور امام مسلم جنم کی صفت میں لائے ہیں اور سنن ترمذی سنن نسائی میں بھی یہ روایت تفسیر میں ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں تجھے دنیا بھر کے بد بخت ترین شخص بتلاتا ہوں ایک تو حمیر شمود جس نے اونٹنی کو مار ڈالا دوسرا وہ شخص جو تیری پیشانی پر زخم لگے گا یہاں تک کہ داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔ اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اسے قوم خدا کی اونٹنی کو برائی پہنچانے سے ڈر اس کے پانی پینے کے مقرر دن میں قلم کر کے اسے پانی سے نہ روکو تمہاری اور اس کی باریاں بندھی ہوئی ہیں لیکن ان بد بختوں نے پیغمبر کی نہ مانی جس گناہ کے باعث ان کے دل سخت ہو گئے اور پھر یہ صاف طور پر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں جسے خدا نے تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے پتھر کی ایک چٹان سے پیدا کیا تھا جو حضرت صالح کا معجزہ اور اللہ کی قدرت کی کامل نشانی تھی۔ اللہ بھی ان پر غضبناک ہو گیا اور ہلاکت ڈال دی اور سب پر برابر سے عذاب اترا یہ اس لئے کہ حمیر شمود کے ہاتھ پر اس کی قوم کے چھوٹے بڑوں نے مرد عورت نے بیعت کر لی تھی اور سب کے مشورے سے اس نے اس اونٹنی کو کاٹا تھا اس لئے عذاب میں بھی سب جڑے گئے وَلَا يُخَافُ كَذَلِكَ يُخَافُ بھی پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کسی کو سزا کرے تو اسے یہ خوف نہیں ہوتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ کہیں یہ بگڑ نہ بیٹھیں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس بدکار حمیر نے اونٹنی کو مار تو ڈالا لیکن انجام سے نہ ڈرا مگر پہلا قول ہی اولیٰ ہے واللہ اعلم۔

سورۃ الشمس وضحاہ کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ اللیل

آنحضرت ﷺ کا حضرت معاذ سے یہ فرمانا پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تو نے سبح اسم اور والشمس اور واللیل سے امامت کیوں نہ کرائی؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۖ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۖ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ ۖ
وَالْأُنثَىٰ ۖ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۖ فَمَا مَنَ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۖ
وَصَدَقَ بِالْحُسْنَىٰ ۖ فَسَنِيَرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۖ وَأَمَّا مَن بَخِلَ ۖ
وَأَسْتَعَىٰ ۖ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۖ فَسَنِيَرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۖ وَمَا
يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ۖ

اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم کے نام سے شروع

قسم ہے رات کی جب چھا جائے ○ اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو ○ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے نر مادہ کو پیدا کیا ○ یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے ○ ہاں جو شخص دیتا رہے اور دیتا رہے ○ اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے ○ تو ہم بھی کج کج اسے آسانی میں پہنچا دیں گے ○ لیکن جو بخیل کرے اور بے پرواہی برتے ○ اور نیک بات کی تکذیب کرے ○ تو ہم بھی اسے کج کج سختی میں پہنچا دیں گے ○ اس کا مال اسے اوندھا کرنے کے وقت کچھ کام نہ آئے گا ○

نبی کے لیے تصدق ضروری ہے: ☆ ☆ (آیت ۱۱-۱۰) مسند احمد میں ہے حضرت علقمہ شام میں آئے اور دمشق کی مسجد میں جا کر دو

رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خدایا مجھے نیک ساتھی عطا فرما، پھر چلے تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی پوچھا کہ تم کہاں کے ہو؟ تو حضرت علقمہ نے کہا میں کوفہ والا ہوں پوچھا ام عبد اس سورت کو کس طرح پڑھتے تھے؟ میں نے کہا وَالَّذِکْرُ وَالْاُنْثٰی پڑھتے تھے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یونہی سنا ہے اور یہ لوگ مجھے شک و شبہ میں ڈال رہے ہیں پھر فرمایا کیا تم میں نیکے والے یعنی جن کے پاس سفر میں حضور ﷺ کا بسترہ رہتا تھا اور رازدان ایسے مجیدوں سے واقف جن کا علم اور کسی کو نہیں وہ جو شیطان سے بزدبان رسول ﷺ بچائے گئے تھے وہ نہیں؟ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہ حدیث بخاری میں بھی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور ساتھی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ بھی انہیں دھوئٹہ ہوئے پہنچے پھر پوچھا کہ تم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرات پر قرآن پڑھنے والا کون ہے؟ تو کہا کہ ہم سب ہیں پھر پوچھا کہ تم میں حضرت عبداللہ کی قرات کو زیادہ یاد رکھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا تو ان سے سوال کیا کہ وَاللَّیْلِ اِذَا یُعْشٰی کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے تم نے کس طرح سنا؟ تو کہا وہ وَالَّذِکْرُ وَالْاُنْثٰی پڑھتے تھے کہا میں نے بھی حضور علیہ السلام سے اسی طرح سنا ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں وَمَا خَلَقَ الذَّکْرَ وَالْاُنْثٰی پڑھوں اللہ کی قسم میں تو ان کی مانوں گا نہیں الغرض حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرات یہی ہے اور حضرت ابوالدرداء نے تو اسے مرفوع بھی کہا ہے باقی جمہور کی قرات وہی ہے جو موجودہ قرآنوں میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ رات کی قسم کھاتا ہے جبکہ اس کا اندھیرا تمام مخلوق پر چھا جائے اور دن کی قسم کھاتا ہے جبکہ وہ تمام چیزوں کو اپنی روشنی سے منور کر دے اور اپنی ذات کی قسم کھاتا ہے جو زو مادہ کا پیدا کرنے والا ہے جیسے فرمایا وَخَلَقْنَا کُمْ اَزْوَاجًا مِّنْ تَحْتِیْہِمْ جُوزُ جُوْثٍ پیدا کیا ہے اور فرمایا وَمِنْ تَحْتِ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ ہر چیز کے جوڑے ہم نے پیدا کئے ہیں ان متضاد اور ایک دوسرے کے خلاف قسمیں کھا کر اب فرماتا ہے کہ تمہاری کوششیں اور تمہارے اعمال بھی متضاد اور ایک دوسرے کے خلاف ہیں بھلائی کرنے والی بھی ہیں اور برائیوں میں مبتلا رہنے والے بھی ہیں پھر فرماتا ہے کہ جس نے دینی میں اپنے مال کو خدا کے حکم کے ماتحت خرچ کیا اور پھوٹک پھوٹک قدم رکھا ہر ہرام میں خوف خدا کرنا رہا اور اس کے بدلے کو سچا جانتا رہا اس کے ثواب پر یقین رکھا حسنی کے معنی لا الہ الا اللہ کے بھی کئے گئے ہیں اللہ کی نعمتوں کے بھی کئے گئے ہیں نماز روزہ زکوٰۃ صدقہ فطر جنت کے بھی مروی ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم اسے آسانی کی راہ آسان کر دیں گے یعنی بھلائی کی اور جنت کی اور نیک بدلے کی اور جس نے اپنے مال کو راہ خدا میں نہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے بے نیازی برتی اور حسنی کی یعنی قیامت کے بدلے کی تکذیب کی تو اس پر ہم برائی کا راستہ آسان کر دیں گے جیسے فرمایا وَتَقَلَّبْ اَفْئِدَتُهُمْ وَابْصَارُهُمْ یعنی ہم ان کے دل اور ان کی آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح وہ پہلی بار قرآن پر ایمان نہ لائے تھے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں ہی نیکتے رہیں گے۔ اس مطلب کی آیتیں قرآن کریم میں جا بجا موجود ہیں کہ ہر عمل کا بدلہ اسی جیسا ہوتا ہے خیر کا قصد کرنے والے کو توفیق خیر ملی ہے اور شر کا قصد رکھنے والوں کو اسی کی توفیق ہوتی ہے اس معنی کی تائید میں یہ حدیثیں بھی ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہمارے اعمال فارغ شدہ تقدیر کے ماتحت ہیں یا نوپید ہماری طرف سے ہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ تقدیر کے لکھے ہوئے کے مطابق کہنے لگے پھر عمل کی کیا ضرورت؟ فرمایا ہر شخص پر وہ عمل آسان ہوں گے جس چیز کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے (مسند احمد)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بقیع عرقہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں تھے تو آپ نے فرمایا

سنوتم میں سے ہر ایک کی جگہ جنت دوزخ میں مقرر کردہ ہے اور لکھی ہوئی ہے لوگوں نے کہا پھر ہم اس پر بھروسہ کر کے بیٹھ کیوں نہ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو ہر شخص کو وہی اعمال آئیں گے جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے پھر آپ نے یہی آیتیں تلاوت فرمائیں (صحیح بخاری شریف)

اسی روایت کے اور طریق میں ہے کہ اس بیان کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا اور سر نیچا کئے ہوئے زمین پر اسے پھیر رہے تھے الفاظ میں کچھ کی بیشی بھی ہے۔ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بھی ایک ایسا ہی سوال جیسا اوپر کی حدیث میں حضرت صدیق کا گذرا مروی ہے اور آپ کا جواب بھی انہیں تقریباً ایسا ہی مروی ہے۔ ابن جریر میں حضرت جابرؓ سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے۔ ابن جریر کی ایک حدیث میں دونو جوانوں کا ایسا ہی سوال اور حضورؐ کا ایسا ہی جواب مروی ہے اور پھر ان دونوں حضرات کا یہ قول بھی ہے کہ یا رسول اللہ ہم یہ کوشش نیک اعمال کرتے رہیں گے۔ حضرت ابوالدرداءؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر دن غروب کے وقت سورج کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں اور وہ با آواز بلند دعا کرتے ہیں جسے تمام چیزیں سنی ہیں سوائے جنات اور انسان کے کہ اے اللہ تجھی کو نیک بدلہ دے اور نبیل کا مال تلف کر۔ یہی معنی ہیں قرآن کی ان چاروں آیتوں کے ابن ابی حاتم کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں اس پوری سورت کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ ایک شخص کا کھجوروں کا باغ تھا ان میں سے ایک درخت کی شاخیں ایک مسکین شخص کے گھر میں پڑتی تھیں وہ بیچارہ غریب نیک بخت اور ہال بچوں دار تھا باغ والا جب اس درخت کی کھجوریں اتارنے آتا تو اس مسکین کے گھر میں جا کر وہاں کی کھجوریں اتارتا اس میں جو کھجوریں نیچے گرتیں انہیں اس غریب شخص کے بچے چن لیتے تو یہ آکر ان سے چھین لیتا بلکہ اگر کسی بچے کے منہ میں ڈال لی ہے تو انگلی ڈال کر اس کے منہ سے نکال لیتا اس مسکین نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی آپ نے اس سے فرمایا کہ اچھا تم جاؤ اور آپ اس باغ والے سے ملے اور فرمایا کہ تو اپنا وہ درخت جس کی شاخیں فلاں مسکین کے گھر میں ہیں مجھے دے دے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تجھے جنت کا ایک درخت دے گا وہ کہنے لگا اچھا حضرت میں نے دیا مگر مجھے اس کی کھجوریں بہت اچھی لگتی ہیں میرے تمام باغ میں ایسی کھجوریں کسی اور درخت کی نہیں آنحضرت ﷺ یہ سن کر خاموشی کے ساتھ واپس تشریف لے چلے ایک شخص جو یہ بات چیت سن رہا تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا حضرت اگر یہ درخت میرا ہو جائے اور میں آپ کا کردوں تو کیا مجھے اس کے بدلے جنتی درخت مل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ شخص اس باغ والے کے پاس آئے ان کا بھی ایک باغ کھجوروں کا تھا یہ پہلا شخص ان سے وہ ذکر کرنے لگا کہ حضرت مجھے فلاں درخت کھجور کے بدلے جنت کا ایک درخت دینے کو کہہ رہے تھے میں نے یہ جواب دیا یہ سن کر خاموش ہو رہے پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ کیا تم اسے پہنچنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ جو قیمت اس کی مانگوں وہ کوئی مجھے دے دے لیکن کون دے سکتا ہے؟ پوچھا کیا قیمت لینا چاہتے ہو؟ کیا چالیس درخت خرما کے اس نے کہا یہ تو بڑی زبردست قیمت لگا رہے ہو ایک کے چالیس؟ پھر اور باتوں میں لگ گئے پھر کہنے لگے اچھا میں اسے اتنے ہی میں خریدتا ہوں اس نے کہا اچھا اگر سچ بچ خریدتا ہے تو گواہ کرلو۔ اس نے چند لوگوں کو بلا لیا اور معاملہ طے ہو گیا گواہ مقرر ہو گئے پھر اسے کچھ سوجھی تو کہنے لگا کہ دیکھئے صاحب جب تک ہم تم لگ نہیں ہوئے یہ معاملہ طے نہیں ہوا اس نے بھی کہا بہت اچھا میں بھی ایسا احق نہیں ہوں کہ تیرے ایک درخت کے بدلے جو رقم کھایا ہوا ہے اپنے چالیس درخت دے دوں تو یہ کہنے لگا کہ اچھا اچھا مجھے منظور ہے لیکن درخت جو میں لوں گا وہ تنے والے بہت عمدہ لوں گا اس نے کہا اچھا منظور چنانچہ گواہوں کے رو برو یہ سودا فیصل ہوا اور مجلس برخاست ہوئی۔ یہ شخص خوشی خوشی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ اب وہ درخت میرا ہو گیا اور میں نے اسے آپ کو دے دیا رسول اللہ ﷺ اس مسکین کے پاس گئے اور فرمانے لگے یہ درخت تمہارا ہے اور تمہارے بال بچوں کا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

ابن جریر میں مروی ہے کہ یہ آیتیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں آپ مکہ شریف میں ابتداء اسلام کے زمانے میں بڑھیا عورتوں کا اور ضعیف لوگوں کو جو مسلمان ہو جاتے تھے آزا کر دیا کرتے تھے اس پر ایک مرتبہ آپ کے والد حضرت ابو قحافہ سے جواب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہا کہ بیٹا تم جو ان کمزور مستیوں کو آزا کر دے پھرتے ہو اس سے تو یہ اچھا ہو کہ تو جو ان طاقت والوں کو آزا کر آؤ تاکہ وقت پر وہ تمہیں کام آئیں تمہاری مدد کریں اور دشمنوں سے لڑیں تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اباجی میرا ارادہ دنیوی فائدے کا نہیں میں تو صرف رضائے رب مرضی مولا چاہتا ہوں اس بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ تروی کے معنی مرنے کے بھی مروی ہیں اور آگ میں گرنے کے بھی۔

إِنَّا عَلَيْنَا لِلْهُدَىٰ وَإِنَّا لَنَالِ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۖ فَانذَرَكُمْ
نَارًا تَلْظَىٰ ۖ لَا يَصْلُهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۖ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۖ
وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۖ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۖ وَمَا لِأَحَدٍ
عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۖ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۖ
وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ

راہ دکھادینا ہمارا ذمہ ہے ○ اور ہمارے ہی ہاتھ ہے آخرت اور دنیا ○ میں نے تو تمہیں شیعہ مارتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا ○ جس میں صرف وہ بد بخت تر لوگ داخل ہوں گے ○ جنہوں نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا ○ اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو پرہیزگار ہو ○ جو پاک حاصل کرنے کے لئے اپنا مال دیتا ہے ○ کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جاتا ہو ○ صرف اپنے پروردگار بزرگ و بلند کا دیدار مطلوب ہے ○ یقیناً وہ بھی عترتِ نبویؐ رضامند ہو جائے گا ○

مومن کی منزل اللہ تعالیٰ کی رضا: ☆☆ (آیت ۲۱-۲۲) یعنی حلال و حرام کا ظاہر کر دینا ہمارے ذمے ہے یہ بھی معنی ہیں کہ جو ہدایت پر چلا وہ یقیناً ہم تک پہنچ جائے گا جیسے فرمایا وَ عَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ آخرت اور دنیا کی ملکیت ہماری ہی ہے میں نے بھڑکتی ہوئی آگ سے تمہیں ہوشیار کر دیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے خطبہ کی حالت میں سنا ہے آپ بہت بلند آواز سے فرما رہے تھے یہاں تک کہ میری اس جگہ سے باز تک آواز پہنچے اور بار بار فرماتے جاتے تھے لوگو میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا چکا لوگو میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا رہا ہوں بار بار یہ فرما رہے تھے یہاں تک کہ چاروں مبارک کندھوں سے سرک کر پیروں میں گر پڑی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی قیامت کے دن وہ ہوگا جس کے دونوں قدموں تلے دوا انگارے رکھ دیئے جائیں گے جس سے اس کا دماغ ابل رہا ہوگا۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے ہلکے عذاب والا وہ جہنمی ہوگا جس کی دونوں جوتیاں اور دونوں ٹسے آگ کے ہوں گے جن سے اس کا دماغ اس طرح ابل رہا ہوگا جس طرح ہنڈیا جوش کھار ہی ہو یا جو دیکھ سب سے ہلکے عذاب والا یہی ہے لیکن اس کے خیال میں اس سے زیادہ عذاب والا اور کوئی نہ ہوگا اس جہنم میں صرف وہی لوگ گھیر گھار کر بدترین عذاب کے جائیں گے جو بد بخت تر ہوں جن کے دل میں

کلمہ یب ہو اور اسلام پر عمل نہ ہو۔ مسند احمد کی حدیث میں بھی ہے کہ جہنم میں صرف شقی لوگ جائیں گے لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا جو اطاعت گزار نہ ہو اور نہ خدا کے خوف سے کوئی بدی چھوڑتا ہو۔ مسند کی اور حدیث میں ہے میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جو انکار کریں لوگوں نے پوچھا انکار کی کون ہے؟ فرمایا جو میری اطاعت کرے وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا اور فرمایا جہنم سے دوری اسے ہوگی جو قلعوی شعار پر بیزگار اللہ کے ڈر والا ہو جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں دے تاکہ خود بھی پاک ہو جائے اور اپنی چیزوں کو بھی پاک کرے اور دین و دنیا میں پاکیزگی حاصل کر لے یہ اس لئے کسی کے ساتھ سلوک نہیں کرتا کہ اس کا بھی کوئی احسان اس پر ہے بلکہ اس لئے کہ آخرت میں جنت ملے اور وہاں اللہ کا دیدار نصیب ہو۔ پھر فرماتا ہے کہ بہت جلد بالیقین ایسی پاک صفتوں والا شخص راضی ہو جائے گا۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں یہ آیتیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتاری ہیں یہاں تک کہ بعض مفسرین نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے بیشک صدیق اکبرؓ اس میں داخل ہیں اور اس کی عمومیت میں ساری امت سے پہلے میں گواہی آیت کے عام ہیں لیکن آپ سب سے اول اس کے مصداق ہیں ان تمام اوصاف میں اور کل کی کل نیکیوں میں سب سے پہلے اور سب سے آگے اور سب سے بڑھے چھ آپ ہی تھے آپ صدیق تھے پر بیزگار تھے بزرگ تھے خلی تھے آپ اپنے مالوں کو اپنے مولا کی اطاعت میں اور رسول اللہ ﷺ کی امداد میں دل کھول کر خرچ کرتے رہتے تھے ہر ایک کے ساتھ احسان و سلوک کرتے اور کسی دنیوی فائدے کی چاہت پر نہیں کسی کے احسان کے بدلے نہیں بلکہ صرف اللہ کی مرضی کے لئے رسول کی فرمانبرداری کے لئے جتنے لوگ تھے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے سب کے سب پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احسانات کے بار تھے یہاں تک کہ عروہ بن مسعود جو قبیلہ سقیف کا سردار تھا صلح حدیبیہ کے والے موقع پر جبکہ حضرت صدیقؓ نے اسے ڈانٹا دیا اور دو باتیں سنائیں تو اس نے کہا کہ اگر آپ کے احسان مجھ پر نہ ہوتے جس کا بدلہ میں نہیں دے سکتا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا پس جبکہ عرب کے سردار اور قبائل عرب کے بادشاہ کے اوپر آپ کے اس قدر احسان تھے کہ وہ سر نہیں اٹھا سکتا تھا تو بھلا اور تو کہاں؟ اسی لئے یہاں بھی فرمایا گیا کہ کسی کے احسان کا بدلہ انہیں دینا نہیں بلکہ صرف دیدار اللہ کی خواہش ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے جو شخص جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے اسے جنت کے داروئے نفع پکاریں گے کہ اسے اللہ کے بندے ادھر سے آؤ یہ سب سے اچھا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کو کوئی ضرورت تو ایسی نہیں لیکن فرمائیے کہ کوئی ایسا بھی ہے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہے اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو۔

الحمد للہ سورہ اللیل کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کا احسان ہے اور اس کا شکر ہے۔

تفسیر سورۃ الضحیٰ

برسورت کے خاتمہ پر اللہ اکبر کہو: ☆ ☆ اسمعیل بن قسطنطین اور شبل بن عباد کے سامنے حضرت مکرمہ بخلاوت قرآن کر رہے تھے جب اس سورت تک پہنچے تو دونوں نے فرمایا کہ اب سے آخر تک برسورت کے خاتمہ پر اللہ اکبر کہا کرو۔ ہم نے ان کثیر کے سامنے پڑھا تو انہوں نے ہمیں یہی فرمایا اور انہوں نے فرمایا کہ ہم سے عباد نے یہ فرمایا ہے اور مجاہد کو حضرت ابن عباسؓ کی یہی تعلیم تھی اور ابن عباسؓ کو حضرت ابی بن کعبؓ نے یہی فرمایا تھا اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا۔ امام القرأت حضرت ابوالحسنؓ بھی اس سنت کے راوی ہیں حضرت ابوحاتم رازی اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اس لئے کہ ابوالحسن ضعیف ہیں ابوحاتم تو ان سے حدیث ہی نہیں لیتے اسی

طرح ابو جعفر عقیلی بھی انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں لیکن شہاب الدین ابوشامہ شرح شاطبیہ میں حضرت امام شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص سے سنا کہ وہ نماز میں اس تکبیر کو کہتے تھے تو آپ نے فرمایا تو نے اچھا کیا اور سنت کو پہنچ گیا یہ واقعہ تو اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو۔ پھر قاریوں میں اس بات کا بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ یہ تکبیر پڑھے اور کس طرح پڑھے، بعض تو کہتے ہیں واللّٰلِ اِذَا يُغَشِّیْكَ خَاتَمُہ سے اور بعض کہتے ہیں والفتحی کے آخر سے۔ پھر بعض تو کہتے ہیں صرف اللہ اکبر کہے، بعض کہتے ہیں اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے، بعض قاریوں نے سورۃ والفتحی سے ان تکبیروں کے کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جب وحی آنے میں دیر لگی اور پہچمدت حضور پر وحی نہ اتری پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور یہی سورت لائے تو خوشی اور فرحت کے باعث آپ نے تکبیر کہی، لیکن یہ کسی ایسی اسناد کے ساتھ مروی نہیں جس سے صحت و ضعف کا یہ چل سکے۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالصُّحُفِ ۖ وَاللَّيْلِ اِذَا سَجَى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى ۝
وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰٓئِ ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا بخشنے والے والا مہربان ہے

قسم ہے چاشت کے وقت کی ○ اور قسم ہے رات کی جب چھایا جائے ○ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہ بیزار ہو گیا ○ یقیناً تیرے لئے انجام آغاز سے بہتر ہے ○ تجھے تیرا رب بہت جلد انعام دے گا اور تو راضی خوش ہو جائے گا ○

(آیت ۱-۵) مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ بیمار ہو گئے اور ایک یا دو راتوں تک آپ تہجد کی نماز کے لئے نہ اٹھ سکے تو ایک عورت کہنے لگی کہ تجھے تیرے شیطان نے چھوڑ دیا اس پر یہ انگلی آیتیں نازل ہوئیں (بخاری و مسلم وغیرہ) حضرت جناب فرماتے ہیں کہ جبریل کے آنے میں سمجھ دی ہوئی تو مشرکین کہنے لگے کہ تو چھوڑ دے گئے تو اللہ تعالیٰ نے والضحیٰ سے قلبی تک کی آیتیں اتاریں اور روایت میں ہے کہ حضور کی انگلی پر پتھر مارا گیا تھا جس میں سے خون نکلا اور جس پر آپ نے فرمایا:

هل انت الا اصبع دميت وفى سبيل الله ما لقيت

یعنی تو صرف ایک انگلی ہے اور راہ اللہ میں تجھے یہ زخم لگا ہے۔

طبیعت کچھ نا ساز ہو جانے کی وجہ سے دو تین رات آپ بیدار نہ ہوئے جس پر اس عورت نے وہ ناشائستہ الفاظ نکالے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ عورت ابولہب کی جو ردام جمیل تھی اس پر اللہ کی ماز آپ کی انگلی کا زخمی ہونا اور اس موزوں کلام کا بے ساختہ زبان مبارک سے ادا ہونا تو مصیبتیں میں بھی ثابت ہے لیکن ترک قیام کا سبب اسے بتانا اور اس پر ان آیتوں کا نازل ہونا یہ غریب ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ آپ کا رب آپ سے کہیں ناراض نہ ہو گیا ہو؟ اس پر یہ آیتیں اتریں اور روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے آنے میں دیر ہوئی حضور بہت گھبرائے اس پر حضرت خدیجہ نے یہ سبب بیان کیا اور اس پر یہ آیتیں اتریں یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں اور حضرت خدیجہ کا نام تو اس میں محفوظ نہیں معلوم ہوتا ہاں یہ ممکن ہے کہ مائی صاحبہ نے افسوس اور رنج کے ساتھ یہ فرمایا ہو۔ واللہ اعلم۔ ابن اسحاق اور بعض سلف نے فرمایا ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوئے تھے اور بہت ہی قریب ہو گئے تھے اس وقت اسی سورت کی وحی نازل فرمائی تھی۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ وحی کے رک جانے کی بنا پر مشرکین کے اس ناپاک قول کے

رد میں یہ آیتیں اتریں یہاں اللہ تعالیٰ نے دھوپ چڑھنے کے وقت کی دن کی روشنی اور رات کے سکون اور اندھیرے کی قسم کھائی جو قدرت اور خلق خالق کی صاف دلیل ہے جیسے اور جگہ ہے وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ أَوْرَاجُهَا فَالْقُلُوبُ الْغَافِلَةُ مطلب یہ ہے کہ اپنی اس قدرت کا یہاں بھی بیان کیا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب نے نہ تو تجھے چھوڑا نہ تجھ سے دشمنی کی تیرے لئے آخرت اس دنیا سے بہت بہتر ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ دنیا میں سب سے زیادہ زاہد تھے اور سب سے زیادہ تارک دنیا تھے آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات ہر زحمتی نہیں رہ سکتی۔

مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور بوریئے پر سوئے، جسم مبارک پر بوریئے کے نشان پڑ گئے، جب بیدار ہوئے تو میں آپ کی کردت پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کہا حضور ہمیں کیوں اجازت نہیں دیتے کہ ایک بوریئے پر کچھ بچھا دیا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا واسطہ؟ میں کہاں دنیا کہاں؟ میری اور دنیا کی مثال تو اس راہر و سوار کی طرح ہے جو کسی درخت تلے ذرا سی دیر ٹھہر جائے پھر اسے چھوڑ کر چل دے یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور حسن ہے۔ پھر فرمایا تیرا رب تجھے آخرت میں تیری امت کے بارے میں اس قدر نعمتیں دے گا کہ تو خوش ہو جائے ان کی بڑی تحریم ہوگی اور آپ کو خاص کر کے حوض کوثر عطا فرمایا جائے گا جس کے کنارے کھوکھلے موتیوں کے خیمے ہوں گے جس کی مٹی خالص مشک ہوگی یہ حدیثیں عنقریب آ رہی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک روایت میں ہے کہ جو خزائے آپ کی امت کو ملنے والے تھے وہ ایک ایک کر کے آپ پر ظاہر کئے گئے آپ بہت خوش ہوئے اس پر یہ اتاری کہ جب ایک ہزار محل آپ کو دے گئے ہر محل میں پاک بیویاں اور بہترین خادم ہیں ابن عباسؓ تک اس کی سند صحیح ہے اور یہ ظاہر ایسی بات بغیر حضورؐ سے روایت نہیں ہو سکتی، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضورؐ کی رضامندی میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔ حسنؓ فرماتے ہیں اس سے مراد شفاعت ہے۔

الْمَرْيُوكَ يَتِيْمًا فَاَوِيْهُ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى وَوَجَدَكَ عَالِيًا
فَاَغْنٰىهُ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تُفْهَرُ وَامَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرُ
وَامَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

کیا اس نے تجھے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ اور تجھے راہ بھلا پا کر ہدایت نہیں دی؟ اور تجھے تنگ دست پا کر تو کھڑ نہیں بنادیا؟ پس یتیم کو تو بھی نڈبدا اور سوال کرنے والے کو نہ ڈانت ڈہٹ اور اپنے رب کے احسانوں کو بیان کرتا رہ

(آیت ۶۰-۱۱) ابن ابی شیبہ میں ہے حضورؐ نے فرمایا ہم وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت دنیا پر پسند کر لی ہے پھر آپ نے آیت وَلَسَوْفَ يَكْفُلُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِی کہ آپ کی یتیمی کی حالت میں خدائے تبارک و تعالیٰ نے آپ کا بچاؤ کیا اور آپ کی حفاظت کی اور پرورش کی اور جگہ عنایت فرمائی۔ آپ کے والد کا انتقال تو آپ کی پیدائش سے پہلے ہی ہو چکا تھا بعض کہتے ہیں ولادت کے بعد ہوا مجھ سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہو گیا اب آپ دادا کی کفالت میں تھے لیکن جب آٹھ سال کی آپ کی عمر ہوئی تو دادا کا سایہ بھی اٹھ گیا اب آپ اپنے چچا ابوطالب کی پرورش میں آئے۔ ابوطالب دل و جان سے آپ کی نگرانی اور امداد میں رہے آپ کی پوری عزت و توقیر کرتے اور توہم کی مخالفت کے چڑھتے طوفان کو روکتے رہتے تھے اور اپنے نفس کو بطور دُھال کے پیش کر دیا کرتے تھے کیونکہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت مل چکی تھی اور قریش سخت تر مخالف بلکہ دشمن جان ہو گئے تھے ابوطالب باوجود بت پرست مشرک ہونے کے آپ کا ساتھ دیتا

تھا اور مخالفین سے لڑتا جھگڑتا رہتا تھا یہی تھی منجانب اللہ حسن تدبیر کہ آپ کی قیمتی کے ایام اسی طرح گزرے اور مخالفین نے آپ کی خدمت اس طرح لی یہاں تک کہ ہجرت سے کچھ پہلے ابوطالب بھی فوت ہو گئے اب سنبھاء و جہلاء قریش اٹھ کھڑے ہوئے تو پروردگار عالم نے آپ کو مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے کی رخصت عطا فرمائی اور اوس و خزرج جیسی قوموں کو آپ کا انصار بنادیا ان بزرگوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جگہ دی مدینہ شریف کی حفاظت کی اور مخالفین سے مدینہ پر ہو کر مردانہ دلاڑنیاں کیں اللہ ان سب سے خوش رہے۔ یہ سب کا سب اللہ کی حفاظت اور اس کی عنایت احسان اور اکرام سے تھا۔ پھر فرمایا کہ راہ بھولا پا کر صحیح راستہ دکھا دیا جیسے اور جگہ ہے مَا كُنْتُ نَذْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِنْسَانُ یعنی اسی طرح ہم نے اپنی حکم سے تمہاری طرف روح کی وحی کی تم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے نہ کتاب کی خبر تھی بلکہ ہم نے اسے نور بنا کر جسے چاہا ہدایت کر دی۔ بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ حضور نبیچین میں مکہ کی گلیوں میں گم ہو گئے تھے اس وقت اللہ نے لونٹا لایا، بعض کہتے ہیں شام کی طرف اپنے چچا کے ساتھ جاتے ہوئے رات کو شیطان نے آپ کی اونٹنی کی ٹکیل پکڑ کر راہ سے ہٹا کر جنگل میں ڈال دیا، پس جبرائیل علیہ السلام آئے اور پھونک مار کر شیطان کو تو جہنم میں ڈال دیا اور سواری کو راہ لگا دیا۔ بغوی نے یہ دونوں قول نقل کئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ بال بچوں والے ہوتے ہوئے تلک دست پا کر ہم نے آپ کو غنی کر دیا، پس تفسیر صابر اور غنی شاکر ہونے کے درجات آپ کو مل گئے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں یہ سب حال نبوت سے پہلے کے ہیں صحیحین وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نگری مال و اسباب کی زیادتی سے نہیں بلکہ حقیقی تو نگرد ہے جس کا دل بے پرواہ ہو۔ صحیح مسلم شریف میں ہے اس نے فلاح پالی جسے اسلام نصیب ہوا اور کافی ہو اتنا رزق بھی ملا اور اللہ کے دیئے ہوئے پر قناعت کی توفیق ملی۔ پھر فرماتا ہے کہ یتیم کو حقیر جان کر نہ ڈانٹ ڈپٹ کر بلکہ اس کے ساتھ احسان و سلوک کر اور اپنی قیمتی کو نہ بھول۔ قتادہؓ فرماتے ہیں یتیم کے لئے ایسا ہو جانا چاہئے جیسے گناہ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے سائل کو نہ جھڑک جس طرح تم بے راہ تھے اور اللہ نے ہدایت دی تو اب جو تم سے علمی باتیں پوچھتے صحیح راستہ دریافت کرے تو تم اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو غریب مسکین ضعیف بندوں پر تکبر تجھ نہ کرو انہیں ڈانٹو ڈپٹو نہیں برا بھلا نہ کہو سخت ست نہ بلو اگر مسکین کو کچھ نہ دے سکتے تو بھی بھلا اور اچھا جواب دے نرمی اور رحم کے ساتھ لونٹا دے۔ پھر فرمایا کہ اپنے رب کی نعمتیں بیان کرتے رہو۔ یعنی جس طرح تمہاری فقیری کو ہم نے تو نگری سے بدل دیا تم بھی ہماری ان نعمتوں کو بیان کرتے رہو اسی لئے حضور کی دعاؤں میں یہ بھی تھا وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنُعْمَتِكَ مُتْنِيْنَ بِهَا عَلَيْكَ فَاَبْلِيْهَا وَاتَّبَعْنَا خَلْقًا يَعْنِيْ خَلْقًا مِّمَّنْ اَبْنٰى نِعْمَتُوْنَ کی شکر گزاری کرنے والا ان کی وجہ سے تیری ثنا بیان کرنے والا ان کا اقرار کرنے والا کر دے اور ان نعمتوں کو ہم پر پورا کر دے ابو نصرہؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ نعمتوں کی شکر گزاری میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کا بیان ہو۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے جس نے تمھو سے پر شکر نہ کیا اس نے زیادہ پر بھی شکر نہیں کیا جس نے لوگوں کی شکر گزاری جس نہ کی اس نے اللہ کی بھی نہیں کی نعمتوں کا بیان بھی شکر ہے اور ان کا بیان نہ کرنا ناشکری ہے جماعت کے ساتھ رہنا رحمت کا سبب ہے اور تفرقہ عذاب کا باعث ہے اس کی اسناد ضعیف ہے۔ صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ مہاجرین نے کہا یا رسول اللہ انصار سارا سا دارا اجر لے گئے فرمایا نہیں جب تک کہ تم ان کے لئے دعا کیا کرو اور ان کی تعریف کرتے رہو۔ ابو داؤد میں ہے اس نے اللہ کی شکر گزاری نہیں کی جس نے لوگوں کی شکر گزاری نہ کی ابو داؤد کی اور حدیث میں ہے جسے کوئی نعمت ملی اور اس نے اسے بیان کیا تو وہ شکر گزار رہے اور جس نے اسے چھپایا اس نے ناشکری کی اور روایت میں ہے کہ جسے کوئی عطیہ دیا جائے اسے چاہئے کہ اگر ہو سکے تو بدلہ اتار دے اگر نہ ہو سکے تو اس کی ثنا

بیان کرے جس نے ثناء کی وہ شکر گزار ہوا اور جس نے اس نعت کا اظہار نہ کیا اس نے ناشکری کی (ابوداؤد)۔

مجاہذ فرماتے ہیں یہاں نعت سے مراد نبوت ہے ایک روایت میں ہے قرآن مراد ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں طلب یہ ہے کہ جو بھلائی کی باتیں آپ کو معلوم ہیں وہ اپنے بھائیوں سے بھی بیان کرو۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں جو نعت و کرامت نبوت کی تمہیں ملی ہے اسے بیان کرو اس کا ذکر کرو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو۔ چنانچہ حضور نے اپنے رشتہ والوں میں سے جن پر آپ کو اطمینان ہوتا پوشیدگی سے پہلے پہل دعوت دینی شروع کی اور آپ پر نماز فرض ہوئی جو آپ نے ادا کی۔ سورۃ الفصحی کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ کے احسان پر اس کا شکر ہے۔

تفسیر سورۃ الم نشرح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۖ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۚ
الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۖ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۚ
فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۚ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۚ
فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۚ وَالْیَۤاۤیُ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

یام بخشہ والے مہربان اللہ کے

کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟ اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا؟ جس نے تیری پہنچ بوجھل کر دی تھی اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا؟ س والہ نہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے؟ یقیناً دشواری کے ساتھ سہولت ہے؟ پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر اور اپنے پروردگار کی طرف دل لگا۔

(آیت ۱-۸) یعنی ہم نے تیرے سینے کو منور کر دیا چوڑا کشادہ اور رحمت و کرم والا کر دیا ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فَمَنْ شَرِدَ لِّلّٰهِ اِلٰحٌ یعنی جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے جس طرح آپ کا سینہ کشادہ کر دیا گیا تھا اسی طرح آپ کی شریعت بھی کشادگی والی نرمی اور آسانی والی بنا دی جس میں نہ تو کوئی حرج ہے نہ تنگی نہ تشری نہ تکلیف اور سختی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد معراج والی رات سینے کا شق کیا جاتا ہے جیسے کہ مالک بن صعصعہ کی روایت سے پہلے گذر چکا امام ترمذی نے اس حدیث کو سنیں وارد کیا ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ دونوں واقعات مراد ہو سکتے ہیں یعنی معراج کی رات سینے کا شق کیا جانا اور سینہ کو راز اللہ کا گنجینہ تابی بنی کہ نبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی دیر کی رسول اللہ ﷺ سے دو باتیں پوچھ لیا کرتے تھے جسے دوسرے نہ پوچھ سکتے تھے ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ امر نبوت میں سب سے پہلے آپ نے کیا دیکھا؟ آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے ابو ہریرہؓ میں دس سال کچھ ماہ کا تھا جنگل میں کھڑا تھا کہ میں نے اوپر آسمان کی طرف سے کچھ آواز سنی کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کیا یہ وہی ہیں؟ اب دو شخص میرے سامنے آئے جن کے منہ ایسے منور تھے کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے اور ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ میرے دماغ نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونچھی اور ایسے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ میں نے کبھی کسی پر ایسے کپڑے نہیں دیکھے اور آ کر انہوں نے میرے دونوں بازو ہاتھ لئے لیکن مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی میرے بازو ہاتھ ہوئے ہے پھر ایک نے

دوسرے سے کہا کہ انہیں لانا دو چنانچہ اس نے لانا دیا لیکن اس میں بھی نہ مجھے تکلیف ہوئی نہ محسوس ہوا پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ شق کرو۔ چنانچہ میرا سینہ نیز دیا لیکن نہ تو مجھے اس میں کچھ دکھ ہوا نہ میں نے خون دیکھا پھر کہا اس میں سے غل و غش و حسد و بغض سب نکال دو چنانچہ اس نے ایک خون بستہ جیسی کوئی چیز نکالی اور اسے پھینک دیا پھر اس نے کہا اس میں رافت و رحمت و رحم و کرم بھردو پھر ایک چاندی جیسی چیز جتنی کتنی تھی اتنی ڈال دی پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا جائے اور سلامتی سے زندگی گزارے اب جو میں چلا تو میں نے دیکھا کہ ہر چھوٹے پر میرے دل میں شفقت ہے اور ہر بڑے پر رحمت ہے (مسند احمد)۔

پھر فرمان ہے کہ ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا یہ ایسا معنی میں ہے کہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیے جس نے تیری کمر سے آواز نکلا دی تھی یعنی جس نے تیری کمر کو بوجھل کر دیا تھا ہم نے تیرا ذکر بلند کیا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں یعنی جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں تیرا ذکر کیا جائے گا جیسے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَادَهُ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کر دیا کوئی خطیب کوئی واعظ کوئی کلمہ گو کوئی نمازی ایسا نہیں جو اللہ کی وحدانیت کا اور آپ کی رسالت کا کلمہ نہ پڑھتا ہو۔ ابن جریر میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ میں آپ کا ذکر کس طرح بلند کروں؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی کو پورا علم ہے فرمایا جب میں ذکر کیا جاؤں تو آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب سے ایک سوال کیا لیکن نہ کرتا تو اچھا ہوتا میں نے کہا خدا یا مجھ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کے لئے تو نے ہوا کو تابعدار کر دیا تھا کسی کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کیا تجھے میں نے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ میں نے کہا بیشک فرمایا راہ گم کردہ پا کر میں نے تجھے ہدایت نہیں کی؟ میں نے کہا بیشک فرمایا کیا فقیر پا کر غنی نہیں بنادیا؟ میں نے کہا بیشک فرمایا کیا میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ کیا میں نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا؟ میں نے کہا بیشک کیا ہے۔

ابو نعیم دلائل نبوت میں لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں فارغ ہوا اس چیز سے جس کا حکم مجھے میرے رب عزوجل نے کیا تھا آسمان اور زمین کے کام سے تو میں نے کہا خدا یا مجھ سے پہلے جتنے انبیاء ہوئے ان سب کی تو نے تکریم کی ابراہیم کو ظلیل بنایا موسیٰ کو کلیم بنایا داؤد کے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا سلیمان کے لئے ہواؤں کو تابعدار بنایا اور شیطان کو بھی تابعدار بنایا اور عیسیٰ کے ہاتھ پر مردے زندہ کرائے پس میرے لئے کیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تجھے ان سب سے افضل چیز نہیں دی؟ کہ میرے ذکر کے ساتھ ہی تیرا ذکر بھی کیا جاتا ہے اور میں نے تیری امت کے سینوں کو ایسا کر دیا کہ وہ قرآن کو قرات پڑھتے ہیں یہ میں نے کسی اگلی امت کو نہیں دیا اور میں نے تجھے اپنے عرش کے خزانوں میں سے خزانہ دیا جو لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ہے۔ ابن عباس اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اذان ہے یعنی اذان میں آپ کا ذکر ہے جس طرح حضرت حسان کے شعروں میں ہے۔

اَعَزَّ عَلَيْهِ لِلْنَّبُوَّةِ خَاتَمٌ مِنَ اللّٰهِ مِنْ ثَوْرِ يَلْبُوخٍ وَيَنْشَهُدُ
وَضَمَّ الْاِلٰهَ اسْمَ النَّبِيِّ اِلٰى اسْمِهِ اِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمَوْدُوْا اَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِيُجْلِلَهُ فُلُوْا الْعَرْشَ مَحْمُوْدًا وَهَذَا مُحَمَّدٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے مہربانیت کو اپنے پاس کا ایک نور بنا کر آپ پر چمکادی جو آپ کی رسالت کی گواہ ہے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا یا جبکہ پانچوں وقت مودن اشہد کہتا ہے آپ کی عزت و جلال کے اظہار کے لئے اپنے نام میں سے آپ کا نام نکالا دیکھو وہ عرش والا محمود ہے اور آپ محمد ہیں (ﷺ) اور لوگ کہتے ہیں کہ انگوٹھوں پچھلوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کیا اور تمام انبیاء علیہم السلام سے

روزِ میثاق میں عبد لیا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی آپ پر ایمان لانے کا حکم کریں پھر آپ کی امت میں آپ کے ذکر کو شہور کیا کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے۔

صرصریٰ نے کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ فرضوں کی اذان صحیح نہیں ہوتی مگر آپ کے پیارے اور پیٹھے نام سے جو پسندیدہ اور اچھے منہ سے ادا ہو اور فرماتے ہیں کہ تم نہیں دیکھتے کہ ہماری اذان اور ہمارا فرض صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ آپ کا ذکر بار بار اس میں نہ آئے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ تکرار اور تاکید کے ساتھ دودود دفعہ فرماتا ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی دشواری کے ساتھ سہولت ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے سامنے ایک پتھر تھا پس لوگوں نے کہا اگر سختی آئے اور اس پتھر میں گھس جائے تو آسانی بھی آئے گی اور اسی میں جائے گی اور اسے نکال لائے گی اس پر یہ آیت اتری۔ مسند بزار میں ہے حضور فرماتے ہیں کہ اگر دشواری اس پتھر میں داخل ہو جائے تو آسانی آ کر اسے نکالے گی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی یہ حدیث صرف عائذ بن شرحبیل حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ابو حاتم رازی کا فیصلہ ہے کہ ان کی حدیث میں ضعف ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ موقوف مروی ہے حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے کہ ایک سختی دو آسانوں پر غالب نہیں آ سکتی حضرت حسنؓ سے ابن جریرؓ میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن شاداں و فرحاں آئے اور ہنستے ہوئے فرمانے لگے ہرگز ایک دشواری دو نرمیوں پر غالب نہیں آ سکتی پھر اس آیت کی آپ نے تلاوت کی یہ حدیث مرسل ہے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو خوشخبری سنائی کہ دو آسانوں پر ایک سختی غالب نہیں آ سکتی مطلب یہ ہے کہ عسرہ کے لفظ کو تو دونوں جگہ معرکہ لائے ہیں تو وہ مفرد ہوا اور سر کے لفظ کو نکرہ لائے ہیں تو وہ متعدد ہو گیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ معونۃ یعنی امداد اللہ بقدر مودۃ یعنی تکلیف کے آسان سے نازل ہوتی ہے اور صبر مصیبت کے مقدار پر نازل ہوتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صَبْرًا جَمِیلًا مَا اقْرَبَ الْفَرَجَا مِنْ رَاقِبِ اللَّهِ فِي الْأُمُورِ نَحَا
مَنْ صَدَّقَ اللَّهُ لَمْ يَنْلُهُ أَدَى وَمَنْ رَجَاهُ يَكُونُ حَيْثُ رَجَا

یعنی اچھا صبر آسانوں سے کیا ہی قریب ہے؟ اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھنے والا نجات یافتہ ہے اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرنے والے کو کوئی ایذا نہیں پہنچتی اس سے بھلائی کی امید رکھنے والا اسے اپنی امید کے ساتھ ہی پاتا ہے۔ حضرت ابو حاتم جستانی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں کہ جب مایوسی دل پر قبضہ کر لیتی ہے اور سینہ باوجود کشادگی کے تنگ ہو جاتا ہے، تکلیفیں گھیر لیتی ہیں اور مصیبتیں ڈیرہ جمالیتی ہیں، کوئی چارہ بھائی نہیں دیتا اور کوئی تدبیر نجات کارگر نہیں ہوتی اس وقت اچانک اللہ کی مدد پہنچتی ہے اور وہ دعاؤں کا سننے والا باریک بین اللہ اس سختی کو آسانی سے اور اس تکلیف کو راحت سے بدل دیتا ہے تنگیوں جب کہ بھر پور آ پڑتی ہیں پروردگار معاً کشادہ گویاں نازل فرما کر نقصان کو فائدہ سے بدل دیتا ہے۔ کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

وَلَكَبَّ نَازِلٌ يُضَيِّقُ بِهِ الْفَنَى دَرْعًا وَعِنْدَ اللَّهِ مِنْهَا الْمَخْرَجُ
كَمْ لَمْ فَلَمَّا اسْتَحْلَمَتْ حَلَقَاتُهَا فَرَجَحَتْ وَكَانَ يَنْظُنُّهَا لَا تَفْرِجُ

یعنی بہت سی ایسی مصیبتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں جن سے وہ تنگدل ہو جاتا ہے حالانکہ اللہ کے پاس ان سے چھکارا بھی ہے۔ جب یہ مصیبتیں کامل ہو جاتی ہیں اور اس زنجیر کے حلقے مضبوط ہو جاتے ہیں اور انسان گمان کرنے لگتا ہے کہ بھلا یہ کیا نہیں گی؟ کہ اچانک اس زجر و کریم اللہ کی شفقت بھری نظریں پڑتی ہیں اور اس مصیبت کو اس طرح دور کر دیتا ہے کہ گویا آئی ہی نہ تھی۔ اس کے بعد ارشاد باری ہو:

ہے کہ جب تو دنیاوی کاموں سے اور یہاں کے اشغال سے فرصت پائے تو ہماری عبادتوں میں لگ جا اور فارغ البال ہو کر دلی توجہ کر کے ہمارے سامنے عاجزی میں لگ جا اپنی نیت خالص کر لے اپنی پوری رغبت کے ساتھ ہماری جناب کی طرف متوجہ ہو جا۔

اسی معنی کی وہ حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے جس میں ہے کہ کھانا سامنے موجود ہونے کے وقت نماز نہیں اور اس حالت میں بھی کہ انسان کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو۔ اور حدیث میں ہے جب نماز کھڑی کی جائے اور شام کا کھانا سامنے موجود ہو تو پہلے کھانے سے فراغت حاصل کر لو۔ حضرت مجاہدؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں جب امر دنیا سے فارغ ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہوا تو محنت کے ساتھ عبادت کر اور مشغولیت کے ساتھ رب کی طرف توجہ کر۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو تہجد کی نماز میں کھڑا ہو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے اپنے رب کی طرف توجہ کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یعنی دعا کر۔ زید بن اسلم اور ضحاک فرماتے ہیں جہاد سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں لگ جا۔ ثورثیؒ فرماتے ہیں اپنی نیت اور اپنی رغبت اللہ ہی کی طرف رکھ۔

سورۃ المشرح کی تفسیر اللہ کے فضل و کرم سے ختم ہوئی فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ التین

(تفسیر سورۃ التین) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے سفر میں دو کعتوں میں سے کسی ایک میں یہ سورت پڑھ رہے تھے میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز اور اچھی قرات کسی کی نہیں سنی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَالَّتَيْنِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سَيْنِينَ ۝ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ
سَفَلِينَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ
مَمْنُونٍ ۝ فَمَا يَكْذِبُكَ بَعْدَ الدِّينِ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ ۝

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع

ہم ہے انجیری اور زیتون کی ○ اور طور سینین کی ○ اور اس امن والے شہر کی ○ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ○ پھر اسے نیچوں سے اُچک کر دیا ○ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور مطابقت سنت عمل کئے تو ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی نہ ختم ہو ○ پس تجھے اب روز جزا کے جھٹلانے پر کون سی چیز آ بادہ کرنی ہے ○ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں کا حاکم نہیں ○؟

(آیت ۱-۸) تین سے مراد کسی کے نزدیک تو مسجد دمشق ہے کوئی کہتا ہے خود دمشق مراد ہے کسی کے نزدیک دمشق کا ایک پہاڑ مراد ہے بعض کہتے ہیں اصحاب کہف کی مسجد مراد ہے کوئی کہتا ہے جودی پہاڑ پر مسجد نوح جو ہے وہ مراد ہے بعض کہتے ہیں انجیر مراد ہے زیتون سے کوئی کہتا ہے مسجد بیت المقدس مراد ہے کسی نے کہا ہے وہ زیتون جسے نچوڑتے ہو طور سینین وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا تھا۔ بَلَدُ الْأَمِينِ سے مراد مکہ شریف ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں بعض کا قول یہ ہے کہ یہ تینوں

وہ جگہیں ہیں جہاں تین اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبر بھیجے گئے ہیں۔

تین سے مراد تو بیت المقدس ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور طور سینین سے مراد طور سینا ہے جہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا تھا اور ہلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے جہاں ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ بھیجے گئے تورات کے آخر میں بھی ان تینوں جگہوں کا نام ہے اس میں ہے کہ طور سینا سے اللہ تعالیٰ آیا یعنی وہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ نے کلام کیا اور سامعیر یعنی بیت المقدس کے پہاڑ سے اس نے اپنا نور چمکایا یعنی حضرت عیسیٰ کو وہاں بھیجا اور فاران کی چوٹیوں پر وہ بلند ہوا یعنی مکہ کے پہاڑوں سے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا پھر ان تینوں زبردست بڑے مرتبے والے پیغمبروں کی زمانی اور وجودی ترتیب بیان کر دی اسی طرح یہاں بھی پہلے جس کا نام لیا اس سے زیادہ شریف چیز کا نام پھر لیا پھر ان دونوں سے بزرگ تر چیز کا نام آخر میں لیا پھر ان قسموں کے بعد بیان فرمایا کہ انسان کو اچھی شکل و صورت میں صحیح قد قامت والا درست اور سڈول اعضاء والا خوبصورت اور سہانے چہرے والا پیدا کیا پھر اسے نچوں کا بچ کر دیا یعنی جنم ہی ہو گیا اگر اللہ کی اطاعت اور رسول کی اتباع نہ کی تو اسی لئے ایمان والوں کو اس سے الگ کر لیا۔ بعض کہتے ہیں مراد انتہائی بڑھاپے کی طرف لوٹا دینا ہے۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں جس نے قرآن جمع کیا وہ رذیل عمر کو نہ پہنچے گا۔ امام ابن جریر اسی کو پسند فرماتے ہیں لیکن اگر یہی بڑھاپا مراد ہوتا تو مومنوں کا استثناء کیوں ہوتا بڑھاپا تو بعض مومنوں پر بھی آتا ہے پس ٹھیک بات وہی ہے جو اوپر ہم نے ذکر کی جیسے اور جگہ سورۃ العصر میں ہے کہ تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ایمان اور اعمال صالح والوں کے کہ انہیں جزا وہ ملے گی جس کی انتہا نہ ہو جیسے پہلے بیان ہو چکا۔ پھر فرماتا ہے اے انسان جبکہ تو اپنی پہلی اور اول مرتبہ کی پیدائش کو جانتا ہے تو پھر جزا و سزا کے دن کے آنے پر اور تیرے دوبارہ زندہ ہونے پر تجھے کیوں یقین نہیں؟ کیا وجہ ہے کہ تو اسے نہیں مانتا؟ حالانکہ ظاہر ہے کہ جس نے پہلی دفعہ پیدا کر دیا اس پر دوسری دفعہ کا پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ حضرت مجاہد ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھ بیٹھے کہ اس سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں؟ آپ نے فرمایا معاذ اللہ اس سے مراد مطلق انسان ہے عکرمہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا خدا حکم الحاکمین نہیں ہے؟ وہ نہ ظلم کرے نہ بے عدلی کرے اسی لئے وہ قیامت قائم کرے گا اور ہر ایک ظالم سے مظلوم کا انتقام لے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث میں یہ گندر چکا ہے کہ جو شخص وَالْيَتِيمَ وَالزَّالِمُونَ پڑھے اور اس کے آخر کی آیت اَلَيْسَ اللّٰهُ پڑھے تو کہہ دے بَلَىٰ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهَدِيْنَ یعنی ہاں میں اس پر گواہ ہوں اللہ کے فضل و کرم سے سورۃ والہین کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ العلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝
اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ
یَعْلَمْ ۝

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بڑی بخشش کرنے والا بہت زیادہ مہربان ہے ○

اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے پیدا کیا ○ جس نے انسان کو خون کے قطرے سے پیدا کیا ○ تو پڑھتا رہا تیرا رب بڑے کرم والا ہے ○ جس نے قلم سے ذریعے علم سکھایا ○ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا ○

(آیت: ۱-۵) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی جو خواب آپ دیکھتے وہ صبح کے ظہور کی طرح ظاہر ہو جاتا پھر آپ نے گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کی۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے توشہ لے کر غار حرا میں چلے جاتے اور کئی راتیں وہیں عبادت میں گذارا کرتے پھر آتے اور توشہ لے کر چلے جاتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ اچانک وہیں شروع شروع میں وحی آئی فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا اقرا یعنی پڑھئے آپ فرماتے ہیں میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں فرشتے نے مجھے پکڑا اور دو بوجا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی پھر مجھے چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا فرشتے نے مجھے دوبارہ دو بوجا جس سے مجھے تکلیف بھی ہوئی پھر چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھ میں نے پھر یہی کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑ کر دیا اور تکلیف پہنچائی پھر چھوڑ دیا اور اقرا باسم ربك الَّذِي خَلَقَ سے مَالَمْ يَعْلَمْ تک پڑھا آپ ان آیتوں کو لئے ہوئے کانپتے ہوئے حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور فرمایا مجھے کپڑا اڑھا دو چنانچہ کپڑا اڑھا دیا یہاں تک کہ ڈر خوف جاتا رہا تو آپ نے حضرت خدیجہ سے سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا مجھے اپنی جان جانے کا خوف ہے۔

حضرت خدیجہ نے کہا حضور آپ خوش ہو جائیے اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز روانہ کرے گا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں کچی باتیں کرتے ہیں دوسروں کا جو خود اٹھا لیتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق پر دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ آپ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالمعزی بن قصی کے پاس آئیں جاہلیت کے زمانہ میں یہ نصرانی ہو گئے تھے عربی کتاب لکھتے تھے اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے بہت بڑی عمر کے انتہائی بوڑھے تھے آنکھیں جا چکی تھیں حضرت خدیجہ نے ان سے کہا کہ اپنے بھتیجے کا واقعہ سنئے ورقہ نے پوچھا بھتیجے آپ نے کیا دیکھا؟ رسول اللہ ﷺ نے سارا واقعہ کہہ سنایا ورقہ نے سنتے ہی کہا کہ یہی وہ راز داں فرشتہ ہے جو حضرت عیسیٰ کے پاس بھی اللہ کا بھیجا ہوا آیا کرتا تھا کاش کہ میں اس وقت جوان ہوتا کاش کہ میں اس وقت زندہ ہوتا جبکہ آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے تعجب سے سوال کیا کہ کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں ایک آپ کیا؟ جتنے بھی لوگ آپ کی طرح نبوت سے سرفراز ہو کر آئے ان سب سے دشمنیاں کی گئیں اگر وہ وقت میری زندگی میں آ گیا تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ لیکن اس واقعہ کے بعد ورقہ بہت کم زندہ رہے اور وحی بھی رک گئی اور اس کے رکنے کا حضور کو برا لگتا تھا کئی مرتبہ آپ نے پہاڑ کی چوٹی پر سے اپنے تئیں گرا دینا چاہا لیکن ہر وقت حضرت جبریل آ جاتے اور فرمادیتے کہ اے محمد آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں (ﷺ) اس سے آپ کا قلق اور رنج و غم جاتا رہتا اور دل میں قدرے اطمینان پیدا ہو جاتا اور آرام سے گھر واپس آ جاتے (مسند احمد)

یہ حدیث صحیح بخاری شریف صحیح مسلم شریف میں بھی بروایت زہری مروی ہے اس کی سند میں اس کے متن میں اس کے معانی میں جو کچھ بیان کرنا چاہئے تھا وہ ہم نے ہماری شرح بخاری میں پورے طور پر بیان کر دیا ہے اگر جی چاہے وہیں دیکھ لیا جائے والحمد للہ۔ پس قرآن کریم کی باعتبار نزول کے سب سے پہلی آیتیں یہی ہیں یہی پہلی نعت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام کی اور یہی وہ پہلی رحمت ہے جو اس ارحم الراحمین نے اپنے رحم و کرم سے ہمیں دی۔ اس میں تنبیہ ہے انسان کی اول پیدائش پر کہ وہ ایک نیچے ہوئے خون کی شکل میں تھا

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِٖٓ أَكْفَرٌ ۖ إِنَّهُٓ إِذْ رَآهُ اسْتَغْنَىٰ ۖ إِنَّهُٓ
رَبَّكَ الرَّجُلِيُّ ۖ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۖ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۖ
أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ۖ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ۖ

کج انسان تو آپ سے باہر ہو جاتا ہے ○ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بے پرواہ سمجھتا ہے ○ یقیناً تیرا لوشا اللہ کی طرف ہے ○ بھلا اسے کون سی بھی دیکھا؟ جو روکتا ہے ○ بندے کو جب وہ نماز ادا کرے ○ بھلا بتلا تو اگر وہ عبادت برے ○ یا تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو ○

طالب علم اور طالب دنیا: ☆ ☆ (آیت: ۶-۱۲) فرماتا ہے کہ انسان کے پاس جہاں دو پیسے ہوئے دُور فارغ البال ہوگا اس کے دل میں کبر و غرور و عجب و خود پسندی آئی اُسے ڈرتے رہنا چاہئے اور خیال رکھنا چاہئے کہ اسے ایک دن اللہ کی طرف لوٹنا ہے وہاں جہاں اور حساب ہوں گے مال کی بابت بھی سوال ہوگا کہ لایا کہاں سے اور خرچ کہاں کیا؟ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں دولا لچمی ایسے ہیں جن کا پیٹ ہی نہیں بھرتا ایک طالب علم دوسرا طالب دنیا۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ علم کا طالب تو اللہ کی رضامندی کے حاصل کرنے میں بڑھتا رہتا ہے اور دنیا کا لالچمی سرکش اور خود پسندی میں بڑھتا رہتا ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی جس میں دنیا داروں کا ذکر ہے پھر طالب علموں کی فضیلت کے بیان کی یہ آیت تلاوت کی اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یہ حدیث مرفوعہ یعنی نبی ﷺ کے فرمان سے بھی مروی ہے کہ دولا لچمی ہیں جو شکم پر نہیں ہوتے طالب علم اور طالب دنیا اس کے بعد کی آیتیں ابو جہل ملعون کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کو بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے روکتا تھا پس پہلے تو اسے بہترین طریقہ سے سمجھایا گیا کہ جنہیں تو روکتا ہے یہی اگر سیدِ راہ پر ہوں انہی کی باتیں تقوے کا حکم کرتی ہوں پھر تو انہیں اگر ڈانٹ ڈپٹ کرے اور خانہ اللہ سے روکے تو تیری بد قسمتی کی انتہا ہے یا نہیں؟ کیا یہ روکنے والا جو نہ صرف خود حق کی راہنمائی سے محروم ہے بلکہ راہ حق سے روکنے کے درپے ہے اتنا بھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اس کا کلام سن رہا ہے اور اس کے کلام اور کام پر اسے سزا دے گا اس طرح سمجھا کھینے کے بعد اب ڈرار ہا ہے کہ اگر اس نے اپنی مخالفت سرکش اور ایذا دہی نہ چھوڑی تو ہم بھی اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے جو اقوال میں کاذب اور افعال میں خطا کار ہے اپنے مددگاروں کو ہمنشیوں کو قربات داروں کو کُتیرہ قبیلے کو بلا لے دیکھیں تو کون اس کی مدافعت کر سکتا ہے ہم بھی اپنے عذاب کے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں۔ پھر ہر ایک کو کھل جائے گا کہ کون جیتا اور کون ہارا؟ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ اگر میں محمد ﷺ کو کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھوں گا تو گردن دیوچوں گا

حضورِ نبویؐ بھی خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا اُتر یہ ایسا کرے گا تو اللہ کے فرشتے اسے پکڑ لیں گے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام مقام ابراہیم کے پاس بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ ملعون آیا اور سبے لگا کہ میں نے تجھے منع کر دیا پھر بھی تو باز نہیں آتا اگر اب میں نے تجھے کہے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو تخت سزاؤں کا وغیرہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے جواب دیا 'اُس کی بات کو ٹھکرا دیا اور اچھی طرح ڈانٹ دیا' اُس پر وہ کہنے لگا کہ تو مجھے ڈانٹتا ہے اللہ کی قسم میری ایک آواز پر یہ ساری وادی آدمیوں سے بھر جائے گی' اُس پر یہ آیت اتری کہ اچھا تو اپنے حامیوں کو بلا، ہم بھی اپنے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں اگر وہ اپنے کنبے والوں کو نکارتا تو وہی وقت عذاب کے فرشتے اسے نیک لینے (ملاحظہ ہو ترمذی وغیرہ)

مسند احمد میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ میں نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو اس کی گردن توڑ دوں گا آپ نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو اسی وقت لوگوں کے دیکھتے ہوئے عذاب کے فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اسی طرح جبکہ یہودیوں سے قرآن نے کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو موت مانگو اگر وہ اسے قبول کر لیتے اور موت طلب کرتے تو سارے کے سارے مر جاتے اور جہنم میں اپنی جگہ دیکھ لیتے۔ اور جن نصرائیوں کو مہلبہ کی دعوت دی گئی تھی اگر یہ مہلبہ کے لئے نکلے تو لوٹ کر نہ اپنا مال پاتے نہ اپنے ہال بچوں کو پاتے ابن جریر میں ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں آپ کو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتا ہوا دیکھ لوں گا تو جان سے مار دوں گا۔ اس پر یہ سورت اتری۔ حضور علیہ السلام تشریف لے گئے ابو جہل موجود تھا اور آپ نے وہیں نماز ادا کی تو لوگوں نے اس بد بخت سے کہا کہ کیوں بیٹھا رہا؟ اس نے کہا کیا بتاؤں کون میرے اور اس کے درمیان حائل ہو گئے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اگر ذرا بھی بلتا جلتا تو لوگوں کے دیکھتے ہوئے فرشتے اسے ہلاک کر ڈالتے۔ ابن جریر کی اور روایت ہیں ہے کہ ابو جہل نے پوچھا کہ کیا محمد (ﷺ) تمہارے سامنے سجدہ کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں تو کہنے لگا اللہ کی قسم اگر میرے سامنے اس نے یہ کیا تو اس کی گردن روند دوں گا اور اس بے بدوئی میں ملا دوں گا۔ ادھر اس نے یہ کہا ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بارک علیہ نے نماز شروع کی جب آپ سجدے میں گئے تو یہ آگے بڑھا لیکن ساتھ ہی اپنے ہاتھ سے اپنے تنیں پچاتا ہوا پچھلے پیروں نہایت بدحواسی سے پیچھے ہٹا لوگوں نے کہا کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میرے اور حضور کے درمیان آگ کی خندق ہے اور گھبراہٹ کی خوفناک چیزیں ہیں اور فرشتوں کے پر ہیں وغیرہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ اور ذرا قریب آ جاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو الگ الگ کر دیتے پس یہ آیتیں کَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّا فَاکِرٌ اس کے آخر سورت تک نازل ہوئیں اللہ ہی کو علم ہے کہ یہ کلام حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے یا نہیں؟

أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۖ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى ۚ
 كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۖ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ
 خَاطِئَةٍ ۖ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۖ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۚ كَلَّا لَا
 تَطْعَمُهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝

اچھا یہ بھی بتا کہ اگر یہ جھٹلا تا ہو اور منہ پھیرتا ہو ○ کیا یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے ○ یقیناً اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی چوٹی کیڑ کر کھینچیں گے چوٹی جو صوفیوں کا رخا کار ہے ○ یہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے ○ ہم بھی دوزخ کے عبادوں کو بلا لیں گے ○ خبردار اس کا کمرنگ نہ بننا اور ناصحہ سے میں اور

قرب الہی کی طلب میں لگے رہتا O

(آیت ۱۳-۱۹) یہ حدیث مسند مسلم نسائی ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔ پھر فرمایا کہ اسے نبی تم اس مردود کی بات نہ ماننا عبادت پر مداومت کرنا اور بکثرت عبادت کرتے رہنا اور جہاں جی چاہے نماز پڑھتے رہنا اور اس کی مطلق پروا نہ کرنا اللہ تعالیٰ خود تیرا حافظ و ناصر ہے وہ تجھے دشمنوں سے محفوظ رکھے گا تو سجدے میں اور قرب اللہ کی طلب میں مشغول رہ۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سجدہ کی حالت میں بندہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے بہت ہی قریب ہوتا ہے پس تم بہ کثرت سجدوں میں دعائیں کرتے رہو۔ پہلے یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ سورہ اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ میں اور اس سورت میں سجدہ کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سورہ اقراء کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ کا شکر و احسان ہے۔

تفسیر سورۃ القدر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرٰکَ مَا لَیْلَةُ
الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنْزِلُ
الْمَلٰئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرِ
سَلَامٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے صبر مان کا نام سے شروع

یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا O تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ O شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے O اس میں ہر کام کے سرانجام دینے کو اللہ کے حکم سے فرشتے اور روح اترتے ہیں O یہ رات سراسر سلامتی کی ہے فجر کے طوع ہونے تک O

غیر متعلقہ روایات اور بحث: ☆ ☆ (آیت ۱-۵) مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے اسی کا نام لیلۃ المبارک بھی ہے اور جگہ ارشاد ہے اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبَارَکَةٍ اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ یہ رات رمضان المبارک کے مہینے میں ہے جیسے فرمایا شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ابن عباس وغیرہ کا قول ہے کہ پورا قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان اول پر بیت العزت میں اس رات اترا پھر تفصیل و واردات کے مطابق بہ تدریج تیس سال میں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کی شان و شوکت کا اظہار فرماتا ہے کہ اس رات کی ایک زبردست برکت تو یہ ہے کہ قرآن کریم جیسی اعلیٰ نعمت اسی رات اتری تو فرماتا ہے کہ تمہیں کیا خبر لیلۃ القدر کیا ہے؟ پھر خود بتاتا ہے کہ یہ ایک رات ایک ہزار مہینے سے افضل ہے۔ امام ابو یوسفی ترمذی رحمت اللہ علیہ ترمذی شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت لائے ہیں کہ یوسف بن سعد نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے جبکہ آپ نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی کہا کہ تم نے ایمان والوں کے منہ کا لہر کر دینے یا یوں کہا کہ اسے مومنوں کے منہ سیاہ کرنے والے تو آپ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ پر رحم کرنے مجھ پر غنا نہ ہو نبی ﷺ کو دکھایا گیا کہ گویا آپ کے ممبر پر بنو امیہ ہیں آپ کو یہ برا معلوم ہوا تو اِنَّا اَعْطٰیْنَاکَ الْکُوْثَرَ نَازِلٌ دُوْنِیْ یعنی جنت کی نہر کوثر آپ کو عطا کئے جانے کی خوش خبری ملی اور اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ اتری پس ہزار مہینے و مراد ہیں جن میں آپ کے بعد بنو امیہ

کی مملکت رہے گی، قاسم کہتے ہیں ہم نے حساب لگایا تو وہ پورے ایک ہزار دن ہوئے نایک دن زیادہ نایک دن کم، امام ترمذی اس روایت کو غریب بتلاتے ہیں اور اس کی سند میں یوسف بن سعد ہیں جو مجہول ہیں اور صرف اسی ایک سند سے یہ مروی ہے۔

مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت ہے، امام ترمذی کا یہ فرمانا کہ یہ یوسف مجہول ہیں اس میں ذرا تذبذب ہے، ان کے بہت سے شاگرد ہیں یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ مشہور ہیں اور ثقہ ہیں اور اس کی سند میں کچھ اضطراب جیسا بھی ہے واللہ اعلم بہر صورت ہے یہ حدیث بہت ہی منکر ہمارے شیخ حافظ جت ابوالحجاج منیری بھی اس روایت کو منکر بتلاتے ہیں (یہ یاد رہے کہ قاسم کا قول جو ترمذی کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم نے حساب لگایا تو بنو امیہ کی سلطنت ٹھیک ایک ہزار دن تک رہی یہ نسخے کی غلطی ہے۔ ایک ہزار مینے لکھنا چاہیے تھا، میں نے ترمذی شریف میں دیکھا تو وہاں بھی ایک ہزار مینے ہیں اور آگے بھی یہی آتا ہے مترجم) قاسم بن فضل حدانی کا یہ قول کہ بنو امیہ کی سلطنت کی ٹھیک مدت ایک ہزار مینے تھی یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مستقل سلطنت سنہ ۳۰ ہجری میں قائم ہوئی جبکہ حضرت امام حسنؑ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور امر خلافت آپ کو سوئپ دیا اور سب لوگ بھی حضرت معاویہؓ کی بیعت پر جمع ہو گئے اور اس سال کا نام ہی عام الجمعہ مشہور ہوا۔ پھر شام وغیرہ میں برابر بنو امیہ کی سلطنت قائم رہی، ہاں تقریباً نو سال تک حرمین شریفین اور ابواز اور بعض شہروں پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی سلطنت ہوئی تھی لیکن تاہم اس مدت میں بھی کلیتہً ان کے ہاتھ سے حکومت نہیں گئی۔ البتہ بعض شہروں پر سے حکومت ہٹ گئی تھی ہاں سنہ ۱۳۲ھ میں بنو العباس نے اس سے خلافت اپنے قبضہ میں کر لی، پس ان کی سلطنت کی مدت با نوے برس ہوئی اور یہ ایک ہزار ماہ سے بہت زیادہ ہے، ایک ہزار مینے کے تراسی سال چارہ ماہ ہوتے ہیں، ہاں قاسم بن فضل کا یہ حساب اس طرح تو تقریباً ٹھیک ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ کی مدت خلافت اس گنتی میں سے نکال دی جائے واللہ اعلم۔

اس روایت کے ضعیف ہونے کی ایک یہ وجہ بھی ہے کہ بنو امیہ کی سلطنت کے زمانہ کی توہرائی اور مذمت بیان کرنی مقصود ہے اور لیلۃ القدر کی اس زمانہ پر فضیلت کا ثابت ہونا کچھ ان کے زمانہ کی مذمت کی دلیل نہیں، لیلۃ القدر تو ہر طرح ہندگی والی ہے ہی اور یہ پوری سورت اس مبارک رات کی مدح و ستائش بیان کر رہی ہے، پس بنو امیہ کے زمانہ کے دنوں کی مذمت سے لیلۃ القدر کی کون سی فضیلت ثابت ہو جائے گی یہ تو بالکل وہی مشی اصل ہو جائے گی کہ کوئی شخص تلوار کی تعریف کرتے ہوئے کہے کہ لکڑی سے بہت تیز ہے، کسی بہترین فضیلت والے شخص کو کسی کم درجہ کے ذیل شخص پر فضیلت دینا تو اس شریف بزرگ کی توہین کرنا ہے اور جب سنئے اس روایت کی بنا پر یہ ایک ہزار مینے وہ ہوئے جن میں بنو امیہ کی سلطنت رہے گی اور یہ سورت اتری ہے، مکہ شریف میں تو اس میں ان مینوں کا حوالہ کیسے دیا جاسکتا ہے جو بنو امیہ کے زمانہ کے ہیں، اس پر نہ تو کوئی لفظ دلالت کرتا ہے نہ معنی کے طور پر یہ سمجھا جاسکتا ہے، ممبر تو مدینہ میں قائم ہوتا ہے اور ہجرت کی ایک مدت بعد ممبر بنایا جاتا ہے اور رکھا جاتا ہے پس ان تمام وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف اور منکر ہے واللہ اعلم۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عابدؒ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں ہتھیار بند رہا، مسلمانوں کو یہ سن کر تعجب معلوم ہوا تو اللہ عز و جل نے یہ سورت اتاری کہ ایک لیلۃ القدر کی عبادت اس شخص کی ایک ہزار مینے کی عبادت سے افضل ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو رات کو قیام کرتا تھا، صبح تک اور دن میں دشمنان دین سے جہاد کرتا تھا شام تک ایک ہزار مینے تک یہی کرتا رہا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ اس امت کے کسی شخص کا صرف لیلۃ القدر کا قیام اس عابد کی ایک ہزار مینے کی اس عبادت سے افضل ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار عابدوں کا

ذکر کیا جنہوں نے اسی سال تک خدا تعالیٰ کی عبادت کی تھی ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی تھی، حضرت ایوبؑ حضرت زکریاؑ حضرت خلیل بن عبّوزؑ حضرت یوشع بن نونؑ علیہم السلام۔ اصحاب رسول ﷺ کو سخت تر تعجب ہوا آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اسے محمد ﷺ آپ کی امت نے اس جماعت کی اس عبادت پر تعجب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی افضل چیز آپ پر نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ افضل ہے اس سے جن پر آپ اور آپ کی امت نے تعجب ظاہر کیا تھا۔ پس آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ بے حد خوش ہوئے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس رات کا نیک عمل اس کا روزہ اس کی نماز ایک ہزار مہینوں کے روزے بے نماز سے افضل ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو اور مفسرین کا بھی یہ قول ہے۔

امام ابن جریرؒ نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے کہ وہ ایک ہزار مہینے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو یہی ٹھیک ہے اس کے سوا اور کوئی قول ٹھیک نہیں جیسے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک رات کی جہاد کی تباری اس کے سوا کہ ایک ہزار راتوں سے افضل ہے (مسند احمد) اسی طرح اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اچھی نیت اور اچھی حالت سے جمعہ کی نماز کے لئے جائے اس کے لئے ایک سال کے اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے سال بھر کے روزوں کا اور سال بھر کی نمازوں کا اسی طرح کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں پس مطلب یہ ہے کہ مراد ایک ہزار مہینے سے وہ مہینے ہیں جن میں لیلۃ القدر نہ آئے جیسے ایک ہزار راتوں سے مراد راتیں ہیں جن میں کوئی رات اس عبادت کی نہ ہو اور جیسے جمعہ کی طرف جانے والے کو ایک سال کی نیکیاں یعنی وہ سال جس میں جمعہ نہ ہو۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان آ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو تم پر رمضان کا مہینہ آ گیا یہ بارگاہ مہینہ آ لگا اس کے روزے اللہ نے تم پر فرض کئے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیاطین قید کر لئے جاتے ہیں اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینے سے افضل ہے اس کی بھلائی سے محروم رہنے والا حقیقی بد قسمت ہے۔ نسائی شریف میں بھی یہ روایت ہے چونکہ اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے اس لئے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر کا قیام ایمان داری اور نیک نیتی سے کرے اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اس رات کی برکت کی زیادتی کی وجہ سے کثرت فرشتے اس میں نازل ہوتے ہیں فرشتے تو ہر برکت اور رحمت کے ساتھ نازل ہوتے رہتے ہیں جیسے تلاوت قرآن کے وقت اترتے ہیں اور ذکر کی مجلسوں کو گھیر لیتے ہیں اور علم دین کے سیکھنے والوں کے لئے راضی خوشی اپنے پر بچھا دیا کرتے ہیں اور اس کی عزت و تکریم کرتے ہیں۔ روح سے مراد یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں یہ خاص عطف ہے عام پر بعض کہتے ہیں روح کے نام کے ایک خاص قسم کے فرشتے ہیں، جیسے کہ سورہ عَمَّ یَتَسَاءَلُونَ کی تفسیر میں تفصیل سے گذر چکا واللہ اعلم۔ پھر فرمایا وہ سراسر سلامتی والی رات ہے جس میں شیطان نہ تو برائی کر سکتا ہے نہ ایذا پہنچا سکتا ہے۔ حضرت قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں اس میں تمام کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے، عمر اور رزق مقدر کیا جاتا ہے، جیسے اور جگہ ہے فِیْهَا یُعْرَفُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ یعنی اسی رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ اس رات میں فرشتے مسجد والوں پر صبح تک سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب فضائل اوقات میں حضرت علیؑ کا ایک غریب اثر فرشتوں کے نازل ہونے میں نمازیوں پر ان کے گزرنے میں اور انہیں برکت حاصل ہونے میں وارد کیا ہے۔ ابن ابی حاتمؒ میں حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک عجیب و غریب بہت طول طویل اثر وارد کیا ہے جس میں فرشتوں کا سدرالہنتی سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ زمین پر آنا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے دعائیں کرنا وارد ہے۔ ابو داؤد طیالسیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لیلۃ القدر ستائیسویں ہے یا اثنیسویں اس رات میں فرشتے

زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ عبدالرحمن بن ابولیثؓ فرماتے ہیں اس رات میں ہر امر سے سلامتی ہے یعنی کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوتی۔

حضرت قتادہؓ اور حضرت ابن زیدؓ کا قول ہے کہ یہ رات ہر امر سلامتی والی ہے کوئی برائی صبح ہونے تک نہیں ہوتی۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لیلۃ القدر دس باقی کی راتوں میں ہے جو ان کا قیام طلب ثواب کی نیت سے کرے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرمادیتا ہے یہ رات اکائی کی ہے یعنی ایک سو یا پچیسویں یا ستائیسویں یا آخری رات آپ فرماتے ہیں یہ رات بالکل صاف اور ایسی روشن ہوتی ہے کہ گویا چاند چڑھا ہوا ہے اس میں سکون اور دلجمعی ہوتی ہے نہ سردی زیادہ ہوتی ہے نہ گرمی صبح تک ستارے نہیں جھڑتے ایک نشانی اس کی یہ بھی ہے کہ اس کی صبح کو سورج تیز شعاروں سے نہیں نکلتا بلکہ وہ چودہویں رات کے چاند کی طرح صاف نکلتا ہے اس دن اس کے ساتھ شیطان بھی نہیں نکلتا یہ اسناد تو صحیح ہے لیکن متن میں غرابت ہے اور بعض الفاظ میں نکارت بھی ہے۔ ابو داؤد و طیالسی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لیلۃ القدر صاف پر سکون سردی گرمی سے خالی رات ہے اس کی صبح کو سورج مدہم روشنی والا سرخ رنگ نکلتا ہے۔ حضرت ابو عامر ثمالیؓ اپنی اسناد سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا لیلۃ القدر دکھلایا گیا پھر بھلا دیا گیا یہ آخری دس راتوں میں ہے یہ صاف شفاف سکون و وقار والی رات ہے نہ زیادہ سردی ہوتی ہے نہ زیادہ گرمی اس قدر روشن رات ہوتی ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے گویا چاند چڑھا ہوا ہے سورج کے ساتھ شیطان نہیں نکلتا یہاں تک کہ دھوپ چڑھ جائے۔

☆ ☆ ☆ اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ لیلۃ القدر اگلی امتوں میں بھی تھی یا صرف اسی امت کو خصوصیت کے ساتھ عطا کی گئی ہے پس ایک حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب نظریں ڈالیں اور یہ معلوم کیا کہ اگلے لوگوں کی عمریں بہت زیادہ ہوتی تھیں تو آپ کو خیال گذر کہ میری امت کی عمریں ان کے مقابلہ میں کم ہیں تو نیکیاں بھی کم رہیں گی اور پھر درجات اور ثواب میں بھی کمی رہے گی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ رات عنایت فرمائی اور اس کا ثواب ایک ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسی امت کو یہ رات دی گئی ہے بلکہ صاحبِ عقد نے جو شافعیہ میں سے ایک امام ہیں جہور علماء کا یہی قول نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور خطابی نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے لیکن ایک حدیث اور ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات جس طرح اس امت میں ہے اگلی امتوں میں بھی تھی۔ چنانچہ حضرت مرثد فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے لیلۃ القدر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کیا سوال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا سنو میں حضورؐ سے اکثر باتیں دریافت کرتا رہتا تھا ایک مرتبہ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ تو فرمائیے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہی ہے یا اور مہینوں میں؟ آپ نے فرمایا رمضان میں۔ میں نے کہا اچھا یا رسول اللہ یہ انبیاء کے ساتھ ہی ہے کہ جب تک وہ ہیں یہ بھی ہے جب انبیاء قبض کئے جاتے ہیں تو یہ بھی اٹھ جاتی ہیں یا یہ قیامت تک باقی رہے گی؟ حضورؐ نے جواب دیا کہ نہیں وہ قیامت تک باقی رہے گی میں نے کہا اچھا رمضان کے کس حصہ میں ہے؟ آپ نے فرمایا اسے رمضان کے اول دے میں اور آخری دے میں ڈھونڈ۔ پھر میں خاموش ہو گیا آپ بھی اور باتوں میں مشغول ہو گئے میں نے پھر موقعہ پا کر سوال کیا کہ حضورؐ ان دونوں عشروں میں سے کس عشرے میں اس رات کو تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا آخری عشرے میں بس اب کچھ نہ پوچھنا میں پھر پچکا ہو گیا لیکن پھر موقعہ پا کر میں نے سوال کیا کہ حضورؐ آپ کو قسم ہے میرا بھی کچھ حق آپ پر ہے فرمادیجئے کہ وہ کون سی رات ہے؟ آپ سخت غصے ہوئے میں نے تو کبھی آپ کو اپنے اوپر اتنا غصہ ہوتے ہوئے دیکھا ہی نہیں اور فرمایا آخری ہفتہ میں تلاش کرو اب کچھ نہ پوچھنا یہ روایت نسائی میں بھی مروی ہے

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات اگلی امتوں میں بھی تھی اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات نبی ﷺ کے بعد بھی قیامت تک ہر سال آتی رہے گی، بعض شیعہ کا قول ہے کہ یہ رات بالکل اٹھ گئی یہ قول غلط ہے ان کو غلط فہمی اس حدیث سے ہوئی ہے جس میں ہے کہ وہ اٹھا لی گئی اور ممکن ہے کہ تمہارے لئے اسی میں بہتری ہوئے یہ حدیث پوری بھی آئے گی۔

مطلب حضور کے اس فرمان سے یہ ہے کہ اس رات کی تعیین اور اس کا تقرر اٹھ گیا نہ یہ کہ سرے سے لیلۃ القدر ہی اٹھ گئی مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رات رمضان شریف میں آتی ہے کسی اور مہینہ میں نہیں۔ حضرت ابن مسعود اور علماء کوفہ کا قول ہے کہ سارے سال میں ایک رات ہے اور ڈھیر مہینہ میں اس کا ہونا ناممکن ہے یہ حدیث اس کے خلاف ہے۔ سنن ابوداؤد میں باب ہے کہ اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے لیلۃ القدر سارے رمضان میں ہے، پھر حدیث لائے ہیں کہ حضورؐ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ سارے رمضان میں ہے اس کی سند کے کل راوی ثقہ ہیں یہ موقوف بھی مروی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت میں ہے کہ رمضان المبارک کے سارے مہینہ میں اس رات کا ہونا ناممکن ہے غزالی نے اس کو نقل کیا ہے لیکن راوی اسیے بالکل غریب بتلاتے ہیں۔

فصل: ☆ ابوہریرہؓ تو فرماتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات ہی لیلۃ القدر ہے۔ امام شافعیؒ محمد بن ادریسؒ کا فرمان ہے کہ یہ سترہویں شب ہے ابوداؤد میں اس مضمون کی ایک حدیث مرفوعہ مروی ہے اور حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ اور حضرت عثمان بن العاصؓ سے موقوف بھی مروی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کا مذہب بھی یہی نقل کیا گیا ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ رمضان المبارک کی یہی سترہویں رات شب جمعہ تھی اور یہی رات بدر کی رات تھی اور سترہویں تاریخ کو جنگ بدر واقع ہوئی تھی جس دن کو قرآن نے یوم الفراقان کہا ہے حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انیسویں رات لیلۃ القدر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکیسویں رات ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان شریف کے دس پہلے دن کا اعتکاف کیا، ہم بھی آپ کے ساتھ ہی اعتکاف بیٹھے پھر آپ کے پاس حضرت جبریلؑ آئے اور فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈتے ہیں وہ تو آپ کے آگے ہے پھر آپ نے دس سے بیس تک کا اعتکاف کیا اور ہم نے بھی پھر جبریلؑ آئے اور یہی فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈتے ہیں وہ تو ابھی آگے ہے یعنی لیلۃ القدر پس رمضان کی بیسویں تاریخ کی صبح کو نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ میرے ساتھ اعتکاف کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ پھر اعتکاف میں بیٹھ جائیں میں نے لیلۃ القدر دیکھ لی لیکن میں بھول گیا۔ لیلۃ القدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں کچھ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ مسجد نبویؐ کی چھت صرف کھجور کے پتوں کی تھی آسمان پر اس وقت ابر کا ایک چھوٹا سا کلا بھی نہ تھا پھر ابر اٹھا اور بارش ہوئی اور نبی ﷺ کا خواب سچا ہوا اور میں نے خود دیکھا کہ نماز کے بعد آپ کی پیشانی پر تر منی لگی ہوئی تھی۔ اسی روایت کے ایک طریق میں ہے کہ یہ اکیسویں رات کا واقعہ ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاریؒ صحیح مسلمؒ دونوں میں ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں تمام روایتوں میں سب سے زیادہ صحیح یہی حدیث ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان شریف کی تیسویں رات ہے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی صحیح مسلمؒ والی ایسی ہی ایک روایت ہے واللہ اعلم۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ چوبیسویں رات ہے ابوداؤد طیالسیؒ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لیلۃ القدر چوبیسویں شب ہے اس کی سند بھی صحیح ہے مسند احمدؒ میں بھی یہ روایت ہے لیکن اس کی سند میں ابن ابیہیہؒ ہیں جو ضعیف ہیں۔ بخاریؒ میں حضرت بلالؓ کہ یہ پہلی ساتویں ہے آخری دس میں سے یہ موقوف روایت ہی صحیح ہے واللہ اعلم۔ حضرت ابن مسعودؓ ابن عباسؓ جابرؓ حسنؓ قتادہؓ عبداللہ بن وہبؓ

رحمہم اللہ عنہم بھی فرماتے ہیں کہ چوبیسویں رات لیلۃ القدر ہے سورہ بقرہ کی تفسیر میں حضرت واثلہ بن اسحق کی روایت کی ہوئی مرفوع حدیث بیان ہو چکی ہے کہ قرآن کریم رمضان شریف کی چوبیسویں رات کو اترا، بعض کہتے ہیں پچیسویں رات لیلۃ القدر ہے ان کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اسے رمضان کے آخری عشرے میں ڈھونڈو نو باقی راتیں تب سات باقی راتیں تب پانچ باقی راتیں تب اکشر حشین نے اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے مراد طاق راتیں ہیں، یہی زیادہ ظاہر ہے اور زیادہ مشہور ہے، گو بعض اوروں نے اسے جنت راتوں پر بھی محمول کیا ہے جیسے صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابوسعیدؓ نے اسے جنت پر محمول کیا ہے واللہ اعلم۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہے اس کی دلیل صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہ ستائیسویں رات ہے۔

مسند احمد میں ہے حضرت زہرہؓ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے ہیں جو شخص سال بھر راتوں کو قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پائے گا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے وہ جانتے ہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے یہ ستائیسویں رات رمضان کی ہے پھر اس بات پر حضرت ابی بن کعبؓ نے قسم کھائی۔ میں نے پوچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ جواب دیا کہ ان نشانوں کو دیکھنے سے جو ہم بتائے گئے ہیں کہ اس دن سورج شعاعوں بغیر نکلتا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے آپ نے اس پر انشاء اللہ بھی نہیں فرمایا اور پختہ قسم کھائی، پھر فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ کون سی رات ہے جس میں قیام کرنے کا رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے یہ ستائیسویں رات ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج سفید رنگ نکلتا ہے اور تیزی زیادہ نہیں ہوتی حضرت معاویہؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ رات ستائیسویں رات ہے۔ سلف کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مختار مسلک بھی یہی ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت اسی قول کی ہے۔

بعض سلف نے قرآن کریم کے الفاظ سے بھی اس کے ثبوت کا حوالہ دیا ہے اس طرح کہ صی اس سورت میں ستائیسواں کلمہ ہے اور اس کے معنی ہیں یہ فائدہ علم، طہرائی میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب رسول ﷺ کو جمع کیا اور ان سے لیلۃ القدر کی بات سوال کیا تو سب کا اجماع اس امر پر ہوا کہ یہ رمضان کے آخری دہے میں ہے ابن عباسؓ نے اس وقت فرمایا کہ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کون سی رات ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر کہ وہ کون سی رات ہے؟ فرمایا اس آخری عشرے میں سات گرنے پر یا سات باقی رہنے پر حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کیسے معلوم ہوا تو جواب دیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے آسمان بھی سات پیدا کئے اور زمین بھی سات بنائیں، مہینہ بھی ہفتوں پر ہے انسان کی پیدائش بھی سات پر ہے، کھانا بھی سات ہے عہدہ بھی سات پر ہے طواف بیت اللہ کی تعداد بھی سات کی ہے، رُئی جہار کی کنکریں بھی سات ہیں اور اسی طرح کی سات کی گنتی کی بہت سی چیزیں اور بھی گنوا دیں، حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا تمہاری سمجھ وہاں پہنچی جہاں تک ہمارے خیالات کو رسائی نہ ہو سکی یہ جو فرمایا سات ہی کھاتا ہے اس سے قرآن کریم کی آیتیں فَاَنْتَبٰتُنَا فِيْهَا حَبًا وَعَبْتًا مراد ہیں جن میں سات چیزوں کا ذکر ہے جو کھائی جاتی ہیں اس کی اسناد بھی جید اور قوی ہے کہ انیسویں رات ہی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اسے آخری عشرے میں ڈھونڈو طاق راتوں میں اکیس، تیس، پچیس، ستائیس اور اکتیس یا آخری رات۔ منہ میں ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے یا انیسویں۔ اس رات فرشتے زمین پر نگر یزوں کی گنتی سے بھی زیادہ

ہوتے ہیں اس کی اسناد بھی اچھی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ آخری رات لیلۃ القدر ہے کیونکہ ابھی جو حدیث گزری اس میں ہے اور ترمذی اور نسائی میں بھی ہے کہ جب نوباتی رہ جائیں یا سات یا پانچ یا تین یا آخری رات یعنی ان راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش کرو امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ مسند میں ہے یہ آخری رات ہے۔

فصل: ☆☆ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان مختلف حدیثوں میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ یہ سوالوں کا جواب ہے کسی نے کہا حضرت ہم اسے فلاں رات میں تلاش کریں تو آپ نے فرما دیا ہاں حقیقت یہ ہے کہ لیلۃ القدر مقرر ہے اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ کا اسی معنی کا قول نقل کیا ہے۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آخری عشرے کی راتوں میں یہ پھیر بدل ہوا کرتی ہے امام مالکؒ امام ثوریؒ امام احمد بن حنبلؒ امام اسحاق بن راہویہؒ ابوہریرہؓ مزنیؒ ابوہریرہ بن خزیمہ وغیرہ نے بھی یہی فرمایا ہے امام شافعیؒ سے بھی قاضی نے یہی نقل کیا ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے واللہ اعلم۔ اس قول کی تھوڑی بہت تائید صحیحین کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ چند اصحاب رسول ﷺ خواب میں لیلۃ القدر رمضان کی سات پچھلی راتوں میں دکھائے گئے آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب اس بارے میں موافق ہیں ہر طلب کرنے والے کو چاہئے کہ لیلۃ القدر کو ان سات آخری راتوں میں تلاش کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی بخاری مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان پر کہ لیلۃ القدر ہر رمضان میں ایک مہینے رات ہے اور اس کا ہیر پھیر نہیں ہوتا یہ حدیث دلیل بن سکتی ہے جو صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لئے کہ فلاں رات لیلۃ القدر نہ ہے نکلے دو مسلمان آپس میں جھگڑے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لئے آتا تھا لیکن فلاں فلاں کی لڑائی کی وجہ سے وہ اٹھائی گئی اور ممکن ہے کہ اسی میں تمہاری بہتری ہو اب اسے نویں ساتویں اور پانچویں میں ڈھونڈو وجہ دلالت یہ ہے کہ اگر اس کا تعین ہمیشہ کے لئے نہ ہوتا تو ہر سال کی لیلۃ القدر کا علم حاصل نہ ہوتا اگر لیلۃ القدر کا ہیر پھیر ہوتا رہتا تو صرف اس سال کے لئے تو معلوم ہو جاتا۔

کہ فلاں رات ہے لیکن اور برسوں کے لئے تعین نہ ہوتی۔ ہاں یہ ایک جواب اس کا ہو سکتا ہے کہ آپ صرف اسی سال کی اس مبارک رات کی خبر دینے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑائی جھگڑا خیر و برکت اور نفع دینے والے علم کو غارت کر دیتا ہے۔ ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ بندہ اپنے نگاہ کے باعث خدا کی روزی سے محروم رکھ دیا جاتا ہے یہ یاد رہے کہ اس حدیث میں جو آپ نے فرمایا کہ وہ اٹھائی گئی اس سے مراد اس کی تعین کے علم کا اٹھایا جانا ہے نہ یہ کہ بالکل لیلۃ القدر ہی دینا سے اٹھائی گئی جیسے کہ جاہل شیعہ کا قول ہے اس پر بڑی دلیل یہ ہے کہ اس لفظ کے بعد ہی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اسے نویں ساتویں اور پانچویں میں ڈھونڈو آپ کا یہ فرمان کہ ممکن ہے اسی میں تمہاری بہتری ہو یعنی اس کی مقرر تعین کا علم نہ ہونے میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ مبہم ہے تو اس کا ڈھونڈنے والا جن جن راتوں میں اس کا ہونا ممکن دیکھے گا ان تمام راتوں میں کوشش و غلوں کے ساتھ عبادت میں لگا رہے گا بخلاف اس کے کہ معلوم ہو جائے کہ فلاں رات ہی ہے تو وہ صرف اسی ایک رات کی عبادت کرے گا کیونکہ بہتیں پست ہیں اس لئے حکمت حکیم کا تقاضا یہی ہوا کہ اس رات کی تعین کی خبر نہ دی جائے تاکہ اس رات کے پالینے کے شوق میں اس مبارک مہینہ میں جی لگا کر اور دل کھول کر بندے اپنے معبود بحق کی بندگی کریں اور آخری عشرے میں تو پوری کوشش و غلوں کے ساتھ عبادتوں میں مشغول رہیں۔ اسی لئے خود پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اپنے انتقال تک رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔

یہ حدیث بخاری مسلم دونوں میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آخری دس راتیں رمضان شریف کی رہ جاتیں تو اللہ کے رسول ﷺ ساری رات جاگتے اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور کمرس لیتے (صحیحین)

مسلم شریف میں ہے کہ حضور اُن دنوں میں جس محنت کے ساتھ عبادت کرتے اتنی محنت سے عبادت آپ کی اور وقت نہیں ہوتی تھی یہی معنی ہیں اور پوالی حدیث کے اس جملے کے کہ آپ تہم مضبوط باندھ لیا کرتے یعنی کمرس لیا کرتے، یعنی عبادت میں پوری کوشش کرتے، گو اس کے یہ معنی کئے گئے ہیں کہ آپ بیویوں سے نہ ملتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی باتیں مراد ہوں یعنی بیویوں سے ملنا بھی ترک کر دیتے تھے اور عبادت کی مشغولی میں بھی کمر باندھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ مسند احمد کی حدیث کے یہ لفظ ہیں کہ جب رمضان کا آخری دہا باقی رہ جاتا تو آپ تہم مضبوط باندھ لیتے اور عورتوں سے الگ رہتے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی آخری دسوں راتوں میں لیلۃ القدر کی یکساں جستجو کرے کسی ایک رات کو دوسری رات پر ترجیح نہ دے (شرح راغبی)۔ یہ بھی یاد رہے کہ یوں تو ہر وقت دعا کی کثرت مستحب ہے لیکن رمضان میں اور زیادتی کرے اور خصوصاً آخری عشرے میں اور بالخصوص طاق راتوں میں اس دعا کو بہ کثرت پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْكَ نَسْتَجِبُ اَلْعَفْوَ فَاَعْفُ عَنِّيْ خُدا تو درگزر کرنے والا اور درگزر کو پسند فرمانے والا ہے مجھ سے بھی درگزر فرما۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورؐ سے پوچھا کہ اگر مجھے لیلۃ القدر سے موافقت ہو تو میں کیا دعا پڑھوں؟ آپ نے یہی دعا بتلائی۔ یہ حدیث ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ مستدرک حاکم میں بھی یہ مروی ہے اور امام حاکم اسے شرط صحیحین پر صحیح بتلاتے ہیں ایک عجیب و غریب اثر جس کا تعلق لیلۃ القدر سے ہے۔

امام ابو محمد بن ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس سورت کی تفسیر میں حضرت کعب سے یہ روایت وارد کی ہے کہ سدرۃ البستی جو ساتویں آسمان کی حد پر جنت سے متصل ہے جو دنیا اور آخرت کے فاصلہ پر ہے اس کی بلندی جنت میں ہے اس کی شانیں اور ڈالیاں کرسی تلے ہیں اس میں اس قدر فرشتے ہیں جن کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اس کی ہر ہر شاخ پر بیسافر فرشتے ہیں ایک بال برابر بھی جگہ ایسی نہیں جو فرشتوں سے خالی ہو اس درخت کے پتوں بیچ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل کو آواز دی جاتی ہے کہ اے جبرئیل لیلۃ القدر میں اس درخت کے تمام فرشتوں کو لے کر زمین پر جاؤ یہ کل کے کل فرشتے رافت و رحمت والے ہیں جن کے دلوں میں ہر ہر مومن کے لئے رحم کے جذبات موج زن ہیں سورج غروب ہوتے ہی یہ کل کے کل فرشتے حضرت جبرئیل کے ساتھ لیلۃ القدر میں اترتے ہیں تمام روئے زمین پر پھیل جاتے ہیں ہر ہر جگہ سجدے میں قیام میں مشغول ہو جاتے ہیں اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں ہاں گر جا گھر میں مندر میں آتش کدے میں بت خانے میں غرض خدا کے سوا اوروں کی جہاں پر تش ہوتی ہے وہاں تو یہ فرشتے نہیں جاتے اور ان جگہوں میں بھی جن میں تم گندی چیزیں ڈالتے ہو اور اس گھر میں بھی جہاں نشے والا شخص ہو یا نشہ والی چیز ہو یا جس گھر میں کوئی بت گڑا ہوا ہو یا جس گھر میں باجے گاجے گھنٹیاں ہوں یا ہیولے ہو یا کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو وہاں تو یہ رحمت کے فرشتے نہیں جاتے نہیں باقی پیچے پیچے پر گھوم جاتے ہیں اور ساری رات مومن مردوں عورتوں کے لئے دعائیں مانگتے ہیں گزارتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام مومنوں سے مصافحہ کرتے ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ روٹکھٹے جسم پر کھڑے ہو جائیں دل نرم پڑ جائے آنکھیں بہہ نکلیں اس وقت آدمی کو کچھ لینا چاہئے کہ اس وقت میرا ہاتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں جو شخص اس رات میں تین مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اس کی پہلی مرتبہ کے پڑھنے پر گناہوں کی بخشش ہو جاتی

ہے دوسری مرتبہ کے کہنے پر آگ سے نجات مل جاتی ہے تیسری مرتبہ کے کہنے پر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ راوی نے پوچھا کہ اسے ابواسحاق جو اس کلمہ کو پکائی سے کہے اس کے؟ فرمایا یہ تو نکلے گا مگر اس کے منہ سے جو پکائی سے اس کا کہنے والا ہو اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یلینۃ القدر کا فرد منافق پر قوتاتی بھاری پڑتی ہے کہ گویا اس کی پیٹھ پر پہاڑ آ پڑا۔ غرض فجر ہونے تک فرشتے اسی طرح رہتے ہیں پھر سب سے پہلے حضرت جبرئیلؑ چڑھتے ہیں اور بہت اونچے چڑھ کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں ہاتھوں میں دو ہنر پروں کو جنہیں اس رات کے سوا وہ کبھی نہیں پھیلاتے یہی وجہ ہے کہ سورج کی تیزی یا ماند پڑ جاتی ہے اور شعائیں جاتی رہتی ہیں پھر ایک ایک فرشتے کو پکارتے ہیں اور سب کے سب اوپر چڑھتے ہیں پس فرشتوں کا نور اور جبرئیل علیہ السلام کے پروں کا نور مل کر سورج کو ماند کر دیتا ہے اس دن سورج متحیرہ ہو جاتا ہے حضرت جبرئیلؑ اور یہ سارے کے سارے پیشا فرشتے یہ دن آسمان وزمین کے درمیان مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے رحمت کی دعائیں مانگتے ہیں اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنے میں گزار دیتے ہیں نیک نیتی کے ساتھ روزے رکھنے والوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے بھی جن کا یہ خیال رہا کہ اگلے سال بھی اگر خدا نے زندگی رکھی تو رمضان کے روزے عہد کی کے ساتھ پورے کریں گے یہی دعائیں مانگتے رہتے ہیں شام کو آسمان دنیا پر چڑھ جاتے ہیں وہاں کے تمام فرشتے حلقے باندھ باندھ کر ان کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کے بارے میں ان سے سوال کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کو اس سال تم نے کس حالت میں پایا تو یہ کہتے ہیں کہ گزشتہ سال تو ہم نے اسے عبادتوں میں پایا تھا لیکن اس سال تو وہ بدعتوں میں مبتلا تھا اور فلاں شخص گزشتہ سال بدعتوں میں مبتلا تھا لیکن اس سال ہم نے اسے سنت کے مطابق عبادتوں میں پایا پس یہ فرشتے اس سے پہلے شخص کے لئے بخشش کی دعائیں مانگی موقوف کر دیتے ہیں اور اس دوسرے شخص کے لئے شروع کر دیتے ہیں اور یہ فرشتے انہیں سناتے ہیں کہ فلاں فلاں کو ہم نے ذکر اللہ میں پایا اور فلاں کو رکوع میں اور فلاں کو سجدے میں اور فلاں کو کتاب اللہ کی تلاوت میں غرض ایک رات دن یہاں گزار کر دوسرے آسمان پر جاتے ہیں یہاں بھی یہی ہوتا ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اس وقت سدرۃ المنتہیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ مجھ میں بسنے والو میرا بھی تم پر حق ہے میں بھی ان سے محبت رکھتا ہوں جو خدا سے محبت رکھیں ذرا مجھے بھی تو لوگوں کی حالت کی خبر دو اور ان کے نام بتاؤ۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اب فرشتے اس کے سامنے گنتی کر کے اور ایک ایک مرد و عورت کا مع ولد بیت کے نام بتلاتے ہیں پھر جنت سدرۃ المنتہیٰ کی طرف متوجہ ہو کر پچھتی ہے کہ تجھ میں رہنے والے فرشتوں نے جو خبریں تجھے دی ہیں مجھ سے بھی تو بیان کر چنانچہ سدرہ اس سے ذکر کرتا ہے یہ سن کر وہ کہتی ہے خدا کی رحمت ہو فلاں مرد پر اور فلاں عورت پر خدا یا تمہیں جلدی مجھ سے ملا۔ جبرئیل علیہ السلام سب سے پہلے اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں انہیں الہام ہوتا ہے اور یہ عرض کرتے ہیں پروردگار میں نے تیرے فلاں فلاں بندوں کو سجدے میں پایا تو انہیں بخش اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخشا حضرت جبرئیل علیہ السلام اسے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو سناتے ہیں پھر سب کہتے ہیں فلاں فلاں مرد و عورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور مغفرت ہوئی پھر حضرت جبرئیلؑ خبر دیتے ہیں کہ باری تعالیٰ فلاں شخص کو گزشتہ سال تو عامل سنت اور عابد چھوڑا تھا لیکن اس سال بدعتوں میں پڑ گیا ہے اور تیرے احکام سے روگردانی کر لی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرئیلؑ اگر یہ مرنے سے تین ساعت پہلے بھی توبہ کر لے گا تو میں اسے بخش دوں گا اس وقت حضرت جبرئیلؑ بے ساختہ کہہ اٹھے ہیں خدا یا تیرے ہی لئے سب تعریفیں سزاوار ہیں الٰہی تو اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے بندوں پر تیری مہربانی خود ان کی مہربانی سے بھی بڑھی ہوئی ہے اس وقت عرش اور اس کے آس پاس کی چیزیں اور پردے اور تمام آسمان جنبش میں آ جاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں اَلْحَمْدُ

تفسير سورة البينة

ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ طبرانی میں ہے کہ جب حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں تو حضرت ابیؓ نے فرمایا کہ حضرت میں اللہ پر ایمان لایا، آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا، آپ ہی سے علم دین حاصل کیا، آپ نے پھر بھی فرمایا۔ اس پر حضرت ابیؓ نے فرمایا یا رسول اللہ کیا میرا وہاں ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا تیرے نام سب کے ساتھ ملائہ الآغلی میں تیرا ذکر ہوا حضرت ابیؓ نے فرمایا اچھا پھر پڑھئے یہ روایت اس طریقہ سے غریب ہے اور ثابت وہ ہے جو پہلے بیان ہوا۔ یہ یاد رہے کہ حضورؐ کا اس سورت کو حضرت ابیؓ کے سامنے پڑھنا یہ ان کی ثابت قدمی اور ان کے ایمان کی زیادتی کے لئے تھا۔ مسند احمد نسائی ابوداؤد اور مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرات سن کر حضرت ابیؓ میٹھے تھے کیونکہ انہوں نے جس طرح اس سورت کو آنحضرت ﷺ سے سیکھا تھا حضرت عبداللہ نے اسی طرح نہیں پڑھا تھا تو غصے میں آ کر انہیں لے کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے حضورؐ نے ان دونوں سے قرآن سنا، اس نے اپنے طریقے پر اس نے اپنے طور پر پڑھا، آپ نے فرمایا دونوں نے درست پڑھا۔ حضرت ابیؓ فرماتے ہیں میں تو اس قدر شک و شبہ میں پڑ گیا کہ جاہلیت کے زمانہ کا شک سامنے آ گیا آپ نے یہ حالت دیکھ کر میرے

ہیں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا جس سے میں پسینوں پسینوں ہو گیا اور اس قدر مجھ پر خوف طاری ہوا کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے فرمایا سن جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا خدا کا حکم ہے کہ قرآن ایک ہی قرات پرائی امت کو پڑھاؤ میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے بخود درگزر اور بخشش و مغفرت چاہتا ہوں پھر مجھے وہ طرح کی قراتوں کی اجازت ہوئی لیکن میں پھر بھی زیادہ طلب کرتا رہا یہاں تک کہ سات قراتوں کی اجازت ملی۔ یہ حدیث بہت سی سندوں اور مختلف الفاظ سے تفسیر کے شروع میں پوری طرح بیان ہو چکی ہے اب جبکہ یہ مبارک سورت نازل ہوئی اور اس میں آیت رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ مَّحْمُودَةٌ بھی نازل ہوئی تھی اس لئے حضور کو حکم ہوا کہ بطور پہنچا دینے کے اور ثابت قدمی عطا فرمانے کے اور آگاہی کرنے کے پڑھ کر حضرت ابی کونسا دین کسی کو یہ خیال نہ رہے کہ بطور سیکھنے کے اور یاد رہنے کے آپ نے یہ سورت ان کے پاس تلاوت کی تھی واللہ اعلم۔ پس جس طرح آپ نے حضرت ابی کے اس دن کے شک و شبہ کے دفع کرنے کے لئے جو انہیں مختلف قراتوں کو حضور کے جائز رکھنے پر پیدا ہوا تھا ان کے سامنے یہ سورت تلاوت کر کے سنائی ٹھیک اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے بھی حدیبیہ والے سال صلح کے معاملہ پر اپنی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے بہت سے سوالات حضور سے کئے تھے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ کیا آپ نے ہمیں نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ شریف جائیں گے اور طواف کریں گے آپ نے فرمایا ہاں یہ تو ضرور کہا تھا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال یہ ہوگا یقیناً وہ وقت آ رہا ہے کہ تو وہاں پہنچے گا اور طواف کرے گا اب حدیبیہ سے لوٹے ہوئے سورۃ فتح نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر کو بلوایا اور یہ سورت پڑھ کر سنائی جس میں یہ آیت بھی ہے لَقَدْ صَدَّقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرَّءِیَ بِالْحَقِّ لَنُدْخِلَنَّهُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ الرَّحْمٰنِ اللّٰهُ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا یقیناً تمہارا داخلہ مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ ہوگا جیسے کہ پہلے اس کا بیان بھی گذر چکا۔ حافظ ابو نعیم اپنی کتاب اسما صحابہ میں حدیث لائے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب سورۃ کہم لَمْ یُکُنْ کی قرات سنتا ہے تو فرماتا ہے میرے بندے خوش ہو جائے مجھے اپنی عزت کی قسم میں تجھے جنت میں ایسا ٹھکانا دوں گا کہ تو خوش ہو جائے گا یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ میں تجھے دنیا اور آخرت کے احوال میں سے کسی حال میں نہ بھولوں گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ
مُنْفَكِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُو
صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ ۙ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اٰوْتُوْا
الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۙ وَمَا اٰمُرُوْا اِلَّا لِعِبَادَةِ
اللّٰهِ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حَقًّا ۚ وَیَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّكٰوةَ
وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقِيَمَةِ ۙ

اللہ تعالیٰ رحم و کرم کرنے والے کے نام سے شروع

اب کتاب کے کافر اور مشرک لوگ جب تک کہ ان کے پاس ظاہر دلیل نہ آجائے باز رہنے والے نہ تھے ○ ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھے ○ جن میں صحیح اور

درست احکام ہیں ○ اہل کتاب اپنے پاس ظاہر دلیل آ جانے کے بعد ہی اختلاف میں پڑ کر مشرق ہو گئے ○ انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں یہی دین درست اور مضبوط ہے ○

پاک و شفاعت اور اراق کی زینت قرآن حکیم: ☆ ☆ (آیت: ۱-۵) اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور مشرکین سے مراد بت پرست عرب اور آتش پرست عجمی ہیں فرماتا ہے کہ یہ لوگ بغیر دلیل کے آ جانے کے باز رہنے والے نہ تھے۔ پھر بتلایا کہ وہ دلیل اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں جو پاک صحیفے یعنی قرآن کریم پڑھ سنا تے ہیں جو اعلیٰ فرشتوں میں پاک و تقویٰ میں لکھا ہوا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے فی صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ کہ وہ نامی گرامی بلند و بالا پاک صاف و تقویٰ میں پاک باز نیکو کار بزرگ فرشتوں کے ہاتھوں لکھے ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان پاک صحیفوں میں خدا کی لکھی ہوئی باتیں عدل و استقامت والی موجود ہیں جن کے خدا کی جانب سے ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں نہ ان میں کوئی خطا اور غلطی ہوئی ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول محمدی کے ساتھ قرآنی وعظ کہتے ہیں اور اس کی اچھی تعمیل بیان کرتے ہیں۔ ابن زید فرماتے ہیں ان صحیفوں میں کتابیں ہیں استقامت اور عدل و انصاف والی۔

پھر فرمایا کہ اگلی کتابوں والے خدا کی جنتیں قائم ہو چکے اور دلیلیں آ جانے کے بعد خدا کی کلام کی مراد میں اختلاف کرنے لگے اور جدا جدا راہوں میں بٹ گئے جیسے کہ اس حدیث میں ہے جو مختلف طریقوں سے مروی ہے کہ یہودیوں کے اکہتر فرتے ہو گئے اور نصرانیوں کے بہتر اور اس امت کے تہتر فرتے ہو جائیں گے سوا ایک کے سب جہنم میں جائیں گے لوگوں نے پوچھا وہ ایک کون ہے؟ فرمایا وہ اس پر ہو جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں پھر فرمایا کہ انہیں صرف اتنا ہی حکم تھا کہ خلوص اور اخلاص کے ساتھ صرف اپنے سچے معبود کی عبادت میں لگے رہیں جیسے اور جگہ فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْهِ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تم سب صرف میری ہی عبادت کرتے رہو اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ یکسو ہو کر یعنی شرک سے دور اور توحید میں مشغول ہو کر جیسے اور جگہ ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ عِبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ یعنی ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور خدا کے سوا دوسروں کی عبادت سے بچو۔ خلیف کی پوری تفسیر سورہ انعام میں گذر چکی ہے جسے لوٹانے کی اب ضرورت نہیں۔ پھر فرمایا نماز کو قائم کریں جو کہ بدن کی تمام عبادتوں میں سب سے اعلیٰ عبادت ہے اور زکوٰۃ دیتے رہیں یعنی فقیروں اور محتاجوں کے ساتھ سلوک کرتے رہیں یہی دین مضبوط سیدھا درست عدل والا اور عمدگی والا ہے۔ بہت سے ائمہ کرام نے جیسے امام زہریؒ امام شافعیؒ وغیرہ نے اس آیت سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں کیونکہ ان آیتوں میں خدا نے تعالیٰ کی خلوص اور یکسوئی کے ساتھ کی عبادت اور نماز و زکوٰۃ کو دین فرمایا گیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ
جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ إِنَّ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَاءُ هُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ

بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ دوزخ کی آگ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ ہیں۔ یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور سنت کے مطابق نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین مخلوق ہیں ○ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس بیشکی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور یہ اس سے یہ اس کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے ○

ساری مخلوق سے بہتر اور بدتر کون ہے؟ ☆ ☆ (آیت: ۶-۸) اللہ تعالیٰ کافروں کا انجام بیان فرماتا ہے وہ کافر خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین عرب و عجم ہوں جو بھی انبیاء اللہ کے مخالف ہوں اور کتاب خدا کے بھٹانے والے ہوں وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور اسی میں پڑے رہیں گے نہ وہاں سے نکلیں گے نہ چھوٹیں یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر اور کمتر ہیں۔ پھر اپنے نیک بندوں کے انجام کی خبر دیتا ہے جن کے دلوں میں ایمان ہے اور جو اپنے جسموں سے سنت کی بجا آوری میں رہا کرتے ہیں کہ یہ ساری مخلوق سے بہتر اور بزرگ ہیں۔ اس آیت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علماء کرام کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے کہ ایمان والے انسان فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا نیک بدلہ ان کے رب کے پاس ان بیشکی والی جنتوں کی صورت میں ہے جن کے پچے پچے پر پاک صاف پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں جن میں دوام اور بیشکی کی زندگی کے ساتھ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں ان سے جدا ہوں نہ کم ہوں نہ اور کوئی کھٹکا ہے نہ غم پھر ان سب سے بڑھ چڑھ کر نعمت و رحمت یہ ہے کہ رضائے رب مرضی مولا انہیں حاصل ہوگئی ہے اور انہیں اس قدر نعمتیں جناب باری نے عطا فرمائی ہیں کہ یہ بھی بدل راضی ہو گئے ہیں۔ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ یہ بہترین بدلہ یہ جزائے جزیل یہ اعظم دنیا میں خدا سے ڈرتے رہنے کا عوض ہے۔ ہر وہ شخص جس کے دل میں ڈر ہو جس کی عبادت میں اخلاص ہو جو جانتا ہو کہ خدا کی اس پر نظر ہیں بلکہ عبادت کے وقت اس مشغولی اور دلچسپی سے عبادت کر رہا ہو کہ گویا خود وہ اپنی آنکھوں سے اپنے خالق مالک سچے رب اور حقیقی اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور فرمایا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے کہ کب جہاد کی آواز اٹھے اور کب میں کوہ اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤں اور کڑ کڑاتا ہوا دشمن کی فوج میں گھسوں اور داد شجاعت دوں لو میں تمہیں ایک اور بہترین مخلوق کی خبر دوں وہ شخص جو اپنی بکریوں کے ریوڑ میں ہے نہ نماز کو چھوڑتا ہے نہ زکوٰۃ سے جی چراتا ہے۔ آؤ سب میں بدترین مخلوق بتاؤں وہ شخص کہ اللہ کے نام سے سوال کرے اور پھر نہ دیا جائے ① سورہ لم یکن کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے۔

تفسیر سورۃ الزلزال

جامع سورت اور عید قربان کے احکام: ☆ ☆ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا حضور مجھے پڑھائیے آپ نے فرمایا اور الیٰ تمیں سورتیں پڑھو تو اس نے کہا بوڑھا بڑا ہو گیا حافظہ کزور ہو گیا زبان موٹی ہو گئی تو آپ نے فرمایا اچھا م والی سورتیں پڑھا کر ڈاس نہ پھر وہی عذر بیان کیا آپ نے فرمایا یسبح والی تمیں سورتیں پڑھ لیا کر ڈاس نہ پھر وہی عذر بیان کیا اور درخواست کی کہ حضور مجھے کوئی جامع سورت کا سبق دے دیجئے تو آپ نے اسے یہ سورت پڑھائی جب پڑھا چکے تو وہ کہنے لگا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں کبھی اس پر زیادتی نہ کروں گا پھر وہ پینہ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا اس مرد نے فلاح پالی یہ نجات کونچھی گیا پھر فرمایا ذرا سے بلالانا وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے بقرعید کا حکم کیا گیا ہے اس دن کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کی عید کا دن

بنایا ہے تو اس شخص نے کہا کہ اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہوا اور کسی شخص نے مجھے دودھ پینے کے لئے کوئی جانور تحفہ دے رکھا ہو تو کیا میں اس کو ذبح کر ڈالوں فرمایا نہیں نہیں پھر تو تو اپنے بال کھردانے ناخن پست کرا زیر ناف کے بال لئے اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک تیری پوری قربانی یہی ہے یہ حدیث مسند احمد ابو داؤد نسائی میں بھی ہے۔ ترمذی شریف کی اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اس سورت کو پڑھے اسے نصف قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے یہ حدیث غریب ہے اور روایت میں ہے اِذَا زُلْزِلَتْ آدَمُ قُرْآنَ کے برابر ہے اور قُلْ هُوَ اللَّهُ تہائی قرآن کے برابر ہے اور قل یا چوتھی قرآن کے برابر یہ حدیث بھی غریب ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابیوں میں سے ایک سے فرمایا کیا تم نے نکاح کر لیا؟ اس نے کہا نہیں حضور میرے پاس اتنا ہے ہی نہیں جو میں اپنا نکاح کر سکوں آپ نے فرمایا قل ہو اللہ تیرے ساتھ نہیں؟ اس نے کہا ہاں یہ تو ہے فرمایا تہائی قرآن یہ ہوا اِذَا جَاءَ نہیں؟ کہہ دیا بھی ہے فرمایا چوتھی قرآن یہ ہوا فرمایا کیا قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ یاد نہیں؟ کہا ہاں۔ فرمایا چوتھی قرآن کے برابر یہ ہے جاب نکاح کر لے یہ حدیث حسن ہے یہ تینوں حدیثیں صرف ترمذی میں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَہَا ۚ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَہَا ۚ
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَہَا ۚ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَنْۢبَاہَا ۚ یٰۤاَنۢرَبِّکَ
اَوْحٰی لَہَا ۚ یَوْمَئِذٍ یَّصْۡدُرُ النَّاسُ اَسْتَاتًا ۚ لِّیُرَوْا اَعْمَالُہُمْ ۚ
فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَہُ ۚ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
شَرًّا یَّرَہُ ۚ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بخش کرنے والا مہربان ہے

جب زمین پوری طرح مجھنڈی جائے گی ○ اور اپنے بوجھ باہر نکال چھینے گی ○ انسان کہنے لگے گا اسے کیا ہو گیا ○؟ اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دے گی ○ اس لئے کہ تیرے رب سے اسے یہ حکم دیا ہے ○ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر واپس لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں ○ پس جس نے ذرے برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا ○ اور جس نے ذرے برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا ○

مرحلہ اور قیامت: ☆ ☆ (آیت ۱-۸) زمین نیچے سے اوپر تک کپکپانے لگے گی اور جتنے مردے اس میں ہیں سب نکال چھینے گی جیسے اور جگہ ہے یٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ اِنَّ زُلْزَلَتِ السَّاعَةِ ۚ شَیْءٌ عَظِیْمٌ لوگو اپنے رب سے ڈرو یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ اس دن کی بھونچال بڑی چیز ہے اور جگہ ارشاد ہے وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۚ وَاَلْقَتْ مَا فِیْہَا وَتَخَلَّتْ جبکہ زمین کھینچ کھانچ کر برابر ہموار کر دی جائے گی اور اس میں جو کچھ ہے وہ اسے باہر ڈال دے گی اور بالکل خالی ہو جائے گی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں زمین اپنے کبچے کے ٹکڑوں کو اگل دے گی سونا چاندی مثل ستونوں کے باہر نکل پڑے گا قاتل اسے دیکھ کر افسوس کرتا ہوا کہے گا کہ ہائے اسی مال کے لئے میں نے فلاں کو قتل کیا تھا آج یہ یوں ادھر ادھر رہا ہے کوئی آنکھ بھر کر دیکھتا بھی نہیں اسی طرح صلہ رحمی توڑنے والا بھی کہے گا کہ اسی کی محبت میں آکر رشتے داروں سے میں سلوک نہیں کرتا تھا چور بھی کہے گا کہ اسی کی محبت میں میں نے ہاتھ کٹوا دیئے تھے غرض وہ

مال پونہی رہتا پھرے گا کوئی نہیں لے گا۔ انسان اس وقت ہکا بکارہ جائے گا اور کہے گا یہ تو ہلے جلے والی نہ تھی بالکل ٹھہری ہوئی پوجھل اور جھج ہوئی تھی اسے کیا ہو گیا کہ یوں بید کی طرح تھرانے لگی؟ اور ساتھ ہی جب دیکھے گا کہ تمام پہلی پچھلی لاشیں بھی زمین نے اگل دیں تو اور حیران و پریشان ہو جائے گا کہ آخر اسے کیا ہو گیا ہے؟

پس زمین بالکل بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اس قہار خدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے زمین کھلے طور پر صاف صاف گواہی دے گی کہ فلاں فلاں شخص نے فلاں فلاں نافرمانی اس پر کی ہے۔ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا جانتے بھی ہو کہ زمین کی بیان کردہ خبریں کیا ہوں گی؟ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے تو آپ نے فرمایا جو اعمال نبی آدم نے زمین پر کئے ہیں وہ تمام وہ ظاہر کر دے گی کہ فلاں فلاں شخص نے فلاں نیکی یا بدی فلاں جگہ فلاں وقت کی ہے امام ترمذی اس حدیث کو سن معجرب ہلاتے ہیں۔ معجم طبرانی میں ہے کہ آپ نے فرمایا زمین سے بچو یہ تمہاری ماں ہے جو شخص جو نیکی بدی اس پر کرتا ہے یہ اور سب کھول کھول کر بیان کر دے گی۔ یہاں وحی سے مراد حکم دینا ہے اُوحیٰ اور اس کے ہم معنی افعال کا صلہ حرف لام بھی آتا ہے الیٰ بھی۔ مطلب یہ ہے کہ خدا اسے فرمائے گا کہ بتا اور وہ بتاتی جائے گی۔ اس دن لوگ حساب کی جگہ سے مختلف قسموں کی جماعتیں بن بن کر لوٹیں گے کوئی بد ہو گا کوئی نیک کوئی جنتی بنا ہو گا کوئی جہنمی۔ یہ معنی بھی ہیں کہ یہاں سے جوا لگ لگ ہوں گے تو پھر اجتماع نہ ہو گا یہ اس لئے کہ وہ اپنے اعمال کو جان لیں اور بھلائی برائی کا بدلہ پالیں اسی لئے آخر میں بھی بیان فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں والے تین قسم کے ہیں اور ایک اجڑا بنے والا ایک پردہ پوشی والا ایک بوجھ اور گناہ والا اجڑا والا تو وہ ہے جو کھو جاتا پاتا ہے جہاد کی نیت سے اگر اس کے گھوڑے کی اگاڑی پھجاری ڈھلی ہو گئی اور نیا دھرا دھر سے چڑھتا رہا تو یہ بھی گھوڑے والے کے لئے اجر کا باعث ہے اور اگر یہ رسی کی ٹوٹ گئی اور یہ ادھر ادھر چڑھ گیا تو اس کے نشان قدم اور لید کا بھی اسے ثواب ملتا ہے اگر یہ کسی شہر پر جا کر پانی پی لے گا اور ادھ و ثواب ہے دوسرا وہ شخص جس نے اس لئے پال رکھا ہے کہ دوسروں سے بے پرواہ رہے اور کسی سے سوال کی ضرورت نہ ہو لیکن خدا کا حق نہ تو خود اس میں بھولتا ہے نہ اس کی سواری میں پس پیاس کے لئے پردہ ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جس نے غرور یا کاری اور ظلم و ستم کے لئے پال رکھا ہے پس یہ اس کے ذمہ بوجھ اور اس پر گناہ کا بار ہے۔ پھر حضور نے سوال ہوا کہ گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے آپ نے فرمایا مجھ پر خدا تعالیٰ کی جانب سے سوائے استہمال اور حاجت آیت کے اور کچھ نازل نہیں ہوا کہ ذرے برابر نیکی اور اتنی ہی بدی ہر شخص دیکھ لے گا (مسلم)۔

حضرت معصوم بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو حضور کی زبانی یہ آیت سن کر کہہ دیا تھا کہ صرف یہی آیت کافی ہے اور زیادہ اگر نہ بھی سنوں تو کوئی ضرورت نہیں (مسند احمد و نسائی) صحیح بخاری شریف میں بروایت حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ آگ سے بچو اگر چہ آدمی سمجھو کہ صدقہ ہی ہوا ہی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ نیکی کے کام کو بلکا نہ سمجھو گوا تباہی کام ہو کہ تو اپنے ذول میں سے ذرا سا پانی کسی پیالے کو پلوادے یا اپنے کسی مسلمان بھائی سے کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے ملاقات کر لے۔ دوسری ایک صحیح حدیث میں ہے اے ایمان والی عورتو! تم اپنی پردوں کے پیچھے ہوئے تھے ہدیے کو تحیر نہ سمجھو گوا ایک کھری آیا ہو۔ اور حدیث میں ہے کہ سائل کو کچھ نہ کچھ دے دو گوا بھلا نہ کھری ہو۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے اے عائشہ! تمنا ہوں کو تحیر نہ سمجھو یا دیکھو کہ ان کا بھی حساب لینے والا ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ یہ آیت اتری تو حضرت صدیق نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا اور پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا میں ایک ایک ذرے برابر کا بدلہ دیا جاؤں گا تو آپ نے فرمایا اے صدیق دنیا میں جو جو تکلیفیں تمہیں پہنچی ہیں یہ تو اس میں آگئیں اور نیکیاں تمہارے لئے خدا کے ہاں ذخیرہ بنی ہوئی ہیں اور ان سب کا پورا

یورابدہ قیامت کے دن تمہیں دیا جائے گا۔ این جریر کی ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سورت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں نازل ہوئی تھی آپ اسے سن کر بہت روئے حضور نے سب پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے یہ سورت رلا رہی ہے آپ نے فرمایا اگر تم خطا اور گناہ نہ کرتے کہ تمہیں بخشا جائے اور معاف کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کسی اور امت کو پیدا کرتا جو خطا اور گناہ کرتے اور خدا انہیں بخشا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے یہ آیت سن کر پوچھا کہ حضور کیا مجھے اپنے سب اعمال دیکھنے پر یں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں پوچھا بڑے بڑے فرمایا ہاں پوچھا اور چھوٹے چھوٹے بھی فرمایا ہاں میں نے کہا ہائے افسوس آپ نے فرمایا ابو سعید خوش ہو جاؤ نیکی تو دس گئے سے لے کر سات سو گئے تک بلکہ اس سے بھی زیادہ تک خدا نے چاہے۔ گے ہاں گن و اسی کے مثل ہوں گے یا اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دے گا سنو کسی شخص کو صرف اس کے اعمال نجات نہ دے سکیں گے۔ میں نے کہا حضور یہ آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا نہ مجھے ہی مگر یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔ اس کے رایوں میں ایک ابن ابیہ ہیں یہ روایت صرف انہی سے مروی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب آیت وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حَبِّ اَرْزِ نازل ہوئی یعنی مال کی محبت کے باوجود مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا نہ کھلاتے ہیں تو لوگ یہ سمجھ گئے کہ اگر ہم تھوڑی سی چیز راہِ اللہ دیں گے تو کوئی ثواب نہ ملے گا مسکین ان کے دروازے پر آتا لیکن ایک آدھ بھجور یا روٹی کا ٹکڑا وغیرہ دینے کو حقارت خیال کر کے یونہی لوٹا دیتے تھے کہ اگر دیں تو کوئی اچھی محبوب و مرغوب چیز دیں ادھر تو اس خیال کی ایک جماعت تھی دوسری جماعت وہ تھی جنہیں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ ہوگی مثلاً کبھی کوئی جھوٹ بات کہہ دی کبھی ادھر ادھر نظریں ڈال لیں کبھی غیبت کر لی وغیرہ جہنم کی وعید تو کبیرہ گناہوں پر ہے تو یہ آیت فَمَنْ يَعْمَلْ نِازِلَ ہوئی اور انہیں بتلایا گیا کہ چھوٹی سی نیکی چھوٹی نہ سمجھو یہ بڑی ہو کر ملے گی اور تھوڑے سے گناہ کو بھی بے جا نہ سمجھو کہیں تھوڑا تھوڑا مال کہ بہت نہ بن جائے ذرہ کے معنی چھوٹی چیزوں کے ہیں یعنی نیکیوں کو اور برائیوں کو چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی اپنے نامہ اعمال میں دیکھ لے گا بدی تو ایک ہی لکھی جاتی ہے نیکی ایک کے بدلے دس بلکہ جس کے لئے خدا چاہے اس سے بھی بہت زیادہ بلکہ ان نیکیوں کے بدلے برائیاں بھی معاف ہو جاتی ہیں ایک ایک کے بدلے دس دس دیاں معاف ہو جاتی ہیں پھر یہ بھی ہے کہ جس کی نیکی برائی سے ایک ذرے کے برابر بڑھ گئی وہ جنتی ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں گناہوں کو ہلکا نہ سمجھا کرو یہ سب جمع ہو کر آدمی کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان برائیوں کی مثال بیان کی کہ جیسے کچھ لوگ کسی جگہ اترے اور چھوٹی چھوٹی لکڑیاں جمع کریں پھر اگر انہیں سلگائی جائیں تو اس وقت آگ میں جو چاہیں پکا سکتے ہیں (اسی طرح تھوڑے تھوڑے گناہ بہت زیادہ ہو کر آگ کا کام کرتے ہیں اور انسان کو جلا دیتے ہیں) سورۃ ازلزلت کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ العادیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَدِیَّتِ صَبَحًا ۖ وَالْمُورِیَّتِ قَدَحًا ۖ
فَالْمَغِیْرَتِ صَبَحًا ۖ فَآثَرْنَ بِهٖ
نَقْعًا ۖ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۖ اِنَّ
اِلَیْنَ اَتَتْ اِلَیْهِ لَکُنُوْذٌ ۚ وَاِنَّهٗ عَلٰی
ذٰلِکَ لَشَهِیْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ

لَشَدِيدٍ ۝ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۖ وَحُصِّلَ
مَا فِي الصُّدُورِ ۖ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝

شروع اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے

باجینے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم ○ پھر تاپ مار کر آگ جھاڑنے والوں کی ○ پھر میچ کے وقت دھاوا ڈالنے والوں کی ○ پس اس وقت غبار اڑا رہے ہیں ○ پھر فوجوں کے درمیان ٹکس جاتے ہیں ○ یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناگہرا ہے ○ اور یقیناً وہ خود بھی اس سے ناخبر ہے ○ یہ مال کی محبت میں بھی بڑا سخت ہے ○ کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں؟ جب قبروں کے مردے اعضا کھڑے کر دیئے جائیں گے ○ اور سینوں کی پوشیدہ باتیں ظاہر کر دی جائیں گی ○ چٹک ان کا رب اس دن ان کے حال سے پورا ناخبر ہے ○

انسان کا نفسیاتی تجربہ: ☆☆ (آیت: ۱۱-۱۲) مجاہدین کے گھوڑے جبکہ خدا کی راہ کے جہاد کے لئے ہانپتے اور پھٹاتے ہوئے دوڑتے ہیں ان کی اللہ تبارک و تعالیٰ قسم کھاتا ہے پھر اس تیزی میں دوڑتے ہوئے پتھروں کے ساتھ ان کے نعل کے ٹکرائے اور اس رگڑ سے آگ کی چنگاریاں اڑنا پھر صبح کے وقت دشمن پر ان کا چھاپہ بارنا اور دشمنانِ خدا کو تہہ وبالا کرنا۔ آنحضرت ﷺ کی یہی عادت مبارک تھی کہ دشمن کی کسی ہتھی پر آپ جاتے تو وہاں رات کو گھبرا کر ان لگا کر سننے اگر ان کی آواز آگئی تو تو آپ رک جاتے، نہ آتی تو لشکر کو حکم دیتے کہ بزن بول دیں پھر ان گھوڑوں کا گرد و غبار اڑانا اور ان سب کا دشمنوں کے درمیان ٹھس جانا، ان سب چیزوں کی قسم کھا کر پھر مضمون شروع ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ وَالْعَادِيَاتُ سے مراد اونٹ ہیں۔ حضرت علیؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ اس سے مراد گھوڑے ہیں جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو آپؓ نے فرمایا گھوڑے ہمارے بدر والے دن تھے ہی کب یہ تو اس چھوٹے لشکر میں تھا جو بھیجا گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک شخص نے آکر اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپؓ نے فرمایا اس سے مراد مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو بوقت جہاد دشمنوں پر دھاوا بولتے ہیں پھر رات کے وقت یہ گھوڑے سوار مجاہد اپنے کیمپ میں آکر کھانے پکانے کے لئے آگ جلاتے ہیں وہ یہ پوچھ کر حضرت علیؓ کے پاس گیا آپ اس وقت زحرم کا پانی لوگوں کو پلا رہے تھے۔ اس نے آپؓ سے بھی یہی سوال کیا آپؓ نے فرمایا مجھ سے پہلے کسی اور سے بھی تم نے پوچھا ہے؟ کہا ہاں حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا ہے تو انہوں نے فرمایا مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو خدا کی راہ میں دھاوا کریں حضرت علیؓ نے فرمایا جانا ذرا انہیں میرے پاس بلانا جب وہ آگئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں اور تم لوگوں کو کون ہے دے رہے ہو اللہ کی قسم پہلا غزوہ اسلام میں بدر کا ہوا اس لڑائی میں ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے ایک شخص حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تو عَادِیَاتِ ضَبْحَا یہ کہیے ہو سکتے ہیں؟ اس سے مراد تو عرفات سے مزدلفہ کی طرف جانے والے اور پھر مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانے والے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں یہ کن کر میں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کر لیا اور حضرت علیؓ نے جو فرمایا تھا وہی کہئے گا۔ مزدلفہ میں پہنچ کر حاجی بھی اپنی ہڈیا روٹی کے لئے آگ سلاگتے ہیں غرض حضرت علیؓ کا فرمان یہ ہوا کہ اس سے مراد اونٹ ہیں اور یہی قول ایک جماعت کا ہے جن میں امیر الیمین عبد بن عمر وغیرہ ہیں اور حضرت ابن عباسؓ سے گھوڑے مروی ہیں۔

مجاہد، عکرمہ، عطاء، قتادہ، ضحاکؒ بھی یہی کہتے ہیں اور امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں بلکہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عطاءؓ سے مروی ہے کہ ضحیح یعنی باپ کا جانور کے لئے نہیں ہوتا سوائے گھوڑے اور کتے کے ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان کے منہ سے باپنٹے ہوئے جواز از احراج نکلتی ہے یہی نسخہ ہے اور دوسرے جملے کے ایک موقعی یہ کئے گئے ہیں کہ ان گھوڑوں کی ناپوں کا پتھر سے ٹکرا کر آگ

پیدا کرنا اور دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ ان کے سواروں کا لڑائی کی آگ کو بجھانا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لڑائی میں کمزور ہو کر مارا اور یہ بھی مروی ہے کہ راتوں کو اپنی قیام گاہ پہنچ کر آگ روشن کرنا اور مزہ دلفش حایوں کا بعد از مغرب پہنچ کر آگ جلانا۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں میرے نزدیک سب سے زیادہ ٹھیک قول یہی ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں اور سوں کا پتھر سے رگڑا کھا کر آگ پیدا کرنا پھر صبح کے وقت مجاہدین کا دشمنوں پر اچانک ٹوٹ پڑنا۔ اور جن صاحبان نے اس سے مراد اونٹ لئے ہیں وہ فرماتے ہیں اس سے مراد مزہ دلفش سے مٹی کی طرف صبح کو جانا ہے پھر یہ سب کہتے ہیں کہ پھر ان کا جس مکان میں یہ اتارے ہیں خواہ جہاد میں ہوں خواہ حج میں غبار اڑانا پھر ان مجاہدین کا کفار کی فوجوں میں دراندہ گھس جانا اور چرتے پھاڑتے مارتے بچھاڑتے ان کے بیچ لشکر میں پہنچ جانا اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ سب جمع ہو کر اس جگہ درمیان میں آجاتے ہیں تو اس صورت میں جمعا حال موکد ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ ابو بکر بزار میں اس جگہ ایک غریب حدیث ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک لشکر بھیجا تھا ایک مہینہ گزر گیا لیکن اس کی کوئی خبر نہ آئی اس پر یہ آیتیں اتریں اور اس لشکر کی خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ ان کے گھوڑے ہانپتے ہوئے تیز چال سے گئے ان کے سوں کی نگر سے چنگاریاں اڑ رہی تھیں انہوں نے صبح ہی دشمنوں پر پوری یلغار کے ساتھ حملہ کر دیا ان کی ٹاپوں سے گرد اڑ رہا تھا پھر غالب آکر سب جمع ہو کر بیٹھ گئے ان قسموں کے بعد اب وہ مضمون بیان ہو رہا ہے جس پر قسمیں کھائی گئی تھیں کہ انسان اپنے رب کی نعمتوں کا قدر دان نہیں آکر کوئی دکھ درد کسی وقت آگیا ہے تو وہ تو بخوبی یاد ہے لیکن خدا تعالیٰ کی ہزار ہا نعمتیں جو ہیں سب کو بھلائے ہوئے ہے۔

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ کودو ہے جو تہما کھائے غلاموں کو مارے اور احسان سلوک نہ کرے اس کی اسناد ضعیف ہے۔ پھر فرمایا اللہ اس پر شاہد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خود اس بات پر اپنا گواہ آپ ہے اس کی ناشکری اس کے افعال و اقوال سے صاف ظاہر ہے۔ جیسے اور جگہ ہے شاہدین علیٰ انفسہم بالکفر یعنی شرکین سے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی نہیں ہو سکتی جبکہ یہ اپنے کفر کے آپ گواہ ہیں۔ پھر فرمایا یہ مال کی چاہت میں بڑا سخت ہے یعنی اسے مال کی بے حد محبت ہے اور یہ بھی معنی ہیں کہ اس محبت میں کھس کر ہماری راہ میں دینے سے جی چراتا اور بخل کرتا ہے۔ پھر پروردگار عالم اسے دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے فرما رہا ہے کہ کیا انسان کو یہ معلوم نہیں کہ ایک وقت وہ آ رہا ہے کہ جب تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور جو کچھ باتیں چھپی گئی ہوئی تھیں سب ظاہر ہو جائیں گی سن لو ان کا رب ان کے تمام کاموں سے باخبر ہے اور ہر ایک عمل کا بدلہ پورا پورا دینے والا ہے ایک ذرے کے برابر ظلم وہ روا نہیں رکھتا اور نہ رکھے۔ سورۃ غادیات کی تفسیر اللہ کے فضل و احسان سے ختم ہوئی، فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ القارعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَذْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ یَوْمَ
 یَكُونُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ
 کَالْعِہْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ فَمَا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهُ ۝ فہُوَ فِی
 عِشَیۃٍ رَّاضِیۃٍ ۝ وَآمَنَ مَن خَفَّتْ مَوَازِیْنُهُ ۝ فَأَمَّۃٌ ہَاوِیۃٌ ۝ وَمَا
 أَذْرٰكَ مَا ہِیۃٌ نَّارٌ حَامِیۃٌ ۝

اللہ تعالیٰ بہت مہربان بڑے رحم والے کے نام سے

کھڑکڑا دینے والی ○ کیا ہے وہ کھڑکڑانے والی ○ تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکڑانے والی کیا ہے ○ جس دن انسان پر آگندہ پروانوں کی طرح ہوجائیں گے ○ اور پہاڑ دھمی دھمی رتھیں اون کی طرح ہوجائیں گے ○ ہاں جس کا پلہ بھاری ہو گیا ○ وہ تو من باقی آرام کی زندگی میں ہو گا ○ اور جس کی قول ہلکی ہوگی ○ اس کی ماں ہادیہ ہے ○ تجھے کس نے بتایا کہ وہ کیا ہے ○ وہ تیرے آگ ہے ○

اعمال کا ترازو: ☆ ☆ (آیت: ۱-۱۱) قارعہ بھی قیامت کا ایک نام ہے جیسے حَاقَّةٌ طَامَّةٌ، صَاخَّةٌ، غَاثِيَةٌ، وغیرہ اس کی بڑائی اور ہولناکی کے بیان کے لئے سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس کا علم بغیر میرے بتانے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا، پھر خود تلاوتا ہے کہ اس دن لوگ منتشر اور پر آگندہ حیران و پریشان ادھر ادھر گھوم رہے ہوں گے جس طرح پروانے ہوتے ہیں اور جگہ فرمایا ہے كَانَتْهُمْ جَزَاءً مِّنْهُمْ بِشَرِّهِمْ گویا وہ نڈیاں ہیں پھیلی ہوئیں۔ پھر فرمایا پہاڑوں کا یہ حال ہو گا کہ وہ دھمی دھمی ہوں گی اون کی طرح ادھر ادھر اڑتے نظر آئیں گے۔ پھر فرماتا ہے اس دن ہر نیک و بد کا انجام ظاہر ہو جائے گا، نیکوں کی بزرگی اور بدوں کی اہانت کھل جائے گی، جس کی نیکیاں وزن میں برائیوں سے بڑھ گئیں وہ عیش و آرام کی جنت میں بسر کرے گا اور جس کی بدیاں نیکیوں پر چھا گئیں بھلائیوں کا پلا جھکا ہو گا وہ جہنمی ہو جائے گا وہ منہ کے بل اوندھا جہنم میں گر دیا جائے گا، ام سے مراد داغ ہے یعنی سر کے بل ہادیہ میں جائے گا اور یہ بھی معنی ہیں کہ فرشتے جہنم میں اس کے سر پر عذابوں کی بارش برسائیں گے اور یہ بھی مطلب ہے کہ اس کا اصلی ٹھکانا وہ جگہ جہاں اس کے لئے قراقرہ مقرر کیا گیا ہے وہ جہنم ہے، ھاویہ جہنم کا نام ہے اسی لئے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ ہادیہ کیا ہے؟ اب میں بتاتا ہوں کہ وہ شعلے مارتی پھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

حضرت اشعث بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مومن کی موت کے بعد اس کی روح کو ایما نداروں کی روحوں کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کی دلجوئی اور تسکین کر دینا کے رنج و غم میں مبتلا تھا، اب وہ نیک رو میں اس سے پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ تو مر چکا تمہارے پاس نہیں آیا تو یہ کچھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں چھوٹا سا ہے، وہ تو اپنی ماں ہادیہ میں بیچھا۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں یہ بیان خوب بسط سے ہے اور ہم نے بھی اسے کتاب صفۃ النار میں وارد کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اس آگ جہنم سے نجات دے آمین۔ پھر فرماتا ہے کہ وہ سخت تیز حرارت والی آگ ہے بڑے شعلے مارنے والی بھلسا دینے والی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہاری یہ آگ تو اس کا ستر سواں حصہ ہے لوگوں نے کہا حضرت ہلاکت کو تو یہی کافی ہے، آپ نے فرمایا ہاں لیکن آتش دوزخ تیرا اس سے اہتر حصے تیز ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ہر ہر حصہ اس آگ جیسا ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے، مسند کی ایک حدیث میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ آگ باوجود اس آگ کا ستر سواں حصہ ہونے کے بھی دوسرے سمندر کے پانی میں بجھا کر بھی بجی گئی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اس سے بھی نفع نہ اٹھا سکتے، اور حدیث میں ہے یہ آگ سواں حصہ ہے۔ طبرانی میں ہے جانتے ہو کہ تمہاری اس آگ اور آگ جہنم کے درمیان کیا نسبت ہے؟ تمہاری اس آگ کے دھوئیں سے بھی ستر حصہ زیادہ سیاہ خود وہ آگ ہے تیزی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جہنم کی آگ ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سرخ ہوئی، پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہو گئی، پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سیاہ ہو گئی، پس اب وہ سخت سیاہ اور بالکل اندھیرے والی ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہے جس کے پیروں میں آگ کی دو جوتیاں ہوں گی جس سے اس کا داغ کھد بدیاں لے ہا ہو گا۔ صحیحین میں ہے کہ آگ نے اپنے رب کی طرف شکایت کی کہ خدا یا میرا ایک حصہ دوسرے کو کھائے جا رہا ہے تو

پروردگار نے اسے دوساں لینے کی اجازت دی ایک جاڑے میں ایک گرمی میں پس سخت جاڑا جو تم پاتے ہو یہ اس کا مردساں ہے اور سخت گرمی جو پڑتی ہے یہ اس کے گرم ساں کا اثر ہے اور حدیث میں ہے کہ جب گرمی شدت کی پڑے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو گرمی کی سختی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔ الحمد للہ سورۃ قارعہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ التکاثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۝ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝
ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ
الْیَقِیْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عِیْنَ الْیَقِیْنِ ۝ ثُمَّ
لَتَسْأَلُنَّ یَوْمَئِذٍ النَّعِیْمَ ۝

بہت بڑے میراں نہایت دم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

زیادتی چاہت نے تمہیں غافل کر دیا ○ یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے ○ نہیں نہیں تم معلوم کر لو گے ○ اور ابھی ابھی تمہیں علم ہو جانے کا ○ یوں نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے ○ بیشک تم جہنم کو دیکھ لو گے ○ اور تم اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے ○ پھر اس دن تم سے ضرور ضرور نعمتوں کا سوال ہوگا ○

مال و دولت اور اعمال ☆ ☆ (آیت ۱-۸) ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت اس کے پالنے کی کوشش نے تمہیں آخرت کی طلب اور نیک کاموں سے بے پرواہ کر دیا تم اسی دنیا کی ادھیڑ میں رہے کہ اچانک موت آگئی اور تم قبروں میں پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اطاعت پروردگار سے تم نے دنیا کی جستجو میں پھنس کر بے رغبتی کر لی اور مرتے دم تک غفلت برتی (ابن ابی حاتم) حسن بصری فرماتے ہیں مال اور اولاد کی زیادتی کی ہوس میں موت کا خیال پرے پھینک دیا۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم لو کہان لاینی اذم وادی من ذہب یعنی اگر ابن آدم کے پاس ایک جنگل بھر کر سونا ہوا ہے قرآن کی آیت ہی سمجھتے رہے یہاں تک کہ اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ نازل ہوئی۔

مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن غفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب آیا تو آپ اس آیت کو پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا ابن آدم کہتا رہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ تیرا مال صرف وہ ہے جسے تو نے کھا کر کھا کر دیا یا مہین کر چھاڑ دیا یا صدقہ دے کر باقی رکھ لیا صحیح مسلم شریف میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اس کے سوا کچھ ہے اسے تو تو لوگوں کے لئے چھوڑ چھاڑ کر چل دے گا۔ بخاری کی حدیث میں ہے میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں جن میں سے دو تو پلٹ آتی ہیں صرف ایک ساتھ رہ جاتی ہے گھر والے مال اور اعمال اہل و مال لوٹ آئے عمل ساتھ رہ گئے مسند احمد کی حدیث میں ہے ابن آدم بوڑھا ہوا جاتا ہے لیکن دو چیزیں اس کے ساتھ باقی رہ جاتی ہیں لالچ اور امنگ۔ حضرت ضحاکؒ نے ایک شخص کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھ کر پوچھا یہ درہم کس کا ہے؟ اس نے کہا میرا فرمایا تیرا تو اس وقت ہوگا کہ کسی نیک کام میں تو خرچ کر دے یا بطور شکر اللہ کے خرچ کرے۔ حضرت اخف نے اس واقعہ کو بیان کر کے پھر یہ شعر پڑھا۔

اَنْتَ لِلْمَالِ اِذَا اَمْسَكَهُ فَاِذَا اَنْفَقْتَهُ فَاَلْمَالُ لَكَ

یعنی جبکہ تو مال کو لے بیٹھا ہے تو تو مال کی ملکیت ہے ہاں جب اسے خرچ کر دے گا اس وقت مال تیری ملکیت میں ہو جائے گا۔ ابن بریدہ فرماتے ہیں بنو حارث اور بنو حارث انصار کے قبائل کے آپس میں فخر و غرور کرنے لگے ایک کہتا دیکھو ہم میں فلاں شخص ایسا بہادر ایسا جیوت یا اتنا بڑا مالدار وغیرہ ہے دوسرے قبیلے والے اپنے میں سے ایسوں کو پیش کرتے تھے جب زندوں کے ساتھ یہ فخر و مباہات کر چکے تو کہنے لگے آؤ قبرستان میں چلیں وہاں جا کر اپنے اپنے مردوں کی قبروں کی طرف اشارے کر کے کہنے لگے ہلاؤ اس جیسا بھی تم میں کوئی گذرا ہے وہ انہیں اپنے مردوں کے ساتھ الزام دینے لگے اس پر یہ دونوں ابتدائی آیتیں اتریں کہ تم فخر و مباہات کرتے ہوئے قبرستان میں پہنچ گئے اور اپنے اپنے مردوں پر بھی فخر و غرور کرنے لگے چاہئے تھا کہ یہاں آ کر عبرت حاصل کرتے اپنا مرنا اور سزا ملنا یاد کرتے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی زیادتی اور اپنی کثرت پر گھنڈا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک ایک ہو کر قبروں میں ٹھس گئے۔ مطلب یہ ہے کہ بہتائی کی چاہت نے غفلت میں ہی رکھا یہاں تک کہ مر گئے اور قبروں میں دفن ہو گئے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ ایک اعرابی کی پیار پرسی کو گئے اور حسب عادت فرمایا کوئی ڈر خوف نہیں انشاء اللہ گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہوگی تو اس نے کہا آپ اسے خوب پاکیزہ بناتے ہیں یہ تو بھار ہے جو بوڑھے بوڑھے پر جوش مارتا ہے اور قبر تک پہنچا کر رہتا ہے آپ نے فرمایا اچھا پھر یوں ہی سہی اس حدیث میں بھی لفظ تَزَيُّرُہُ الْقُبُورُ ہے اور یہاں قرآن میں بھی زُرْنُمُ الْقُبُورِ ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مر کر قبر میں دفن ہونا ہی ہے۔ ترمذی میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب تک یہ آیت نہ اتری ہم عذاب قبر کے بارے میں شک میں ہی رہے یہ حدیث غریب ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس آیت کی تلاوت کی پھر کچھ دیر سوچ کر فرمائے لگیکومن قبروں کا دیکھنا تو صرف بطور زیارت ہے اور ہر زیارت کرنے والا اپنی جگہ لوٹ جاتا ہے یعنی خواہ جنت کی طرف خواہ دوزخ کی طرف ایک اعرابی نے بھی ایک شخص کی زبانی ان دونوں آیتوں کی تلاوت سن کر یہی فرمایا تھا کہ اصل مقام اوری ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ دھمکاتے ہوئے دودو مرتبہ فرماتا ہے کہ حقیقت حال کا علم تمہیں ابھی ہو جائے گا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ پہلے مراد افکار ہیں دوبارہ مومن مراد ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر تم علم یقینی کے ساتھ اسے معلوم کر لیتے یعنی اگر ایسا ہوتا تو تم غفلت میں نہ پڑتے اور مرتے دم تک اپنی آخری منزل آخرت سے غافل نہ رہتے پھر جس چیز سے پہلے دھمکایا تھا اسی کا بیان کر رہا ہے کہ تم جہنم کو انہی ان آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اس کی ایک ہی چشم کے ساتھ اورتو اور انبیاء علیہم السلام بھی بیت و خوف کے مارے گھنٹوں کے بل کر جائیں گے اس کی عظمت اور دہشت ہر ذل پر چھائی ہوئی ہوگی جیسے کہ بہت سی حدیثوں میں یہ تفصیل مروی ہے۔

پھر فرمایا کہ اس دن تم سے نفوس کی باز پرس ہوگی صحت اسن رزق وغیرہ تمام نعمتوں کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کا شکر کہاں تک ادا کیا۔ ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ ٹھیک دو پہر کو رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے چلے دیکھا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مسجد میں آ رہے ہیں پوچھا کہ اس وقت کیسے نکلے ہو؟ کہ حضور جس چیز نے آپ کو نکالا ہے اسی نے مجھے بھی نکالا ہے اس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے ان سے بھی حضور نے یہی سوال کیا اور آپ نے بھی جواب دیا پھر حضور نے ان دونوں بزرگوں سے باتیں کرنی شروع کیں پھر فرمایا کہ اگر بہت ہو تو اس باغ تک چلے چلو گھانا پیٹال ہی جائے گا اور سارے دار و جگہ بھی۔ ہم نے کہا بہت اچھا پس آپ ہمیں لے کر ابو الیہشم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ کے دروازہ پر آئے آپ نے سلام کیا اور اجازت چاہی ام یہشم انصاریہ دروازے کے پیچھے ہی کھڑی تھیں سن رہی تھیں لیکن اونچی آواز سے جواب نہیں دیا اس لالچ سے کہ خدا کے رسول اور زیادہ سلامی کی

دعا کریں اور کئی کئی مرتبہ آپ کا سلام سنیں؛ جب تین مرتبہ حضورؐ سلام کر چکے اور کوئی جواب نہ ملتا تو آپ واپس چل دیئے اب تو حضرت ابو البشیرؓ کی بیوی صاحبہ دوڑیں اور کہا حضور میں آپ کی آوازیں رہی تھیں لیکن میرا ارادہ تھا کہ خدا کرے آپ کی کئی مرتبہ سلام کریں اس لئے میں نے اپنی آواز آپ کو نہ سنائی، آپ آئے تشریف لے چلے آپ نے ان کے اس فعل کو اچھی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا کہ خود ابوالبشیرؓ کہاں ہیں؟ مائی صاحبہ نے فرمایا حضورؐ ابھی یہیں قریب ہی پانی لینے گئے ہیں آپ تشریف لائے انشاء اللہ آتے ہی ہوں گے، حضورؐ باغ میں رونق افروز ہوئے۔ اتنے ہی میں حضرت ابوالبشیرؓ بھی آگئے بے حد خوش ہوئے آنکھوں غنڈک اور دل سکون نصیب ہوا اور جلدی جلدی ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گئے اور اچھے اچھے خوشے انتار اتار کر دینے لگے یہاں تک کہ خود آپ نے روک دیا۔ صحابی نے کہا یا رسول اللہؐ گدلی اور تر اور بالکل پکی اور جس طرح کی چاہیں تناول فرمائیں؛ جب کھجوریں کھا چکے تو بیٹھا پانی لائے، جسے پیا پھر حضورؐ فرمانے لگے یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں خدا کے ہاں پوچھتے جاؤ گے۔

ابن جریرؒ کی اسی حدیث میں ہے کہ ابو بکرؓ عمر بیٹھے ہوئے تھے جو ان کے پاس حضورؐ آئے اور پوچھا کہ یہاں کیسے بیٹھے ہو؟ دونوں نے کہا حضورؐ بھوک کے مارے گھر سے نکل کھڑے ہوئے ہیں، فرمایا اس اللہ کی قسم جن نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے میں بھی اسی وجہ سے اس وقت نکلا ہوں، اب آپ انہیں لے کر چلے اور ایک انصاری کے گھر آئے، ان کی بیوی صاحبہؓ گئیں پوچھا کہ تمہارے میاں کہاں گئے ہیں؟ کہا گھر کے لئے بیٹھا پانی لانے گئے ہیں، اتنے میں تو وہ منگ اٹھائے ہوئے آ ہی گئے خوش خوش ہو گئے اور کہنے لگے مجھ جیسا خوش قسمت آج کوئی بھی نہیں جس کے گھر اللہ کے نبی تشریف لائے ہیں، منگ تو لگا دی اور خود جا کر کھجوروں کے تازہ تازہ خوشے لے آئے۔ آپ نے فرمایا جن کرالگ کر کے لاتے تو جواب دیا کہ حضورؐ میں نے چاہا کہ آپ اپنی طبیعت کے مطابق اپنی پسند سے چن لیں اور نوش فرمائیں، پھر چھری ہاتھ میں اٹھائی کہ کوئی جانور ذبح کر کے گوشت پکائیں تو آپ نے فرمایا دیکھو دودھ دینے والے جانور ذبح نہ کرنا چنانچہ اس نے ذبح کیا، آپ نے وہیں کھانا کھا پھر فرمانے لگے دیکھو بھوکے گھر سے نکلے اور پیٹ بھرے جا رہے ہیں، یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کے آزاد غلام حضرت ابو عصب کا بیان ہے کہ رات کو رسول اللہ ﷺ نے مجھے آواز دی، میں نکلا پھر حضرت ابو بکرؓ کو بلایا، پھر حضرت عمرؓ کو بلایا، پھر کسی انصاری کے باغ میں گئے اور اس سے فرمایا لاؤ بھائی کھانے کو دودھ اگور کے خوشے اٹھا لائے اور آپ کے سامنے رکھ دیئے آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھائے، پھر فرمایا غنڈا پانی پلاؤ، وہ لائے آپ نے پیا پھر فرمانے لگے قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی، حضرت عمرؓ نے وہ خوشہ اٹھا کر زمین پر دے مارا اور کہنے لگے اس کے بارے میں بھی خدا کے ہاں پرسش ہوگی، آپ نے فرمایا ہاں صرف تین چیزوں کی تو پرسش نہیں۔ پردہ پوشی کے لائق کپڑا۔ بھوک روکنے کے قابل کھڑا اور سردی گرمی میں سر چھپانے کے لئے مکان (مسند احمد)۔

مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی اور حضورؐ نے پڑھ کر سنائی تو صحابہؓ کہنے لگے ہم سے کس نعمت پر سوال ہو گا؟ کھجوریں کھا رہے ہیں اور پانی پی رہے ہیں، تلواریں گردنوں میں لٹک رہی ہیں اور دشمن سر پر کھڑا ہے؟ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں، غفر رب نعمتیں آ جائیں گی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بیٹھے تھے حضور ﷺ آئے اور نہائے ہوئے معلوم ہوتے تھے، ہم نے کہا حضورؐ اس وقت تو آپ خوش و خرم نظر آتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں، پھر لوگ تو مگر یہی کا ذکر کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے دل میں خوف خدا ہو اس کے لئے تو مگر یہی بری چیز نہیں اور یاد رکھو مفتی شخص کے لئے صحت تو مگر یہی سے بھی اچھی ہے اور خوش نفسی بھی خدا کی نعمت ہے (مسند احمد)۔

ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے ترمذی شریف میں ہے نعمتوں کے سوال میں قیامت والے دن سب سے پہلے یہ کہا جائے گا کہ ہم نے تجھے صحت نہیں دی تھی اور ٹھنڈے پانی سے تجھے آسودہ نہیں کیا کرتے تھے؟ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ اس آیت ثُمَّ لَنَسْأَلَنَّ کُونا کر صحابہ کہنے لگے کہ حضور ہم تو جو کی روٹی اور وہ بھی آدھا پیٹ کھا رہے ہیں تو اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ کیا تم پیر بچانے کے لئے جو تیاں نہیں پہنچے اور کیا تم ٹھنڈے پانی نہیں پیتے؟ یہی قابل پرستش نعمتیں ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ اس اور صحت سے سوال ہوگا پیٹ بھر کھانے سے ٹھنڈے پانی سے سائے دار گھروں سے میٹھی نیند سے بھی سوال ہوگا شہد پینے سے لذتیں حاصل کرنے سے صبح شام کے کھانے سے گھٹی شہد اور میدے کی روٹی وغیرہ غرض ان تمام نعمتوں کے بارے میں خدا کے ہاں سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت کانوں اور آنکھوں کی صحت کے بارے میں بھی سوال ہوگا کہ ان طاقتوں سے کیا کیا کام کئے۔

جیسے قرآن کریم میں ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ہر شخص سے اس کے کان اس کی آنکھ اور اس کے دل کے بارے میں سوال ہوگا لوگ بہت ہی غفلت برت رہے ہیں صحت اور فراغت یعنی نون کا پورا شکر ادا کرتے ہیں نہ ان کی عظمت کو جانتے ہیں نہ انہیں اللہ کی مرضی کے مطابق صرف کرتے ہیں۔ بزار میں ہے تہ بند کے سوا اور سائے دار دو یاروں کے سوا اور روٹی کے ٹکڑے کے سوا ہر چیز کا قیامت کے دن حساب دینا پڑے گا۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن کہے گا اے ابن آدم میں نے تجھے گھوڑوں پر اور اونٹوں پر اور اس پر سوار کرایا عورتیں تیرے نکاح میں دیں تجھے مہلت دی کہ تو کبھی خوشی آرام و راحت سے زندگی گزارے اب بتا کہ اس کا شکر یہ کہاں ہے؟ اللہ کے فضل و کرم سے سورہ نکاح کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ العصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

ع

اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش والے بہت بڑے رحم والے کے نام سے شروع

زمانے کی قسم! بے شک وہ یقین انسان نقصان میں ہے ○ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور جنہوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی ○

مسئلہ کذاب اور عمرو بن عاصؓ میں مکالمہ: ☆ (آیت ۱-۳) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مسئلہ کذاب سے ملے۔ اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا عمرو کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہ اس مدت میں تمہارے نبی پر بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ حضرت عمرو نے جواب دیا ایک مختصر سی نہایت فصاحت والی سورت اتری ہے پوچھا وہ کیا ہے؟ حضرت عمرو نے سورہ والعصر پڑھ کر سنادی۔ مسئلہ ذرا دیر تو سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ عمرو دیکھو مجھ پر بھی اسی جیسی سورت اتری ہے عمرو نے کہا وہ کیا؟ کہا یہ یٰۤاَوْبُرَّیْئَا وَبُرَّ اِنَّمَا اَنْتَ اَذُنَانٌ وَصَدْرٌ وَسَائِرُ خَصِرٍ پھر کہنے لگا عمرو کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ عمرو نے کہا میرا خیال تو تو خود ہی جانتا ہے کہ مجھے تیرے جھوٹا ہونے کا علم ہے۔ و بریٰ جیسا ایک جانور ہے اس کے دونوں کان ذرا بڑے ہوتے ہیں اور سینہ بھی باقی جسم بالکل حقیر اور دایا بت ہوتا ہے اس کذاب نے ایسی فضول گوئی اور بکواس کے ساتھ اللہ کے کلام کا معارضہ کرنا چاہی جسے کن کر عرب کے بت پرست لوگوں

نے بھی اس کا کاذب اور مفتری ہونا سمجھ لیا۔ طبرانی میں ہے کہ دو صحابیوں کا یہ دستور تھا کہ جب ملتے ایک اس سورت کو پڑھتا دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہو جاتے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اس سورت کو غور و تدبر سے پڑھیں اور سمجھیں تو صرف یہی ایک سورت کافی ہے۔

مختصر نقصان اور اصحاب فلاح و نجات: ☆ ☆ عصر سے مراد زمانہ ہے جس میں انسان نیکی بدمی کے کام کرتا ہے، حضرت زید بن اسلم نے اس سے مراد عصر کی نماز یا عصر کی نماز کا وقت بیان کیا ہے لیکن مشہور پہلا قول ہی ہے، اس قسم کے بعد بیان فرماتا ہے کہ انسان نقصان میں ٹوٹنے میں اور ہلاکت میں ہے، ہاں اس نقصان سے بچنے والے وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان ہوا، اعمال میں نیکیاں ہوں حق کی وصیتیں کرنے والے ہوں، یعنی نیکی کے کام کرنے کی حرام کاموں سے رکنے کی ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہوں، قسمت کے لکھے پر مصیبتوں کی برداشت پر صبر کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے ہوں، ساتھی ہی، بھلی باتوں کا حکم کرنے اور بری باتوں سے روکنے میں لوگوں کی طرف سے جو بلائیں اور تکلیفیں پہنچیں ان کی بھی سہار کرتے ہوں اور اسی کی تلقین اپنے ساتھیوں کو بھی کرتے ہوں یہ ہیں جو اس صریح نقصان سے مستثنیٰ ہیں۔ سورۃ العصر کی تفسیر بحمد اللہ ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الزمرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۚ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۚ يَحْسَبُ
أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۚ كَلَّا لِيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَّةِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ
مَا الْحُطَّةُ ۚ إِنَّ اللَّهَ الْمَوْقِدُ ۚ الَّتِي تَطْلُعُ عَلَى الْأَفْقِدِ ۚ
إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۚ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ ۚ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہت بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے ○

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو صیب ٹوٹنے والا نہایت کرنے والا ہو ○ جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے ○ سمجھے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ کی زندگی دے دے گا ○ نہیں نہیں یہ تو توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا ○ تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا ہے ○؟ یہ اللہ کی سزا کی ہوئی آگ ہے ○ جو دلوں پر چڑھے جلی جاتی ہے ○ جو ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہے ○ بڑے بڑے لیے ستونوں میں ○

وزنی چیزیاں اور قید و بند کو یاد رکھو: ☆ ☆ (آیت ۱-۹) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے زبان سے لوگوں کی عیب گیری کرنے والا اپنے کاموں سے دوسروں کی تحقارت کرنے والا خرابی والا شخص ہے هُمَزًا مَمَّشًا ۚ بِنِعْمِہ کی تفسیر بیان ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے مراد طعنہ دینے والا نہایت کرنے والا ہے رَجَب بن انس کہتے ہیں اسے برا کہنا تو ہمزہ سے اور پیٹھ پیچھے عیب بیان کرنا لم ہے۔ قتادہؓ کہتے ہیں زبان سے اور آنکھ کے اشاروں سے بندگان خدا کو ستانا اور چڑانا مراد ہے کہ کبھی تو ان کا گوشت کھائے یعنی نفیبت کرے اور کبھی ان پر طعنہ زنی کرے۔ مجاہدؓ فرماتے ہیں ہمز ہاتھ اور آنکھ سے ہوتا ہے اور لمر زبان سے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد اخس بن شریق کا فرہے مجاہدؓ فرماتے ہیں آیت عام ہے۔ پھر فرمایا جو جمع کرتا جاتا ہے اور گن گن کر رکھتا جاتا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے جَمَعَ فَأَوْغَى۔

حضرت کعب فرماتے ہیں دن بھر تو مال کمانے کی ہائے وائے میں لگا رہا اور رات کو سڑی بھسی لاش کی طرح پڑ رہا اس کا خیال یہ ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ دینا میں رکھے گا حالانکہ واقعہ یوں نہیں بلکہ یہ بخیل اور لالچی انسان جہنم کے اس طبقے میں گرے گا جو ہر اس چیز کو جو اس میں گرے چور چور کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ توڑ پھوڑ کرنے والی کیا چیز ہے؟ اس کا حال اسے نبی تمہیں معلوم نہیں یہ اللہ کی سلائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جاتی ہے جلا کر بھسم کر دیتی ہے لیکن مرتے نہیں۔ حضرت ثابت بنانی جب اس آیت کی تلاوت کر کے اس کا یہ معنی بیان کرتے تو درود دیتے اور کہتے انہیں عذاب نے بڑا ستایا۔ محمد بن کعب فرماتے ہیں آگ جلاتی ہوئی حلق تک پہنچ جاتی ہے پھر لوہی پھر پتھری ہے یہ آگ ان پر چوہوں سے بند کر دی گئی ہے جیسے کہ سورہ بلد کی تفسیر میں گذرا۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے اور دوسرا طریق اس کا موقوف ہے لوہا جو شل آگ کے ہے اس کے ستونوں میں یہ لمبے لمبے دروازے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں بعد مردی ہے ان جہیموں کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی یہ لمبے لمبے ستونوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور اوپر سے دروازے بند کر دیئے جائیں گے ان آگ کے ستونوں میں انہیں بدترین عذاب کئے جائیں گے۔ ابوصالح فرماتے ہیں یعنی وزنی بیڑیاں اور قید و بند ان کے لئے ہوں گی اس سورت کی تفسیر بھی اللہ کے فضل و کرم سے پوری ہوئی، قالہم اللہ۔

تفسیر سورۃ الفیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝۱
یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضَلُّیْلٍ ۝۲ وَاَرْسَلْ عَلَیْهِمْ
طَیْرًا اَبَیْلًا ۝۳ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ
کَعَصٍ مَّا کُوْلٍ ۝۵

۱۵

اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع ○

کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ ○ کیا ان کے کمر کو بیکار نہیں کر دیا ○ اور ان پر بے عدوں کے جہنم بھیج دیئے ○ جو انہیں مٹی اور پتھر کی ٹنگریاں مار رہے تھے ○ پس انہیں کھائی ہوئی بھوس کی طرح کر دیا ○

اگر ہر اور اس کا حشر: ☆☆ (آیت ۱-۵) اللہ رب العزت نے قریش پر جو اپنی خاص نعمت انعام فرمائی تھی اس کا ذکر کر رہا ہے کہ جس لشکر نے ہاتھیوں کو ساتھ لے کر کعبہ کو ڈھانے کے لئے چڑھائی کی تھی خدا نے اس سے پہلے کہ وہ کعبے کے وجود کو مٹائیں ان کا نام و نشان مٹا دیا ان کی تمام فریب کاریاں ان کی تمام قوتیں سلب کر لیں برباد و غارت کر دیا یہ لوگ مذہب انصرانی تھے لیکن دین مسیح کو سچ کر دیا تھا قریب بت پست ہو گئے تھے انہیں اس طرح نامراد کرنا یہ گویا پیش خیر تھا آنحضرت ﷺ کی بعثت کا اور اطلاع تھی آپ کی آمد آمد کی۔ حضور علیہ السلام اسی سال تولد ہوئے اکثر تاریخ داں حضرات کا یہی قول ہے تو گویا خدا نے عالم فرما رہا ہے کہ اسے قریشیو جسے اس لشکر پر تمہیں فتح تمہاری بھلائی کی وجہ سے نہیں دی گئی تھی بلکہ اس میں ہمارے دین کا بچاؤ تھا جسے ہم شرف بزرگی عظمت و عزت میں اپنے آخر الزماں پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت سے بڑھانے والے تھے۔

غرض اصحاب فیل کا مختصر واقعہ تو یہ ہے جو بیان ہوا اور مطول واقعہ اصحاب الاخذہ کے بیان میں گذر چکا ہے کہ قبیلہ حمیر کا آخری بادشاہ ذونواس جو شریک تھا جس نے اپنے زمانے کے مسلمانوں کو کھائیوں میں قتل کیا تھا جو بچے نصرانی تھے اور تعداد میں تقریباً بیس ہزار تھے سارے کے سارے ہی شہید کر دیئے گئے تھے صرف دس دو غمیلان ایک نچ گیا تھا جو ملک شام جا پہنچا اور قیصر روم سے فریادری چاہی۔ یہ بادشاہ نصرانی مذہب پر تھا اس نے حبش کے بادشاہ نجاشی کو لکھا کہ اس کے ساتھ اپنی پوری فوج کر دوس لئے کہ یہاں سے دشمن کا ملک قریب تھا اس بادشاہ نے ارباط اور یوکیسوم ابرہہ بن صباح کو امیر لشکر بنا کر بہت بڑا لشکر دے کر دونوں کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، لشکر یمن پہنچا اور یمن کو اور یمنوں کو تاخت و تاراج کر دیا، ذونواس بھاگ کھڑا ہوا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا اور ان لوگوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور سارے یمن پر شاہ حبش کا قبضہ ہو گیا اور یہ دونوں سردار یہاں رہنے پہنچے لیکن کچھ تھوڑی ہی مدت کے بعد ان میں ناچاقی ہو گئی آخر نبوت یہاں تک پہنچی کہ دونوں نے آمنے سامنے مٹیں باندھ لیں اور لڑنے کے لئے نکل آئے عام حملہ ہوا اس سے چند مشران دونوں سرداروں نے آپس میں کہا کہ فوجوں کو لڑانے اور لوگوں کو قتل کرانے کی کیا ضرورت آؤ ہم تم دونوں میدان میں لگیں اور ایک دوسرے سے لڑ کر فیصلہ کر لیں جو زندہ بچ جائے ملک و فوج اسی کی چنانچہ یہ بات طے ہو گئی اور دونوں میدان میں نکل آئے ارباط نے ابرہہ پر حملہ کیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے چہرہ خونخون کر دیا، ناک ہونٹ اور منہ کٹ گیا، ابرہہ کے غلام عتودہ نے اس موقع پر ارباط پر ایک بے پناہ حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ ابرہہ زخمی ہو کر میدان سے زندہ واپس گیا، علاج معالجہ سے زخم اچھے ہو گئے اور یمن کا یہ مستقل بادشاہ بن بیٹھا۔ نجاشی حبش کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ سخت غصہ ہوا اور ایک خط ابرہہ کو لکھا، اسے بڑی لعنت ملامت کی اور کہا کہ قسم اللہ کی میں تیرے شہروں کو پال کر دوں گا۔ اور تیری چوٹی کاٹ لاؤں گا، ابرہہ نے اس کا جواب نہایت عاجزی سے لکھا اور قاصد کو بہت سارے ہدیے دے اور ایک قہلی میں یمن کی مٹی بھردی اور اپنی پیشانی کے بال کاٹ کر اس میں رکھ دے اور اپنے خط میں اپنے قصوروں کی معافی طلب کی اور لکھا کہ یہ یمن کی مٹی حاضر ہے اور مٹی چوٹی کے بال بھی آپ اپنی قسم پوری کیجئے اور ناراضی معاف فرمائیے اس سے شاہ حبشہ خوش ہو گیا اور یہاں کی سرداری اسی کے نام کر دی۔ اب ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں یہاں یمن میں آپ کے لئے ایک ایسا گر جاقیمیر کر رہا ہوں کہ اب تک دنیا میں ایسا نہ بنا ہوا اور اس گر جاکھ کا بنا تا شروع کیا۔

بڑے اہتمام اور کدو فر سے بہت اونچا بہت مضبوط بے حد خوبصورت اور متشش و مزین گر جانا یا اس قدر بلند تھا کہ چوٹی تک نظر ڈالنے والے کی ٹوپی گر پڑتی تھی اسی لئے عرب اسے قللیس کہتے تھے یعنی ٹوپی بھینک دینے والا اب ابرہہ شرم کو یہ وجہی کہ لوگ بجائے کعبہ اللہ کے حج کے اس کا حج کریں اپنی ساری مملکت میں اس کی منادی کرادی۔ عدنانیہ اور قحطانیہ عرب کو یہ بہت برا لگا اور اسے قریش بھی بھڑک اٹھے، تھوڑے دن میں کوئی شخص رات کے وقت اس کے اندر گھس گیا اور وہاں پاخانہ کر کے چلا آیا چونکہ کیدانے جب یہ دیکھا تو بادشاہ کو خبر پہنچائی اور کہا کہ یہ کام قریشیوں کا ہے چونکہ آپ نے ان کا کعبہ روک دیا ہے لہذا انہوں نے جوش اور غضب میں آکر یہ حرکت کی ہے ابرہہ نے اسی وقت قسم کھالی کہ میں مکہ سے پہنچوں گا اور بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ چند من چلے تو جوان قریشیوں نے اس گر جانا میں آگ لگا دی تھی اور اس وقت ہوا بھی بہت تیزی تھی سارا گر جاجمل گیا اور منہ کے بل زمین پر گر گیا اس پر ابرہہ نے بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر مکہ پر چڑھائی کی تاک کوئی روک نہ سکے اور اپنے ساتھ ایک بڑا اونچا اور موٹا ہاتھی لیا جسے محمود کہا جاتا تھا جس جیسا ہاتھی اور کوئی نہ تھا۔ شاہ حبشہ نے یہ ہاتھی اس کے پاس اسی غرض سے بھیجا تھا آٹھ یا بارہ ہاتھی اور بھی ساتھ تھے یہ کہنے کے ڈھانے کی نیت سے چلا یہ سوچ کر کہ کعبہ کی دیواروں میں مضبوط زنجیریں ڈال دوں گا اور ہاتھیوں کی گردنوں میں ان زنجیروں کو باندھ دوں گا۔ ہاتھی

ایک ہی جگہ میں چاروں دیواریں بیت اللہ کی جڑ سے گرا دیں گے جب عرب کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو ان پر بڑا بھاری اثر پڑا اور انہوں نے
مہم ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہی ہو، ضرور اس سے مقابلہ کریں گے اور اسے اس کی اس بدکرداری سے روکیں گے۔ ایک یعنی شریف سردار جو
وہاں کے بادشاہوں کی اولاد میں سے تھا جسے ذوق رکھا جاتا تھا یہ کھڑا ہو گیا اپنی قوم کو اور کل آس پاس کے عرب کو جمع کیا اور اس بدنیت بادشاہ
سے مقابلہ کیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا عربوں کو شکست ہوئی اور ذوق فراس خبیث کے ساتھ قید ہو گیا، اس نے اسے بھی ساتھ لیا اور
مکہ شریف کی طرف بڑھا، غم قبیہ کی زمین پر جب یہ پہنچا تو یہاں نفل بن حبیب غمی نے اپنے لشکروں سے اس کا مقابلہ کیا لیکن ابرہہ نے
انہیں بھی مغلوب کر لیا اور نفل بھی قید ہو گیا، پہلے تو اس ظالم نے اسے قتل کرنا چاہا لیکن پھر قتل نہ کیا اور قید کر کے ساتھ لے لیا کہ راستہ بتائے
جب طائف کے قریب پہنچا تو قبیلہ ثقیف نے اس سے صلح کر لی کہ ایسا نہ ہو ان کے بت خانوں کو جس میں لات نامی بت تھا یہ توڑ دے اس
نے بھی ان کی بڑی آؤ بھگت کی۔ انہوں نے اور غال کو اس کے ساتھ کر دیا کہ یہ تمہیں وہاں کا راستہ بتائے گا، ابرہہ جب مکہ کے بالکل
قریب غمیس کے پہنچا تو اس نے یہاں پڑاؤ کیا، اس کے لشکر نے آس پاس کدوالوں کے جو جانور اونٹ وغیرہ چر چکر رہے تھے سب کو اپنے
قبضہ میں کیا، ان جانوروں میں دو ساونٹ تو صرف عبدالمطلب کے تھے اسود بن معضود جو اس کے لشکر کے ہر اول کا سردار تھا اس نے ابرہہ
کے حکم سے ان جانوروں کو لوٹا تھا، جس پر عرب شاعروں نے اس ک جھوٹے اشعار تصنیف کئے ہوئے ہیں جو میرا ابن اسحاق میں موجود ہیں۔
اب ابرہہ نے اپنا قاصد ضاطہ حیرمی کدوالوں کے پاس بھیجا کہ مکہ کے سب سے بڑے سردار کو میرے پاس لاؤ اور یہ بھی اعلان کر دو کہ میں مکہ
والوں سے لڑنے کو نہیں آیا، میرا ارادہ صرف بیت اللہ کو گرانے کا ہے، ہاں اگر کدوالے اس کے بچانے کے درپے ہوئے تو لا محالہ مجھے ان سے
لڑائی کرنی پڑے گی ضاطہ جب مکہ میں آیا اور لوگوں سے ملا جلا تو معلوم ہوا کہ یہاں کا بڑا سردار عبدالمطلب بن ہاشم ہے، یہ عبدالمطلب سے ملا
اور شاہی پیغام پہنچایا جس کے جواب میں عبدالمطلب نے کہا واللہ نہ ہمارا ارادہ اس سے لڑنے کا ہے نہ ہم میں اتنی طاقت ہے، یہ اللہ کا حرم
والا گھر ہے، اس کے طفیل حضرت ابراہیم کی زندہ یادگار ہے، اللہ ہاں گر چاہے گا تو اپنے گھر کی آپ حفاظت کرے گا، ورنہ ہم میں تو ہمت و قوت
نہیں۔ ضاطہ نے کہا اچھا تو آپ میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلے چلے، عبدالمطلب ساتھ ہوئے، بادشاہ نے جب انہیں دیکھا تو بیعت میں
آ گیا، عبدالمطلب گورے چٹے سنڈول اور مضبوطی والے حسین جمیل انسان تھے، دیکھتے ہی ابرہہ تخت سے نیچے اتر آیا اور فرش پر عبدالمطلب
کے ساتھ بیٹھ گیا اور اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھ کہ کیا چاہتا ہے؟ عبدالمطلب نے کہا میرے دو ساونٹ جو بادشاہ نے لے لئے ہیں
انہیں اپس کر دیا جائے بادشاہ نے کہا ان سے کہہ دے کہ پہلی نظر میں تیرا عرب مجھ پر پڑا تھا اور میرے دل میں تیری دہشت بیٹھ گئی تھی لیکن
پہلے ہی کلام میں تو نے سب کچھ کھودی، اپنے دو ساونٹ کی تو تجھے فکر ہے اور اپنے اور اپنی قوم کے دین کی، تجھے فکر نہیں، میں تو تم لوگوں کا عبادت
خانہ توڑنے اور اسے خاک میں ملانے کے لئے آیا ہوں، عبدالمطلب نے جواب دیا کہ کن بادشاہ اونٹ تو میرے ہیں اس لئے انہیں بچانے
کی کوشش میں میں ہوں اور خدا نہ کعبہ خدا کا ہے وہ خود اسے بچالے گا، اس پر یہ سرکش کہنے لگا کہ خدا بھی آج اسے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا،
عبدالمطلب نے کہا بہتر ہے وہ جانے اور تو جان۔ یہ بھی مروی ہے کہ اہل مکہ نے تمام حجاز کا تہائی مال ابرہہ کو دینا چاہا کہ وہ اپنے اس بد ارادہ
سے باز آئے لیکن اس نے قبول نہ کیا، خیر عبدالمطلب تو اپنے اونٹ لے کر چل دیئے اور آ کر قریش کو حکم دیا کہ مکہ بالکل خالی کر دو پہاڑوں
میں چلے جاؤ، اب عبدالمطلب اپنے ساتھ قریش کے چیدہ چیدہ لوگوں کو لے کر بیت اللہ میں آیا اور بیت اللہ کے دروازہ کا کنڈا اتھام کر دو رو کر
اور گڑ گڑا گڑ گڑا کر دعائیں مانگتی شروع کیں کہ باری تعالیٰ ابرہہ اور اس کے خونخوار لشکر سے اپنے پاک اور ذی عزت گھر کو بچالے، عبدالمطلب
نے اس وقت یہ دعائیں اشعار پڑھے۔

لَا هَمَّ إِلَّا الْمَرَامُ نَعِ رَحْلَهُ فَاَمْنَعُ رِحَالَكَ
لَا يَغْلِبُنَّ صُلَيْبُهُمْ وَمَحَالُهُمْ أَبَدًا مَحَالَكَ

یعنی ہم بے فکر ہیں ہم جانتے ہیں کہ ہر گھر والا اپنے گھر کا بچاؤ آپ کرتا ہے خدا یا تو بھی اپنے گھر کو اپنے دشمنوں سے بچا دے یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ان کی صلیب اور ان کی ڈولیں تیری ڈولوں پر غالب آ جائیں۔

اب عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر آس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا یہ بھی مذکور ہے کہ جاتے ہوئے قربانی کے سوا کوئی چیز بیت اللہ کے ارد گرد نشان لگا کر چھوڑ دینے تھے اس نیت سے کہ اگر یہ بددین آئے اور انہوں نے خدا کے نام کی قربانی کے ان جانوروں کو چھیڑا تو عذاب خدا ان پر اتارے گا دوسری صبح ابراہیم کے لشکر میں مکہ میں جانے کی تیاریاں ہونے لگیں اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا اسے تیار کیا، لشکر میں کمر بند ی ہو چکی اور مکہ شریف کی طرف مذاہا کر چلے گی تیاری کی۔ اس وقت نفیل بن حبیب جو اس سے راستے میں لڑا تھا اور اب بطور قیدی کے اس کے ساتھ تھا وہ آگے بڑھا اور شاہی ہاتھی کا کان پکڑ لیا اور کہا محمود بیٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں خیریت کے ساتھ چلا جا تو خدا نے تعالیٰ کے محترم شہر میں ہے یہ کہہ کر کان چھوڑ دیا اور بھاگ کر قریب کی پہاڑ میں جا چھا محمود ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا اب ہزار جن فیل بان کر رہے ہیں، لشکر بھی کوشش کرتے کرتے تھک گئے لیکن ہاتھی اپنی جگہ سے ہستا ہی نہیں سر پر انگس مار رہے ہیں ادھر ادھر سے بھالے اور برہمے مار رہے ہیں آنکھوں میں آگس ڈال رہے ہیں غرض تمام جن کو لے لے لیکن ہاتھی جش بھی نہیں کرتا پھر بطور امتحان کے اس کا منہ یمن کی طرف کر کے چلانا چاہا تو جھٹ سے کھڑا ہو کر دوڑتا ہوا چل دیا شام کی طرف چلانا چاہا تو بھی پوری طاقت سے آگے بڑھ گیا، مشرق کی طرف لے جانا چاہا تو بھی بھاگا بھاگا گیا، پھر مکہ شریف کی طرف منہ کر کے آگے بڑھانا چاہا وہیں بیٹھ گیا۔ انہوں نے پھر اسے مارنا پینا شروع کیا کہ دیکھا کہ ایک گھٹا نوپ پرندوں کا جھرمٹ بادل کی طرح سمندر کے کنارے کی طرف سے اٹھ چلا آ رہا ہے ابھی پوری طرح دیکھنا بھی نہیں پائے تھے کہ وہ جانور سر پر آگئے، چو طرف سے سارے لشکر کو گھیر لیا۔ ان میں سے ہر ایک کی چوچ میں ایک مسور یا ماش کے دانے برابر کنگری تھی اور دونوں پنجوں میں دودھ کنکریاں تھیں یہ ان پر پھینکنے لگے، جس جس پر کنگری آن پڑی وہ وہیں ہلاک ہو گیا، اب تو اس لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی ہر ایک نفیل نفیل کرنے لگا کیونکہ اسے ان لوگوں نے اپنا رہبر اور راست بتانے والا سمجھ رکھا تھا، نفیل تو ہاتھی کو کہہ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور دیگر اہل مکہ ان لوگوں کی یہ درگت اپنی آنکھوں دیکھ رہے تھے اور نفیل وہیں کھڑا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

اَيْنَ الْمَفْرُ وَالْاِلَٰهَ الطَّالِبُ وَالْاَشْرُمُ الْمُغْلُوبُ لَيْسَ الْغَالِبُ

اب جائے پناہ کہاں ہے؟ جبکہ خدا خود تاک میں لگ گیا ہے۔ سنا اشرم بد بخت مغلوب ہو گیا اب یہ پہنچنے کا نہیں اور بھی نفیل نے اس واقعہ کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں اس قصہ کو بیان کیا ہے اور کہا ہے کاش کہ تو اس وقت موجود ہوتا جبکہ ان ہاتھی والوں کی شامت آئی ہے اور وادی محسب میں ان پر عذاب کے سنگریزے برسے ہیں تو اس وقت تو اس خدائی لشکر یعنی پرندوں کو دیکھ کر قطعاً جگہ سے میں گر پڑتا، ہم تو وہاں کھڑے حمد خدا کی راگنیاں الاپ رہے تھے، گو کیجئے ہمارے بھی اونچے ہوئے تھے کہ کہیں کوئی کنگری ہمارا کام بھی تمام نہ کر دے، نصرانی منہ موڑے بھاگ رہے تھے اور نفیل نفیل پکار رہے تھے گویا کہ نفیل پر ان کے باپ دادوں کا کوئی قرض تھا۔ وادی فرماتے ہیں یہ پرند زرد رنگ تھے، کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے، ان کے پاؤں سرخ تھے۔ اور روایت میں ہے کہ جب محمود ہاتھی بیٹھ گیا اور پوری کوشش کے باوجود بھی نہ اٹھا تو انہوں نے دوسرے ہاتھی کو آگے کیا اس نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اس کی کمر پر کنگری پڑی اور بلبلہا کر پیچھے ہٹا اور پھر اور ہاتھی بھی بھاگ کھڑے

ہوئے اور ادھر برابر کنکریاں آنے لگیں اکثر تو وہیں ڈھیر ہو گئے اور بعض جو ادھر ادھر بھاگ نکلے تھے ان میں سے بھی کوئی جاں برباد نہ ہوا بھاگتے بھاگتے ان کے اعضاء کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے اور بالاخر جان سے جاتے تھے ابرہہ بادشاہ بھی بھاگا لیکن ایک ایک عضو بدن جھڑنا شروع ہوا یہاں تک کہ خنم کے شہروں میں سے صنعا میں جب وہ پہنچا تو بالکل گوشت کا لوتھڑا بنا ہوا تھا وہیں ہلک کر دم توڑا اور کتے کی موت مراد تک پھٹ گیا تھا قریشیوں کو بڑا مال ہاتھ لگا۔ عبدالمطلب نے تو سونے سے ایک کنواں پر کر لیا تھا زمین عرب میں ابلہ اور چمک اسی سال پیدا ہوئے ہونے دیکھے گئے اور اسی طرح پسند اور مظل وغیرہ کے کڑوے درخت بھی اسی سال زمین عرب میں دیکھے گئے پس اللہ تعالیٰ بڑا بن رسول معصوم ﷺ اپنی یہ نعمت یاد دلاتا ہے اور گویا فرمایا جا رہا ہے کہ گرم میرے گھر کی اسی طرح عزت و حرمت کرتے رہتے اور میرے رسول کو مانتے تو میں بھی اسی طرح تمہاری حفاظت کرتا اور تمہیں دشمنوں سے نجات دیتا۔

ابا تیل جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد لغت عرب میں پایا نہیں گیا۔ جمیل کے معنی ہیں بہت ہی سخت اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دو فارسی لفظوں سے مرکب ہے یعنی سنگ اور گل سے یعنی پتھر اور مٹی غرض جمیل وہ ہے جس میں پتھر مٹی کے ہو۔ عصف جمع ہے عصفۃ کی کھیتی کے ان پتوں کو کہتے ہیں جو یک نہ گئے ہوں۔ ابا تیل کے معنی ہیں گردہ گردہ جھنڈ بہت سارے پے در پے جمع شدہ ادھر ادھر سے آنے والے بعض نحوی کہتے ہیں اس کا واحد ابا تیل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان پرندوں کی چونچ تھکی اور پرندوں جیسے اور پنچے تھے کتوں جیسے۔ عکرمہ فرماتے ہیں یہ بزرگ کے پرند تھے جو سمندر سے نکلے تھے ان کے سر درندوں جیسے تھے اور اور اقوال بھی ہیں۔ یہ پرند باقاعدہ ان لشکریوں کے سروں پر پرے باندھ کر کھڑے ہو گئے اور پھر چیخنے لگے پھر پتھر جس کے سر میں لگا اس کے پیچھے سے نکل گیا اور دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا جس کے جس عضو پر گرا وہ عضو مارتا ہو گیا ساتھ ہی تیز آندھی آئی جس سے اور آس پاس کے کنکری بھی ان کی آنکھوں میں گھس گئے اور سب تہہ و بالا ہو گئے۔ عصف کہتے ہیں چارے کو اور کئی کو اور گیہوں کے درخت کے پتوں کو اور مائٹوں سے مراد ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عصف کہتے ہیں بھڑکی کو جو اناج کے دانوں کے اوپر ہوتی ہے۔ ابن زیدؓ فرماتے ہیں مراد کھیتوں کے وہ بے پتے ہیں جنہیں جانور چر چکے ہوں مطلب یہ ہے کہ خدا نے ان کا تہ نہس کر دیا اور عام خاص کو ہلاک کر دیا ان کی ساری تدبیریں پت پڑ گئیں کوئی بھلائی انہیں نصیب نہ ہوئی اور ان کی خبر پہنچائے ایسا بھی کوئی ان میں صحیح سالم نہ رہا جو بھی بچا وہ زخمی ہو کر اور اس زخم سے پھر جاں برباد ہو سکا۔ خود بادشاہ بھی گودہ ایک گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہو گیا تھا جو ان تو صنعا میں پہنچا لیکن وہاں جاتے ہی اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور واقعہ بیان کر ہی چکا تھا جو مر گیا اس کے بعد اس کا لڑکا یکسو یمن کا بادشاہ بنا پھر اس کے دوسرے بھائی مسروق بن ابرہہ کو سلطنت ملی اب سیف بن دوزن حیرری کسری کے دربار میں پہنچا اور اس سے مدد طلب کی تاکہ وہ اہل حبشہ سے لڑے اور یمن ان سے خالی کرائے کسری نے اس کے ساتھ ایک لشکر جرار کر دیا اس لشکر نے اہل حبشہ کو شکست دی اور ابرہہ کے خاندان سے سلطنت نکل گئی اور پھر قبیلہ حیرری یہاں کا بادشاہ بن گیا عربوں نے اس پر بڑی خوشی منائی اور جو طرف سے مہار کبایاں وصول ہوئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ابرہہ کے لشکر کے فیل ہاں اور چر کئے کو میں نے مکہ شریف میں دیکھا دونوں اندھے ہو گئے تھے چل پھر نہیں سکتے تھے اور بھیک مانگا کرتے تھے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اساف اور ناکلہ بتوں کے پاس یہ بیٹھے رہتے تھے جہاں مشرکین اپنی قربانیاں کرتے تھے اور لوگوں سے بھیک مانگتے پھر تھے اس فیل ہاں کا نام انیسا تھا۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ ابرہہ خود اس چڑھائی میں نہ تھا بلکہ اس نے اپنے لشکر کو باجمعی شمس بن معصود کے بھیجا تھا یہ لشکر میں ہزار کا تھا اور یہ پرند ان کے اوپر رات کے وقت آئے تھے اور صبح تک

ان سب کا ستیا ناس ہو چکا تھا، لیکن یہ روایت بہت غریب ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ خود ابراہیم شرم محشی ہی اپنے ساتھ لشکر لے کر آیا تھا، یہ ممکن ہے کہ اس کے ہراول کے دستہ پر یہ شخص سردار ہو۔ اس واقعہ کو بہت سے عرب شاعروں نے اپنے اپنے شعروں میں بھی بطور ساتھ بیان کیا ہے۔ سورہ فتح کی تفسیر میں ہم اس واقعہ کو مفصل بیان کر آئے ہیں جس میں ہے کہ جب حدیبیہ والے دن رسول اللہ ﷺ اس نیلے پر چڑھنے جہاں سے آپ قریشیوں پر جانے والے تھے تو آپ کی اونٹنی بیٹھنے لگی لوگوں نے اسے ڈانٹا ڈپٹا لیکن وہ نہ اٹھی لوگ کہنے لگے قصوا ہتھک گئی آپ نے فرمایا نہ یہ تھکی نہ اس میں اڑنے کی عادت اسے اس خدا نے روک لیا ہے جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا۔

پھر فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہے والے جن شرائط پر مجھ سے صلح چاہیں گے میں مان لوں گا بشرطیکہ خدا کی حرمتوں کی ہنگ اس میں نہ ہو پھر آپ نے اسے ڈانٹا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہو گئی۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے بخاری مسلم کی اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ پر سے ہاتھیوں کو روک لیا اور اپنے نبی کو وہاں کا قبضہ دیا اور اپنے ایماندار بندوں کو سنو آج اس کی حرمت دیکھی ہی لوٹ کر آگئی ہے جیسے کل تھی، خبردار ہر حاضر کو چاہئے کہ غیر حاضر کو پہنچا دے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ فیل کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ القریش

(تفسیر سورۃ قریش) سات فضیلتیں: ☆ ☆ اس کی فضیلت میں ایک غریب حدیث یہی کہ کتاب خلافت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قریشیوں کو سات فضیلتیں دی ہیں ایک تو یہ کہ میں ان میں سے ہوں دوسرے یہ کہ نبوت ان میں ہے تیسرے یہ کہ بیت اللہ کے پاسان ہیں چوتھے یہ کہ چاہہ زمرم کے ساتی ہیں پانچویں یہ کہ خدا نے انہیں ہاتھی والوں پر غالب کیا، چھٹے یہ کہ دس سال تک انہوں نے خدا کی عبادت کی جبکہ اور کوئی عبادت خدا نہ کرتا تھا ساتویں یہ کہ ان کے بارے میں قرآن کریم کی یہ سورت نازل ہوئی پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر یہ سورت تلاوت کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا يَلْفِ قَرِشٌ ۖ الْفَهْمُ رَحْلَةُ الشِّتَاءِ وَالصِّيفِ ۖ فَلْيَعْبُدُوا

رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۖ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۖ وَآمَنَهُمْ مِنْ

خَوْفٍ ۖ

شروع ہے اللہ تعالیٰ جہاں ہم رہاں رحم والے کے نام سے ○

قریش کو الفت دلانے کے واسطے ○ انہیں الفت دلائی جاوے اور گرمی کے سحر میں ○ انہیں چاہئے کہ کسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں ○ جس نے انہیں

بیوقوف میں دکھانا دیا اور ذر خوف میں اس واماں دیا ○

امن واماں کی ضمانت: ☆ ☆ (آیت: ۱-۴) موجودہ عثمانی قرآن کی ترتیب میں یہ سورت سورہ فیل سے علیحدہ ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ کی آیت کا فاصلہ موجود ہے، مضمون کے اعتبار سے یہ سورت پہلی کے سورت کے متعلق ہی ہے جیسے کہ محمد بن اسحاق عبد الرحمن بن زید بن اسلم وغیرہ نے تصریح کی ہے اس بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے مکہ سے ہاتھیوں کو روکا اور ہاتھی والوں کو ہلاک کیا یہ قریشیوں کو الفت دلانے اور انہیں اجتماع کے ساتھ با امن اس شہر میں رہنے سہنے کے لیے تھا اور یہ مراد بھی کی گئی ہے کہ یہ قریشی حائلوں، میز،

کیا اور گرمیوں میں کیا دور دراز کا سفر امن و امان سے طے کر سکتے تھے کیونکہ کچھ محترم شہر میں رہنے کی وجہ سے ہر جگہ ان کی عزت ہوتی تھی بلکہ ان کے ساتھ بھی جو ہوتا تھا امن و امان سے سفر طے کر لیتا تھا اسی طرح وطن سے ہر طرح کا امن انہیں حاصل ہوتا تھا جیسے کہ اور جگہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن والی جگہ بنا دیا ہے اس کے آس پاس تو لوگ اچک لے جاتے ہیں لیکن یہاں کے رہنے والے غر ہیں۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں لایلف میں پہلا لام توجب کا لام ہے اور دونوں سورتیں بالکل جدا گانہ ہیں جیسا کہ مسلمانوں کا جماع ہے تو گویا یوں فرمایا جا رہا ہے کہ تم قریشیوں کے اس اجتماع اور الفت پر توجہ کرو کہ میں نے انہیں کیسی بھاری نعمت عطا فرما رکھی ہے انہیں چاہئے کہ میری اس نعمت کا شکر اس طرح ادا کریں کہ صرف میری ہی عبادت کرتے رہیں۔ جیسے اور جگہ ہے قُلْ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلَدِ الَّذِیْ هُوَ مَعْنٰہَا یعنی اے نبی تم کہہ دو کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی ہی عبادت کروں جس نے اسے حرم بنایا جو چیز کا مالک ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کا مطیع اور فرمانبردار ہوں۔

پھر فرماتا ہے وہ رب بیت جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور خوف میں غر رکھا انہیں چاہئے اس کی عبادت میں کسی چھوٹے بڑے کو شریک نہ بنائیں جو خدا کے اس حکم کی بجا آوری کرے گا وہ تو دنیا کے اس امن کے ساتھ آخرت کے دن بھی امن و امان سے رہے گا اور اس کی نافرمانی کرنے سے یہ امن بھی بے امنی سے اور آخرت کا امن بھی ڈر خوف سے انتہائی مایوسی سے بدل جائے گا۔ جیسے اور جگہ فرمایا ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْیَۃً کَانَتْ اٰمِنَۃً اللّٰہِ تَعَالٰی اِنْ یَسْتَوْیِ الْوَالِدِیْنِ الْوَالِدِیْنِ کِی سوجھی چٹان جو خدا نے تعالیٰ نے بھی انہیں بھوک اور خوف کا لباس چکھادیا یہی ان کے کثوت کا بدلہ تھا ان کے پاس ان ہی میں سے خدا کے پیچھے ہوئے آئے لیکن انہوں نے اسے بھٹلایا اس ظلم پر خدا کے عذابوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریشیو تمہیں تو خدا یوں راحت و آرام پہنچائے گھر بیٹھے کھائے پلائے چو طرف بد امنی کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور تمہیں امن و امان سے میٹھی نیند سلائے پھر تم پر کیا مصیبت ہے جو تم اپنے اس پروردگار کی توحید سے جی چڑاؤ اور اس کی عبادت میں دل نہ لگاؤ بلکہ اس کے سوا دوسروں کے آگے سر جھکاؤ؟ الحمد للہ سورہ لایلاف کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ الماعون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَرَاَيْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالْدِّیْنِ ۚ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدْعُ الْیَتِیْمَ ۙ وَلَا
یَحْضُ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِیْنِ ۚ قَوْلٌ لِّلْمَصْلِیْنِ ۚ الَّذِیْنَ
هُمُ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۚ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآوْنَ ۙ وَیَمْنَعُوْنَ
الْمَاعُوْنَ ۝

شرع اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے

کیا تو نے اسے بھی دیکھا جو روز جزا کو چھٹاتا ہے ۝ یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ۝ اور مسکین کو کھانے کی رغبت نہیں دیتا ۝ ان غمناکوں کے لئے ویل نامی جہنم کی جگہ ہے ۝ جو اپنی نماز سے غافل ہیں ۝ جو یا کار ہیں ۝ اور برتنے کی چیز روکتے ہیں ۝

نماز میں غفلت اور قیاموں سے نفرت: ☆ ☆ (آیت ۱-۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد ﷺ تم نے اس شخص کو دکھاؤ جو قیامت کے دن کو جو جزا دوسرا کا دن ہے جھٹلاتا ہے، یتیم پر ظلم و ستم کرتا ہے اس کا حق مار کھاتا ہے اس کے ساتھ سلوک و احسان نہیں کرتا مسکینوں کو خود تو کیا دیتا دوسروں کو بھی اس کا خیر پر آمادہ نہیں کرتا۔ جیسے اور جگہ ہے كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تُحَاسِنُوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمَسْكِيْنِ یعنی جو برائی تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے کہ نہ تم یتیموں کی عزت کرتے ہو نہ مسکینوں کو کھانا دینے کی رغبت دلاتے ہو یعنی اس فقیر کو جو اتنا نہیں پاتا کہ اسے کافی ہو۔ پھر فرمان ہوتا ہے کہ غفلت برتنے والے نمازیوں کی لئے ویل ہے یعنی ان منافقوں کے لئے جو لوگوں کے سامنے نماز ادا کریں ورنہ ہضم کر جائیں یہی معنی حضرت ابن عباسؓ نے کئے ہیں اور یہ بھی معنی ہیں کہ مقرر کردہ وقت نال دیتے ہیں جیسے کہ مسروقؓ اور ابوالفتحؓ کہتے ہیں۔

حضرت عطاء بن دینار فرماتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ فرمان باری میں عَنْ صَلَوَتِهِمْ ہے فِی صَلَوَتِهِمْ نہیں یعنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں فرمایا نمازوں میں غفلت برتنے ہیں نہیں فرمایا۔ اسی طرح یہ لفظ شامل ہے ایسے نمازی کو بھی جو ہمیشہ نماز کو آخری وقت ادا کرے یا عموماً آخری وقت پڑھے یا ارکان و شروط کی پوری رعایت نہ کرے یا خشوع و خضوع اور تدبر و غور و فکر نہ کرے۔ لفظ قرآن ان میں سے ہر ایک کو شامل ہے یہ سب باتیں جس میں ہوں وہ تو پورا پورا بد نصیب ہے اور جس میں جتنی ہوں اتنا ہی وہ ویل ہے اور نفاق عملی کا حصہ دار ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہو اسورج کا انتظار کرتا رہے جب وہ غروب ہونے کے قریب پہنچے اور شیطان اپنے سینک اس میں ملا لے تو کھڑا ہو اور مرغ کی طرح چاروں ٹانگیں مار لے جس میں خدا کا ذکر بہت ہی کم کرے یہاں مراد عصر کی نماز ہے جو صلوٰۃ الاوطیٰ ہے جیسے کہ حدیث کے لفظوں سے ثابت ہے یہ شخص مکروہ وقت میں کھڑا ہوتا ہے اور کوئے کی طرح چونچیں مار لیتا ہے جس میں اطمینان ارکان بھی نہیں ہوتا نہ خشوع و خضوع ہوتا ہے بلکہ ذکر اللہ بھی بہت ہی کم ہوتا ہے اور کیا عجب کہ یہ نماز محض دکھاوے کی نماز ہو تو پڑھی نہ پڑھی یکساں ہے۔ انہی منافقین کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كَسَالٰى كِسَالٰى وَاِنَّ النَّاسَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا یعنی منافق خدا کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ انہیں یہ جب بھی نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو تھکے ہارے بادل ناخواستہ صرف لوگوں کے دکھاوے کے لئے نماز گذارتے ہیں خدا کی یاد بہت ہی کم کرتے ہیں۔ یہاں بھی فرمایا یہ یاد دہانی کرتے ہیں لوگوں میں نمازی بنتے ہیں۔

طبرانی کی حدیث میں ہے ویل جنہم کی ایک وادی کا نام ہے جس کی آگ اس قدر تیز ہے کہ اور آگ جنہم کی ہر دن اس سے چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے یہ ویل اس امت کے ریاکار علماء کے لئے ہے اور ریاکاری کے طور پر صدقہ خیرات کرنے والوں کے لئے ہے اور ریاکاری کے طور پر حج کرنے والوں کے لئے ہے اور ریاکاری کے طور پر جہاد کرنے والوں کے لئے ہے۔ منہ احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص دوسروں کو سنانے کے لئے کوئی نیک کام کرے اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو سنا کر عذاب کرے گا اور اسے ذلیل و خقیق کرے گا یا اس موقع پر یہ یاد رہے کہ اگر کسی شخص نے بالکل نیک نیتی سے کوئی اچھا کام کیا اور لوگوں کو اس کی خبر ہوگئی اس پر اسے بھی خوشی ہوئی تو یہ ریاکاری نہیں اس کی دلیل منہ ابویعلیٰ موطیٰ کی حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار نبویؐ میں ذکر کیا کہ حضور میں تو نہ باطنی نظر ہوں لیکن اچانک کوئی آجاتا ہے تو ذرا مجھے بھی یہ اچھا معلوم ہونے لگتا ہے آپ نے فرمایا تجھے دو اجر ملیں گے ایک اجر پوشیدگی کا اور دوسرا ظہر کرنے کا۔ حضرت ابن المبارکؒ فرمایا کرتے تھے یہ حدیث ریاکاروں کے لئے بھی اچھی چیز ہے یہ حدیث بروئے آساند غریب ہے لیکن (۱۵۱) معنی کی حدیث اور سند سے بھی مروی ہے ابن جریر کی ایک بہت ہی ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت اتزی تو

حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ اکبر یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس سے کہ تم میں سے ہر شخص کو شل تمام دنیا کے دیا جائے اس سے مراد وہ شخص ہے کہ نماز پڑھے تو اس کی بھلائی سے اسے کچھ سود کار نہ ہو اور نہ پڑھے تو خدا کا خوف اسے نہ ہو۔ اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کے وقت سے موخر کرتے ہیں اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ سرے سے پڑھتے ہی نہیں دوسرے معنی یہ ہیں کہ شرعی وقت نکال دیتے ہیں پھر پڑھتے ہیں یہ معنی بھی ہیں کہ اول وقت میں ادا نہیں کرتے۔ ایک موقوف روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تنگ وقت کر ڈالتے ہیں زیادہ صحیح موقوف روایت یہ ہے۔ امام بیہقی بھی فرماتے ہیں کہ مرفوع تو ضعیف ہے ہاں موقوف صحیح ہے۔ امام حاکم کا قول بھی یہی ہے پس جس طرح یہ لوگ عبادت رب میں سست ہیں اسی طرح لوگوں کے حقوق بھی ادا نہیں کرتے یہاں تک کہ برتنے کی کم قیمت چیزیں لوگوں کو اس لئے بھی نہیں دیتے کہ وہ اپنا کام نکال لیں اور پھر وہ چیز جو ان کی توں واپس کر دیں پس ان خیس لوگوں سے یہ کہاں بن آئے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں یا اور نیکی کے کام کریں۔ حضرت علیؑ سے ماعون کا مطلب ادا نیکی زکوٰۃ بھی مروی ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی اور دیگر حضرات مفسرین معتبرین سے بھی۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی نماز میں ریا کاری ہے اور اس کے مال کے صدقہ میں روک ہے۔ حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں یہ منافق لوگ ہیں نماز تو چونکہ ظاہر ہے پڑھنی پڑتی ہے اور زکوٰۃ چونکہ پوشیدہ ہے تو ادا نہیں کرتے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ماعون ہر وہ چیز ہے جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مانگ لیا کرتے ہیں جیسے کدال پھاوڑا نیکی ڈول وغیرہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ اصحاب رسولؐ اس کا یہی مطلب بیان کرتے تھے اور روایت میں ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم اس کی تفسیر یہی کرتے تھے۔ نسائی کی حدیث میں ہے ہر نیک چیز صدقہ ہے ڈول اور ہڈیا یا قتیلی مانگے پڑیے کو ہم آنحضرت کے زمانہ میں ماعون سے تعبیر کرتے تھے فرض اس کے معنی زکوٰۃ دینے کے اطاعت نہ کرنے کے مانگی چیز نہ دینے کے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بے جان چیزیں کوئی دو گھڑی کے لئے مانگنے آئے اس سے انکار کر دینا مثلاً چھٹی ڈول سوئی سل بنا کدال پھاوڑا قتیلی وغیرہ۔

ایک غریب حدیث میں ہے کہ قبیلہ نضیر کے وفد نے حضورؐ سے کہا کہ ہمیں خاص حکم کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ماعون سے منع کرنا انہوں نے پوچھا ماعون کیا؟ فرمایا پھر لو پانی انہوں نے پوچھا لو ہے سے مراد کون سا لوہا ہے؟ فرمایا یہی تمہاری تانے کی پتیلیاں اور کدال وغیرہ پوچھا پھر سے کیا مراد؟ فرمایا یہی دیکھی وغیرہ۔ یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ مرفوع ہونا منکر ہے اور اس کی اسناد میں وہ راوی ہیں جو مشہور نہیں۔ علیٰ غیری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے آپ نے فرمایا مسلمان کا مسلمان بھائی ہے جب ملے سلام کرے جب سلام کرے تو بہتر جواب دے اور ماعون کا انکار نہ کرے میں نے پوچھا حضورؐ ماعون کیا؟ فرمایا پھر لوہا اور اسی جیسی اور چیزیں۔ واللہ اعلم۔ الحمد للہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے احسان اور رحم سے اس سورت کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الکوثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا اَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ

الْاَبْتَرُ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ○
یقیناً ہم نے تجھے کوثر دی ○ پس تو اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر ○ یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام نشان ہے ○

شہد سے زیادہ مٹھی اور دودھ سے زیادہ سفید نہر: ☆ ☆ (آیت ۱-۳) مسند احمد میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ پر غودگی سی طاری ہو گئی اور دفعۃً سر اٹھا کر مسکرائے پھر یا تو خود آپ نے فرمایا یا لوگوں کے اس سوال پر فرمایا کہ حضور کیسے مسکرائے؟ تو آپ نے فرمایا مجھ پر اس وقت ایک سورت اتری پھر آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اس پوری سورت کی تلاوت کی اور فرمایا جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا خدا اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا وہ ایک جنتی نہر ہے جس پر بہت بھلائی ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے جس پر میری امت قیامت والے دن آئے گی اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں، بعض لوگ اس سے ہٹائے جائیں گے تو میں کہوں گا اے میرے رب یہ بھی میرے امتی ہیں تو کہا جائے گا آپ کو نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں؟ اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس میں دو پرنا لے آسمان سے گرتے ہوئے گئے۔ نسائی کی حدیث میں ہے یہ واقعہ مسجد میں گذرا اسی سے اکثر قاریوں کا استدلال ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ اور اکثر فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت میں اس کے ساتھ ہی نازل ہوئی تھی اور ہر سورت کی ایک مستقل آیت ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے کہ حضور نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ مجھے کوثر عنایت کی گئی ہے جو ایک جاری نہر ہے لیکن گڑھا نہیں ہے اس کے دونوں جانب موتی کے خیمے ہیں اس کی مٹی خالص مشک ہے اس کے ٹکڑے بھی سچے موتی ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات آپ نے آسمان پر جنت میں اس نہر کو دیکھا اور جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون سی نہر ہے تو حضرت جبریل نے فرمایا کہ یہ کوثر ہے جو خدا نے آپ کو عہد رکھی ہے۔ اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں اور بہت سی ہم نے سورۃ اسراء کی تفسیر میں بیان بھی کر دی ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہید سے زیادہ مٹھا ہے جس کے کنارے دروازہ گردن پر بند بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت صدیق نے سن کر فرمایا وہ پرند تو بہت ہی خوبصورت ہوں گے آپ نے فرمایا کھانے میں بھی وہ بہت ہی لذیذ ہیں (ابن جریر) اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سے سوال کیا کہ کوثر کیا ہے؟ اس پر آپ نے یہ حدیث بیان کی تو حضرت عمرؓ نے ان پرندوں کی نسبت یہ فرمایا (مسند احمد) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں یہ نہر نیچوں جگہ جنت کے ہے۔ ایک منقطع سند سے حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ کوثر کے پانی کے گرنے کی آواز جو سنتا چاہے وہ اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں اگلیاں ڈال لے اولاً تو اس کی سند ٹھیک نہیں دوسرے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس جیسی آواز آتی ہے نہ کہ خاص اسی کی آواز ہو۔ واللہ اعلم۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کوثر سے مراد وہ بھلائی اور خیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سن کر کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ جنت کی ایک نہر ہے تو حضرت سعیدؓ نے فرمایا وہ بھی ان بھلائیوں اور خیر میں سے ہے جو آپ کو خدا کی طرف سے عنایت ہوئی ہیں اور بھی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد بہت ہی خیر ہے تو یہ تفسیر شامل ہے حوض کوثر وغیرہ سب کو کوثر ماخوذ ہے کثرت سے جس سے مراد خیر کثیر ہے اور اسی خیر کثیر میں حوض جنت بھی ہے جیسے کہ بہت سے مفسرین سے مروی ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا اور آخرت کی بہت بہت بھلائیاں مراد ہیں۔ عکرمہؓ فرماتے ہیں نبوت قرآن ثواب آخرت کوثر ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوثر کی تفسیر نہر کوثر سے بھی مروی ہے جیسے کہ ابن جریر میں سند مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں

کنارے سونا چاندی ہے جو یاقوت اور موتیوں پر بہہ رہی ہے جس کا پانی برف سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ تفسیر مروی ہے (ابن جریر) ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں یہ روایت مرفوع بھی آئی ہے امام ترمذی اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے آپ اس وقت گھر پر تھے آپ کی بیوی صاحبہ جو قبیلہ بنو نجار سے تھیں انہوں نے کہا کہ یا نبی اللہ تو ابھی ابھی آپ ہی کی طرف گئے ہیں شاید بنو نجار میں رک گئے ہوں آپ تشریف لائیں۔ حضور گھر میں گئے تو مائیک صاحبہ نے آپ کے سامنے مایہ رکھا جو آپ نے تناول فرمایا مائیک صاحبہ خوش ہو کر فرما ئے لگیں اچھا باخود تشریف لے آئے میں تو حاضر دو بار ہونے کا ارادہ کر چکی تھی کہ آپ کو حوض کوثر ملنے کی مبارک باد دوں مجھ سے ابھی ابھی حضرت ابوعمارہ نے کہا تھا آپ نے فرمایا ہاں اس حوض کی زمین یاقوت اور مرجان اور زبرجد اور موتیوں کی ہے اس کے ایک راوی خرام بن عثمان ضعیف ہیں لیکن واقعہ حسن ہے اور اصل تو اتار سے ثابت ہو چکی ہے۔ بہت سے صحابہ اور تابعین وغیرہ سے ثابت ہے کہ کوثر نہر کا نام ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ جیسے ہم نے تمہیں خیر خیر عنایت فرمائی اور ایسی پر شوکت مہر دی تو تم بھی صرف میری ہی عبادت کرو خصوصاً نفل فرض نماز اور قربانی اسی وحدہ لاشریک لہ کے نام کی کرتے رہو جیسے فرمایا قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ مراد قربانی سے انھوں کا نحر کرنا وغیرہ ہے۔ مشرکین جعدے اور قربانیاں اللہ کے سوا اوروں کے نام کی کرتے تھے تو یہاں حکم ہوا کہ تم صرف اللہ ہی کے نام کی مخلصانہ عبادتیں کیا کرو اور جعدے لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا فِىْ اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَفِىْ سُقُوْتٍ جس جانور پر خدا کا نام نہ لیا جائے اسے نہ کھاو یہ توفیق ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد وانحر سے دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر نماز میں بیٹے پر رکھنا ہے یہی حضرت علیؑ سے غیر صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ حضرت عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اس لفظ کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ حضرت ابو جعفر باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز کے شروع کے وقت رفع الیدین کرنا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اپنے سینے سے قبلہ کی طرف متوجہ ہو۔ یہ تینوں قول ابن جریر میں منقول ہیں۔

ابن ابی حاتم میں اس جگہ ایک بہت منکر حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ جب یہ سورت نبی صلی اللہ صلوٰۃ اللہ پر اتاری تو آپ نے فرمایا اے جبرئیل و آخر سے مراد کیا ہے؟ جو مجھے میرے پروردگار کا حکم ہو رہا ہے تو حضرت جبرئیل نے فرمایا اس سے مراد قربانی نہیں بلکہ خدا کا تمہیں حکم ہو رہا ہے کہ نماز کی تکمیل تحریر کے وقت رفع الیدین کرو اور رکوع کے وقت بھی اور جب رکوع سے سر اٹھاؤ تب اور جب جعدہ کر ڈیہی ہماری نماز ہے اور ان فرشتوں کی نماز ہے جو ساتواں آسمانوں میں ہیں ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت ہر تکبیر کے وقت رفع الیدین کرنا ہے یہ حدیث اسی طرح مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ حضرت عطا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وانحر سے مراد یہ ہے کہ اپنی پیٹھ رکوع سے اٹھاؤ تو اعتدال کرو اور سینے کو طار کر دو یعنی اطمینان حاصل کرو۔ (ابن ابی حاتم) یہ سب اقوال غریب ہیں اور صحیح ہوتا ہے کہ مراد نحر سے قربانیوں کا ذبح کرنا ہے۔ اسی لئے رسول مقبول ﷺ نماز میں سے فارغ ہو کر اپنی قربانی ذبح کرتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص ہماری نماز پڑھے اور ہم جیسی قربانی کرے اس نے شری قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے ہی جانور ذبح کر لیا اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ ابو ہریرہ بن یار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ میں نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کرنی یہ سمجھ کر کہ آج کے دن گوشت کی چاہت ہوگی آپ نے فرمایا میں وہ تو کھانے کا گوشت ہو گیا یا صلی نے کہا اچھا یا رسول اللہ اب میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو مجھے دو بکریوں سے بھی زیادہ محبوب ہے کیا یہ کافی ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں تجھے تو کافی ہے لیکن تیرے بعد چھ مہینے کا بکری کا بچہ کوئی اور قربانی نہیں دے سکتا امام ابو جعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کھیک قول اس کا ہے جو کہتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی تمام تر مملکتیں خالص اللہ ہی کے لئے

اذا کراہا کے سوا کسی اور کے لئے نہ کراہی طرح ایسی کہ راہ میں خون بہا کسی اور کے نام پر قربانی نہ کراہا کا شکر بجالا جس نے تجھے یہ بزرگی دی اور دولت دی جس جیسی کوئی اور نعمت نہیں تجھی کو اس کے ساتھ خاص کیا یہی قول بہت اچھا ہے۔

محمد بن کعب قرظی اور عطاء کا بھی یہی فرمان ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی تجھ سے اور تیری طرف اتری ہوئی وحی سے شمی رکھنے والا بنی قلت و ذلت والا ہے برکت اور دم پریدہ ہے یہ آیت عام بن وائل کے بارے میں اتری ہے یہ پانی جہاں حضور کا ذکر سنتا تو کہتا اسے چھوڑ دو دم نہ ہے اس کے پیچھے اس کی نرینہ اولاد نہیں اس کے انتقال کرتے ہی اس کا نام دنیا سے اٹھ جائے گا اس پر یہ مبارک سورت نازل ہوئی ہے شمر بن عیاد فرماتے ہیں کہ عقبہ بن ابومعیط کے حق میں یہ آیت اتری ہے۔ ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں کعب بن اشرف اور جماعت قریش کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے۔ بزار میں ہے کہ جب کعب بن اشرف کے میں آیا تو قریشیوں نے اس سے کہا کہ آپ تو ان کے سردار ہیں آپ اس بچی کی طرف نہیں دیکھتے؟ جو اپنی ساری قوم سے الگ تھلگ ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ افضل ہے حالانکہ ہم جانیوں کے اہل ہیں بنیت اللہ ہمارے ہاتھوں میں ہے زمزم پر ہمارا قبضہ ہے تو یہ ضیث کہنے لگا بیشک تم اس سے بہتر ہو اس پر یہ آیت اتری اس کی سند صحیح ہے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں ابولہب کے بارے میں یہ آیت اتری ہے جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو یہ بد نصیب شرکین سے کہنے لگا کہ آج کی رات محمد کی نسل کٹ گئی (صلی اللہ علیہ وسلم وبارک) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ابن عباس سے بھی یہ منقول ہے آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضور کا ہر دشمن ہے جن جن کے نام لئے گئے وہ بھی اور جن کا ذکر نہیں ہوا وہ بھی۔ ابتر کے معنی ہیں تنہا عرب کا یہ بھی محاورہ ہے کہ جب کسی کی نرینہ اولاد مر جائے تو کہتے ہیں ابتر۔ حضور علیہ السلام کے صاحبزادوں کے انتقال پر بھی انہوں نے دشمنی کی وجہ سے یہی کہا جس پر یہ آیت اتری تو مطلب یہ ہوا کہ ابتر وہ ہے جس کے مرنے کے بعد اس کا ذکر مت جائے ان مشرکین نے حضور کی نسبت بھی یہی خیال کیا تھا کہ ان کے لئے تو انتقال کر گئے وہ نہ رہے جن کی وجہ سے ان کے انتقال کے بعد بھی ان کا نام رہتا حاشا وہ کلام اللہ تعالیٰ کا آپ کا نام رہتی دنیا تک رکھے گا آپ کی شریعت ابداً باد تک باقی رہے گی آپ کی اطاعت ہر کومہ پر فرض کر دی گئی ہے آپ کا پناہ اور پاک نام ہر مسلم کے دل و زبان پر ہے اور قیامت تک فضائے آسمانی میں عروج و اقبال کے ساتھ گونجنے رہے گا جو ہر برس ہر وقت اسکی منادی ہوتی رہے گی اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل و اولاد پر اور ازاواج و اصحاب پر قیامت تک درود و سلام بے حد و بکثرت بھیجتا رہے آمین۔ الحمد للہ خدا نے تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے احسان و رحم سے سورۃ کوثر کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ واللہ الحمد والحمد۔

تفسیر سورۃ الکافرون

مشرک سے براء اور بیزارى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْجُوا أَيُّهُم بِمُتَابَعَتِكُمْ لَا يَدْعُوا إِلَى الْإِيمَانِ أَكُنُوا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورت کو اور سورۃ قل هو اللہ کو طواف کے بعد کی دو رکعت نماز میں تلاوت فرمایا۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صبح کی دو سنتوں میں بھی آنحضرت ﷺ انہی دونوں سورتوں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کے فرضوں سے پہلے کی دو رکعتوں میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں میں اوپر کچھ دفعہ یا اے اللہ سورۃ قل یا ایہا الکافرون اور سورۃ قل هو اللہ اُحد پڑھی (یعنی اتنی مرتبہ میں نے آپ کو یہ سورتیں ان نمازوں میں پڑھتے ہوئے سنا) مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو میں نے چوبیس یا پچیس مرتبہ صبح کی دو سنتوں میں ان دونوں سورۃ پڑھتے ہوئے سنا دیکھا۔

مذہبی کی دوسری روایت میں آپ سے مروی ہے کہ ہمیں نہ مرکب میں نے آپ کو ان دونوں رکعتوں میں ہے دونوں سورتیں پڑھتے ہوئے پایا یہ روایت ترمذی ابن ماجہ اور نسائی میں بھی ہے امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں۔ وہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ یہ سورت چوتھی قرآن کے برابر ہے اور سورہ اِذَا زُلْزِلَتْ بھی۔ مسند احمد میں روایت ہے حضرت نوفل بن معاویہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ہماری رسید کی نسیب کی پرورش تم اپنے ہاں کرو میرے خیال سے یہ حضرت زینب تھیں یہ ایک مرتبہ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ بوجہ کیا کر رہی ہے؟ کہا میں اسے اس کی ماں کے پاس چھوڑ آیا ہوں فرمایا اچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا اس لئے کہ آپ سے کوئی وظیفہ سیکھ جاؤں جو سوتے وقت پڑھوں۔ آپ نے فرمایا قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھ کر سو جایا کرو اس میں شرک سے براءۃ اور بیزاری ہے۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ جلد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آپ نے یہی فرمایا تھا۔ طبرانی کی اور روایت میں ہے کہ خود حضور بھی اپنے بستر سے پر لٹ کر اس سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت حارث بن جلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کوئی ایسی چیز بتائیے کہ میں سونے کے وقت اسے کہہ لیا کروں آپ نے فرمایا جب تو رات کو اپنے بستر پر جا تو قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھ لیا کرو یہ شرک سے بیزاری ہے۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُونَ
مَا أَعْبُدُ ۝ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبُدُونَ
مَا أَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝

میں پڑھتا ہوں اللہ کے نام کی برکت سے جو رحمان اور رحیم ہے

کہہ دے کہ اے کافرو! ۝ نہ میں تمہارے معبودوں کو پوجوں ۝ نہ تم میرے معبود کو پوجتے ہو ۝ اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا ۝ نہ تم اس کی پرستش کرو گے جس کی عبادت میں کر رہا ہوں ۝ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے ۝

مشرکین الگ اور موحدین الگ : ☆ ☆ (آیت ۱-۶) اس سورہ مبارکہ میں مشرکین کے عمل سے بیزاری کا اعلان ہے اور خدا کی عبادت کے اخلاص کا حکم ہے۔ گویا یہاں خطاب مکہ کے کفار قریش سے ہے لیکن دراصل روئے زمین کے تمام کافر فرما دیں۔ اس کی شان نزول یہ ہے کہ ان کافروں نے حضورؐ سے کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو اگلے سال ہم بھی خدا کی عبادت کریں گے اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق ﷺ کو حکم دیا کہ ان کے دین سے اپنی پوری بیزاری کا اعلان فرمادیں کہ میں تمہارے ان بتوں کو اور جن جن کو تم خدا کا شریک مان رہے ہو ہرگز نہ پوجوں گا تو تم بھی میرے معبود برحق خدا وحدہ لا شریک لہ کو نہ پوجو پس مایہاں پر معنی میں من کے ہے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ میں تم جیسی عبادت نہ کروں گا تمہارے مذہب پر میں کار بند نہیں ہو سکتا نہ میں تمہارے پیچھے لگ سکتا ہوں بلکہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کروں گا اور وہ بھی اس طریقے پر جو اسے پسند ہو اور جسے وہ چاہے اسی لئے فرمایا کہ نہ تم میرے رب کے احکام کے آگے سر جھکاؤ گے نہ اس کی عبادت اس کے فرمان کے مطابق بجالاؤ گے بلکہ تم نے تو اپنی طرف سے طریقے مقرر کر لئے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ الخ یہ لوگ صرف انکل اور گمان کے اور خواہش نفسانی کے پیچھے

پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے پس جناب نبی خدا احمد مہدی محمد ﷺ نے ہر طرح اپنا دامن ان سے چھڑا لیا اور صاف طور پر ان کے معبودوں سے اور ان کی عبادت کے طریقوں سے علیحدگی اور ناپستیدگی کا اعلان فرمادیا۔ ظاہر ہے کہ ہر عابد کا معبود ہوگا اور طریقہ عبادت ہوگا پس رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور طریقہ عبادت ان کا وہ ہے جو سرورِ رسول ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے۔

اسی لئے کلمہ اخلاص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا راستہ وہی ہے جس کے بتانے والے محمد ہیں جو خدا کے پیغمبر ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور شرکین کے معبود بھی خدا کے سوا غیر ہیں اور طریقہ عبادت بھی خدا کا بتلایا ہوا نہیں اسی لئے فرمایا کہ تمہارا دین تمہارے لئے میرا میرے لئے جیسے اور جگہ ہے وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِيْ عَمَلِيْ وَلكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْثُوْنَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ یعنی اگر یہ تجھے جھٹلاؤ تو تو کہو کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے الگ ہو اور میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں اور جگہ فرمایا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ہمارے عمل ہمارے ساتھ اور تمہارے تمہارے ساتھ۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے تمہارے لئے تمہارا دین ہے یعنی کفر اور میرے لئے میرا دین ہے یعنی اسلام یہ لفظ اصل میں دینی تھا لیکن چونکہ اور آجوں کا وقف نون پر ہے اس لئے اس میں بھی یا کو حذف کر دیا جیسے قَهْوٌ يَهْدِيْنٌ میں اور يَسْقِيْنٌ میں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے مطلب یہ ہے کہ میں اب تو تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا نہیں اور آگے کے لئے بھی تمہیں ناامید کر دیتا ہوں کہ عمر بھر میں کبھی بھی یہ کفر مجھ سے نہ ہو سکے گا اسی طرح انتم اب میرے خدا کو پوجتے ہو نہ اس لئے اس کی عبادت کرو گے اس سے مراد وہ کفار ہیں جن کا ایمان نہ لانا خدا کو معلوم تھا جیسے قرآن میں اور جگہ ہے وَلَيَزِيْدَنَّ كَيْفًا مِّنْهُمْ مَا اَنْزَلْنَا إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ حَقِيْقًا وَاَنْكُفِرًا یعنی تیری طرف جو اترتا ہے اس سے ان میں کے اکثر تو سرکشی اور کفر میں بڑھ جاتے ہیں۔ ابن جریر نے بعض عربی دان حضرات سے نقل کیا ہے کہ دو مرتبہ اس جملے کا لانا صرف تاکید کے لئے ہے جیسے فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا میں اور جیسے لَتَرَوْا الْحَجَّيْمَ ثُمَّ لَتَرَوْهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ پس ان دونوں جملوں کو دو مرتبہ لانے کی حکمت میں یہ تین قول ہوئے ایک تو یہ کہ پہلے جملے سے مراد معبود دوسرے سے مراد طریق عبادت دوسرے یہ کہ پہلے جملے سے مراد حال دوسرے سے مراد استقبال یعنی آئندہ تیسرے یہ کہ پہلے جملے کی تاکید دوسرے دونوں جملوں سے ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہاں ایک چوتھی توجیہ بھی ہے جسے حضرت امام ابن تیمیہؒ اپنی بعض تصنیفات میں قوت دیتے ہیں وہ یہ کہ پہلے تو جملہ فعلیہ ہے دوبارہ جملہ اسمیہ ہے تو مراد یہ ہوئی کہ نہ تو میں غیر اللہ کی عبادت کرتا ہوں نہ مجھ سے کبھی بھی کوئی امید رکھ سکتا ہے یعنی واقعہ کی بھی نفی ہے اور شرعی طور پر ممکن ہونے کا بھی انکار ہے یہ قول بھی بہت اچھا ہے واللہ اعلم۔

حضرت امام ابو عبد اللہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ کفر ایک ہی ملت ہے اس لئے یہود نصرانی کا اور نصرانی یہود کا وارث ہو سکتا ہے جبکہ ان دونوں میں نسب یا سبب ورثے کا پایا جائے اس لئے کہ اسلام کے سوا کفر کی جتنی راہیں ہیں وہ سب باطل ہونے میں ایک ہی ہیں۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین کا مذہب اس کے برخلاف ہے کہ نہ یہودی نصرانی کا وارث ہو سکتا ہے نہ نصرانی یہود کا کیونکہ حدیث ہے دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ سورہ قل یا ایہذا الکافرون کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد لله احسانہ۔

تفسیر سورۃ النصر

قرآن کا چوتھائی حصہ: ☆ ☆ پہلے وہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباس نے عید اللہ بن عبد اللہ سے پوچھا جانتے ہو سب سے آخر کون سی سورت اتری؟ جواب دیا کہ ہاں یہی سورت اِذَا جَاءَ تَوَّابٌ نے فرمایا تم سچے ہو (نسائی) حافظ ابو بکر بزاز اور حافظ بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت وارد کی ہے کہ یہ سورت ایام تشریق کے درمیان کے دن اتری تو آپؐ سمجھ گئے کہ یہ رخصت کی سورت ہے اسی وقت حکم دیا اور آپؐ کی اونٹنی قصویٰ کی گئی آپؐ اس پر سوار ہوئے اور اپنا وہ پرزور خطبہ پڑھا جو مشہور ہے۔ یہی سورت تازل ہوئی تو حضورؐ علیہ السلام نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور فرمایا مجھے میرے انتقال کی خبر آگئی ہے حضرت: ہر ارضی اللہ عنہ روئے لگیں پھر یکا یک بنس دیں۔ جب اور لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا خبر انتقال نے تو رلا دیا لیکن روتے ہوئے حضورؐ نے تسلی دی اور فرمایا نبی صبر کرو میری اہل میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی تو مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ ۖ
أَفْوَاجًا ۚ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ رحم کرنے والے مہربان کے

جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے ○ اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھے ○ تو اپنے رب کی تسبیح اور حمد کرنے لگے اور اس سے مغفرت کی دعا مانگا
پیشک وہ معاف کرنے والا ہے ○

گناہوں کی بخشش مانگو اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو: ☆ ☆ (آیت: ۱-۳) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بڑی عمر والے بدری مجاہدین کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے بھی شامل کر لیا کرتے تھے تو شاید کسی کے دل میں اس سے کچھ ناراضگی پیدا ہوئی ہوگی اس نے کہا کہ یہ ہمارے ساتھ نہ آیا کریں ان جتنے تو ہمارے بچے ہیں مظلوفہ المسلمین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم انہیں خوب جانتے ہو۔ ایک دن سب کو بلایا اور مجھے بھی یاد فرمایا میں سمجھ گیا کہ آج انہیں کچھ دکھانا چاہتے ہیں جب ہم سب جا پہنچے تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے پوچھا کہ سورہ اِذَا جَاءَ کی نسبت تمہیں کیا علم ہے؟ بعض نے کہا اس میں ہمیں خدا کی حمد و ثناء بیان کرنے اور گناہوں کی بخشش چاہنے کا حکم کیا گیا ہے کہ جب مدد خدا آجائے اور ہماری فتح ہو تو ہم یہ کریں اور بعض بالکل خاموش رہے تو آپؐ نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں فرمایا پھر اور کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کا پیغام ہے آپؐ کو معلوم کرایا جا رہا ہے کہ اب آپؐ کی دنیوی زندگی ختم ہونے کو ہے آپؐ تسبیح اور حمد میں اور استغفار میں مشغول ہو جائیے حضرت فاروقؓ نے فرمایا یہی میں بھی جانتا ہوں (بخاری)

جب یہ سورت اتری تو حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اب اسی سال میرا انتقال ہو جائے گا مجھے میرے انتقال کی خبر دی گئی ہے (مسند احمد)
مجاہد ابو العالیہ ضحیٰ کہ رحمہم اللہ عنہم وغیرہ بھی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ مدینہ شریف میں تھے فرمانے لگے ان:

اکبر اللہ اکبر خدا کی مدد آگئی اور فتح بھی یمن والے آگئے پوچھا گیا حضور یمن والے کیسے ہیں؟ فرمایا وہ نرم دل لوگ ہیں سلجھی ہوئی طبیعت والے ہیں ایمان تو یمنیوں کا ہے اور کچھ بھی یمنیوں کی ہے اور حکمت بھی یمن والوں کی ہے (ابن جریر) ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب یہ سورت اتری چونکہ اس میں آپ کے انتقال کی خبر تھی تو آپ نے اپنے کاموں میں اور کمر کسلی اور تقریر یا وہی فرمایا جو اوپر گزرا (طبرانی)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ سورتوں میں پوری سورت نازل ہونے کے اعتبار سے سب سے آخری سورت یہی ہے (طبرانی) اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری آپ نے اس کی تلاوت کی اور فرمایا لوگ ایک کنارہ ہیں اور میں اور میرے اصحاب ایک کنارہ میں ہیں 'سنو فتح' مکہ کے بعد ہجرت نہیں البتہ جہاد اور نیت ہے 'مروان کو جب یہ حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ نے سنائی تو یہ کہنے لگا جھوٹ کہتا ہے اس وقت مروان کے ساتھ اس کے تحت پر حضرت رافع بن خدیج اور حضرت زید بن ثابتؓ بھی بیٹھے تھے تو حضرت ابوسعیدؓ فرماتے گئے ان دونوں کو بھی اس حدیث کی خبر ہے یہ بھی اس حدیث کو بیان کر سکتے ہیں لیکن ایک کو تو اپنی سرداری چھن جانے کا خوف ہے اور دوسرے کو زکوٰۃ کی وصولی کے عہدے سے سبکدوش ہو جانے کا ڈر ہے - مروان نے یہ سن کر کوز اٹھا کر حضرت ابوسعیدؓ کو مارنا چاہا ان دونوں بزرگوں نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے مروان! سن حضرت ابوسعیدؓ نے سچ بیان فرمایا ہے (مسند احمد) یہ حدیث ثابت ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن فرمایا ہجرت نہیں رہی ہاں جہاد اور نیت ہے جب تمہیں چلنے کو کہا جائے اٹھ کھڑے ہو جایا کرو صحیح بخاری اور صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے ہاں یہ بھی یاد رہے کہ جن بعض صحابہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس سورت کا یہ مطلب بیان کیا کہ جب ہم پر اللہ تعالیٰ شہر اور قلعے فتح کر دے اور ہماری مدد فرمائے تو ہمیں حمل رہا ہے کہ ہم اس کی تعریفیں بیان کریں اس کا شکر کریں اس کی پاکیزگی بیان کریں 'نماز ادا کریں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں یہ مطلب بھی بالکل صحیح ہے اور یہ تفسیر بھی نہایت بیاری ہے دیکھو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے دن 'ضحیٰ' کی نماز پڑھی تھی لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کبھی کی نماز آپ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے پھر اس دن جبکہ شغل اور کام بہت زیادہ تھا 'مسافر تھی اسے کیسے پڑھی؟ آپ کی اقامت فتح کے موقع پر مکہ شریف میں رمضان شریف کے آخر تک انیس دن رہی آپ فرض نماز کو بھی قصر کرتے رہے روزہ بھی نہیں رکھا اور تمام شکر جو تقریباً دس ہزار تھا اسی طرح کرتا رہا 'ان حقائق سے یہ بات صاف ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ نماز فتح کے شکر یہی کی نماز تھی اسی لئے سردار لشکر امام وقت مستحب ہے کہ جب کوئی شہر فتح ہو تو داخل ہوتے ہی دو رکعت نماز ادا کرے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فتح مدینہ والے دن ایسا ہی کیا تھا ان آنحضرتوں کو دو دو رکعتیں کر کے ادا کرے گو بعض کا یہ قول بھی ہے کہ آٹھوں ایک ہی سلام سے پڑھ لے لیکن ابوداؤد کی حدیث میں صراحتاً مروی ہے کہ حضورؐ نے اس نماز میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا ہے۔ دوسری تفسیر بھی صحیح ہے جو ابن عباسؓ وغیرہ نے کی ہے کہ اس میں آپ کو آپ کے وصال کی خبر دی گئی کہ جب آپ اپنی بستی فتح کر لیں جہاں سے ان کفار نے آپ کو نکل جانے پر مجبور کیا تھا اور آپ اپنی آنکھوں اپنی محنت کا پھل دیکھ لیں کہ فوجوں کی فوجیں آپ کے جھندے تلے آجائیں جو قرد جو قو لوگ حلقہ گوش اسلام ہو جائیں تو ہماری طرف آنے کی اور ہم سے ملاقات کی تیاریوں میں لگ جاؤ سمجھ لو کہ جو کام ہمیں تم سے لینا تھا پورا ہو چکا اب آخرت کی طرف نکلیں ڈالو جہاں آپ کے لئے بہت بہتری ہے اور اس دنیا سے بہت زیادہ بھلائی آپ کے لئے وہاں ہے جو ہیں آپ کی مہمانی تیار ہے اور جھ جیسا میزبان ہے تم ان نشانات کو دیکھ کر بکثرت میری حمد و ثنا کرو اور توبہ استغفار میں لگ جاؤ۔

صحیح بخاری شریف کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے رکوع سجدے میں اَنزَلَتْ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي پڑھا کرتے تھے آپ قرآن کی اس آیت فسیح پر عمل کرتے تھے۔ اور

روایت میں ہے کہ حضورؐ اپنی آخری عمر میں ان کلمات کا اکثر ورد کرتے تھے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَ اَتُوبُ اِلَيْهِ خدا کی ذات پاک ہے اسی کے لئے سب تعریفیں سزاوار ہیں میں خدا سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف جھکتا ہوں اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے رب نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ جب میں یہ علامت دیکھ لوں کہ مکہ فتح ہو گیا اور دین اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہونے لگیں تو میں ان کلمات کو بہ کثرت کہوں چنانچہ محمدؐ اللہ میں اسے دیکھ چکا لہذا اب اس وظیفے میں مشغول ہوں (مسند احمد) ابن جریر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضورؐ اپنی آخری عمر میں بیٹھے اٹھتے چلتے پھرتے آتے جاتے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ پڑھا کرتے، میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ حضورؐ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپؐ نے اس سورت کی تلاوت کی اور فرمایا مجھے حکم خدا ہے کسی مجلس میں بیٹھیں پھر وہ مجلس برخاست ہو تو کیا پڑھنا چاہئے؟ اسے ہم اپنی ایک مستقل تہنیت میں لکھ چکے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ جب یہ سورت اترتی تو حضورؐ سے اکثر اپنی نماز میں تلاوت کرتے اور رکوع میں تین مرتبہ یہ پڑھتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ فتح سے مراد یہاں فتح مکہ ہے اس پر اتفاق ہے عموماً عرب قبائل اسی کے منتظر تھے کہ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آ جائیں اور مکہ ان کے زیر نگین آ جائے تو پھر ان کے نبی ہونے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں اب جبکہ خدا نے اپنے حبیب کے ہاتھوں مکہ فتح کر دیا تو یہ سب اسلام میں آگئے اس کے بعد دو سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ سارا عرب مسلمان ہو گیا اور ہر قبیلے میں اسلام اپنا راج کرنے لگا فالحمد للہ۔

صحیح بخاری شریف میں بھی حضرت عمرؓ بن مسعودؓ کا یہ قول موجود ہے کہ مکہ فتح ہوتے ہی ہر قبیلے نے اسلام کی طرف سبقت کی ان سب کو اسی بات کا انتظار تھا اور کہتے تھے کہ انہیں اور ان کی قوم کو چھوڑ دو دیکھو اگر یہ نبی برحق ہیں تو اپنی قوم پر غالب آ جائیں گے اور مکہ پر ان کا جھنڈا نصب ہو جائے گا ہم نے غزوہ فتح مکہ کا پورا پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے جو صاحب تفصیلات دیکھنا چاہیں وہ اس کتاب کو دیکھ لیں فالحمد للہ۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوسی جب اپنے کسی سفر سے واپس آئے تو حضرت جابرؓ ان سے ملاقات کرنے کے لئے گئے انہوں نے لوگوں کی پھوٹ اور ان کے اختلاف کا حال بیان کیا اور ان کی نواہید و بدعتوں کا تذکرہ کیا تو صحابی رسول ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور روتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے حبیب خدا شافع روز جزا حضرت محمد مصطفیٰؐ فداہ ابی و امی ﷺ سے سنا ہے کہ لوگوں کی فوجیں کی فوجیں خدا کے دین میں داخل ہوئیں لیکن عنقریب جماعتیں کی جماعتیں ان میں سے نکلنے بھی لگ جائیں گی۔ اس سورت کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ علی احسانہ۔

تفسیر سورۃ حبت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۖ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۖ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۖ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۖ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۖ

میں اللہ کے نام سے پڑھتا ہوں جو بڑا رحمان نہایت رحیم ہے

ابولہب کے دونوں ہاتھ تو نہیں وہ خود ہلاک ہو گیا ○ نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی ○ بھڑکنے والی آگ میں وہ جا نئے گا ○ اور اس کی بیوی بھی جو

لکڑیاں ڈھونڈنے والی ہے اسی کی گردن میں پوست بھجری بنی ہوئی رسی ہوگی ○

بدترین اور بد نصیب میاں بیوی: ☆☆ (آیت ۱-۵) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بطحا میں جا کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور اونچے اونچی آواز سے یا صَبَا حَاہُ یا صَبَا حَاہُ کہنے لگے قریش سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام دشمن تم پر چھاپے مارے والا ہے تو کیا تم مجھ سے کچھ سوچو گے؟ سب نے جواب دیا جی ہاں آپ نے فرمایا سنو میں تمہیں خدائی سخت عذابوں کے آنے کی خبر دے رہا ہوں تو ابولہب کہنے لگا تجھے حلال کی ہو کیا اسی لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورت اتری (بخاری) دوسری روایت میں ہے کہ یہ ہاتھ جھڑاتا ہوا یوں کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ تَبَّتْ بَدْعَاہُ اور تَبَّ خَبْرُہُ یہ ابولہب یہ آنحضرت ﷺ کا چچا تھا اس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اس کی کنیت ابو عتقی تھی اس کے چہرے کی خوبصورتی اور چمک دمک کی وجہ سے اسے ابولہب یعنی شعلے کہا جاتا تھا یہ حضور کا بدترین دشمن تھا ہر وقت ایذا دہی تکلیف رسائی اور نقصان پہنچانے کے درپے رہا کرتا تھا۔ ربیعہ بن عباد ولی اپنے اسلام لانے کے بعد اپنا جاہلیت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود کو ڈالاجاز کے بازار میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں لو گولا اللہ اللہ کہو تو فلاح پاؤ گے لوگوں کا مجمع آپ کے آس پاس لگا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ آپ کے پیچھے ہی ایک گورے چنے چپکتے چہرے والا بھیگتی آنکھ والا جس کی سر کے بڑے بالوں کے دو مینڈھیاں تھیں آیا اور کہنے لگا لوگو یہ بے دین ہے جھوٹا ہے غرض آپ لوگوں کے مجمع میں جا کر خدا کی توحید کی دعوت دیتے تھے اور یہ دشمن پیچھے پیچھے یہ کہتا ہوا چلا جا رہا تھا میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ آپ کا بچا ابولہب ہے (لعنہ اللہ) (مسند احمد)۔

ابوالزیرا نے راوی حدیث حضرت ربیعہ سے کہا کہ آپ تو اس وقت بچہ سے ہوں گے فرمایا نہیں میں اس وقت خاصی عمر کا تھا مشک لاؤ کر پانی بھریا کرتا تھا دوسری روایت میں ہے اپنے باپ کے ساتھ تھا میری جوان عمر تھی اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایک قبیلے کے پاس جاتے اور فرماتے لوگو! میں تمہاری طرف خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں میں تم سے کہتا ہوں کہ ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو مجھے سچا جانو مجھے میرے دشمنوں سے بچاؤ تاکہ میں اس کا کام بجالاؤں جس کا حکم مجھے دے کر خدائے تعالیٰ نے بھیجا ہے آپ جہاں یہ پیغام پہنچا کر فارغ ہوتے کہ آپ کا چچا ابولہب پیچھے سے پہنچتا اور کہتا اے فلاں قبیلے کے لوگو یہ شخص تو تمہیں لات و عزیٰ سے ہٹانا چاہتا ہے اور بنو مالک بن اقیس کے تمہارے حلیف جنوں سے تمہیں دور کر رہا ہوں اور اپنی بی لائی ہوئی گمراہی کی طرف تمہیں بھی گھسیٹ رہا ہے خبردار نہ اس کی سننا نہ مانا (احمد و طبرانی)

اللہ تعالیٰ اس سورت میں فرماتا ہے کہ ابولہب برباد ہوا اس کی کوشش غارت ہوئی اس کے اعمال ہلاک ہوئے بالیقین اس کی بربادی ہو چکی اس کی اولاد دین اس کے کام نہ آئیں۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا تو ابولہب کہنے لگا اگر میرے بھتیجے کی باتیں حق ہیں تو میں قیامت کے دن اپنا مال و اولاد خدا کو فدیے میں دے کر اس کے عذاب سے چھوٹ جاؤں گا اس پر آیت مَا أَغْنٰی اتری۔ پھر فرمایا کہ یہ شعلے مارنے والی آگ میں جو سخت جلانے والی اور بہت تیز ہے داخل ہو گا اور اس کی بیوی بھی جو قریش عورتوں کی سردار تھی اس کی کنیت ام جمیل تھی نام اروی تھا حرب بن امیہ کی لڑکی تھی ابوسفیان کی بہن تھی اور اپنے خاندان کے کفر و عناد اور سرکش و دشمنی میں یہ بھی اس کے ساتھ تھی اسی نے قیامت کے دن عذابوں میں بھی اسی کے ساتھ ہوگی لکڑیاں اٹھا اٹھا کر لاے گی اور جس آگ میں اس کا خاندان جل رہا ہو گا ذاتی جائے گی اس کے گلے میں آگ کی رسی ہوگی اور جہنم کا ایندھن سمیٹتی رہے گی۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ

حَمَلَانِہُ الْحُطْبَ سے مراد اس کا غیبت گو ہونا ہے۔ امام ابن جریرؒ ای کو پسند کرتے ہیں۔ ابن عباس وغیرہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ یہ جنگل سے خاردار لکڑیاں جن لاتی تھی اور حضورؐ کی راہ میں بچھا دیا کرتی تھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ عورت نبی ﷺ کو فقیری کا طعنہ دیا کرتی تھی تو اسے اس کا لکڑیاں چننا یاد دلایا گیا لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے واللہ اعلم۔

سید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس انیس ہاتھ کھتی تھی کہ اسے میں فروخت کر کے محمد (ﷺ) کی مخالفت میں خرچ کرے، ان ہی تو یہاں فرمایا گیا کہ اس کے بدلے اس کے گلے میں آگ کا طوق ڈالا جائے گا۔ مسد کے معنی کھجور کی رسی کے ہیں۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں یہ جہنم کی زنجیر ہے جس کی ایک ایک ستر ستر ٹڑکی ہے، ٹوڑی فرماتے ہیں یہ جہنم کا طوق ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے جو بڑی فرماتے ہیں یہ اونٹ کی کھال کی اور اونٹ کے بالوں کی بنائی جاتی ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں یعنی لوہے کا طوق۔ حضرت مالک عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ جب یہ سورت اترتی تو یہ بھیگتی عورت ام جمیل بنت کرب اپنے ہاتھ میں نوکدار پتھر لئے یوں کہتی ہوئی حضور کے پاس آئی۔

مَذْمُونًا ابْنًا وَدِينُهُ فَلَيْنًا وَأَمْرُهُ غَشِيْنَا

یعنی ہم مذم کے منکر ہیں اس کے دین کے دشمن ہیں اور اس کے نافرمان ہیں۔

اس وقت رسول اللہ ﷺ کعبہ اللہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ساتھ میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے صدیق اکبر نے اسے اس حالت میں دیکھ کر حضورؐ عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آ رہی ہے ایسا نہ ہو آپ کو دیکھ لے آپ نے فرمایا صدیق بے غم رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی پھر آپ نے قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی تاکہ اس سے فحش جائیں خود قرآن فرماتا ہے وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَخَلِّفْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فَحَقَابَا مُسْتَوْرًا یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ایمان نہ لانے والوں کے درمیان پوشیدہ پردے ڈال دیتے ہیں یہ ڈان آں کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس کھڑی ہو گئی گو حضورؐ بھی حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس ہی بالکل ظاہر بیٹھے ہوئے تھے لیکن قدرتی تجاؤں نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا وہ حضورؐ کو نہ دیکھ سکی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرے ساتھی نے میری بھوک ہے یعنی شعروں میں میری مذمت کی ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں رب البیت کی قسم حضورؐ نے تیری کوئی بھونٹیں کی تو یہ کہتی ہوئی لوٹ گئی کہ قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں (ابن ابی حاتم)

ایک مرتبہ یہ اپنی لمبی چادر اوڑھے طواف کر رہی تھی پیر چادر میں الجھ گیا اور پھسل پڑی تو کہنے لگی مذم عارت ہو۔ ام کلثم بنت عبدالمطلب نے کہا میں تو پاک دامن عورت ہوں اپنی زبان نہیں بگاڑوں گی اور درست کرنے والی ہوں پس داغ نہ لگاؤں گی اور ہم سارے ایک ہی دادا کی اولاد میں ہیں اور قریش بھی پھر تو زیادہ جاننے والے ہیں۔ بزار میں ہے کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تیرے ساتھی نے میری بھوک ہے تو حضرت صدیقؓ نے قسم کھا کر جواب دیا کہ نہ تو آپ شعر گوئی جانتے ہیں نہ بھی آپ نے شعر کہے اس کے جانے کے بعد حضرت صدیقؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا اس نے آپ کو دیکھا نہیں؟ آپ نے فرمایا فرشتہ آؤں کہ تمہارا ہوا تھا جب تک وہ واپس چلی نہ گئی۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے گلے میں جہنم کی آگ کی رسی ہوگی جس سے اسے صحیح کر جہنم سے اوپر لایا جائے گا پھر وہ چلی چھوڑ کر جہنم کی تہہ میں پہنچایا جائے گا یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا۔ ذول کی رسی کو عرب مسد کہہ دے

کرتے ہیں۔ عربی شعروں میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں لایا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ بابرکت سورت ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی ایک اعلیٰ دلیل ہے کیونکہ جس طرح ان کی بدعتی کی خبر اس سورت میں دی گئی تھی اسی طرح واقعہ بھی ہوا ان دونوں کو ایمان لانا آخر تک نصیب ہی نہ ہوا نہ تو وہ ظاہر میں مسلمان ہوئے نہ باطن میں نہ چھپے نہ کھلے پس یہ سورت زبردست بہت صاف اور روشن دلیل ہے حضور ﷺ کی نبوت کی اس سورت کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور اسی کے فضل و کرم اور اسی کے احسان و انعام کی یہ برکت ہے۔

تفسیر سورۃ الاخلاص

شان نزول اور فضیلت کا بیان: ☆ ☆ مسند احمد میں ہے کہ مشرکین نے حضور ﷺ سے کہا اپنے رب کے اوصاف بیان کرو اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ صمد کے معنی ہیں جو نہ تو پیدا ہوا ہو نہ اس کی اولاد ہو اس لئے کہ جو پیدا ہوا ہے وہ ایک وقت مرے گا بھی اور دوسرے اس کے وارث ہوں گے اللہ عز وجل نہ مرے نہ اس کا کوئی وارث ہو اس جیسا اور اس کی جس کا کوئی نہیں نہ اس کے مثل کوئی چیز ہے۔ ترمذی وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے۔ ابویعلیٰ موصلیٰ میں بھی ہے کہ ایک اعرابی نے یہ سوال کیا تھا اور روایت میں ہے کہ مشرکین کے اس سوال کے جواب میں یہ سورت اتری۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر چیز کی نسبت ہے اور خدا کی نسبت یہ سورت ہے۔ صحابہ کہتے ہیں جو کھوکھلا نہ ہو۔ بخاری شریف کتاب التوحید میں ہے کہ حضور نے ایک چھوٹا سا لشکر کہیں بھیجا جس وقت وہ پلٹے تو انہوں نے کہا حضور نے ہم پر جسے سردار بنایا تھا وہ ہر نماز کی قرأت کے خاتمہ پر سورۃ قل ھو اللہ پڑھا کرتے تھے آپ نے فرمایا ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ یہ سورت رحمان کی صفت ہے مجھے اس کا پڑھنا بہت ہی پسند ہے حضور نے فرمایا انہیں خبر دو کہ خدا بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔

بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ ایک انصاری مسجد قبا کے امام تھے ان کی عادت تھی کہ الحمد ختم کر کے پھر اس سورت کو پڑھتے پھر جو کسی سورت پڑھتی ہوئی یا جہاں سے چاہتے قرآن پڑھتے۔ ایک دن مقتدیوں نے کہا کہ آپ اس سورت کو پڑھتے پھر دوسری سورت ملاتے ہیں کیا کیا؟ تو آپ صرف اسی کو پڑھتے یا چھوڑ دیجئے دوسری سورت ہی پڑھا کیجئے انہوں نے جواب دیا کہ میں تو جس طرح کرتا ہوں کرتا رہوں گا تم چاہو تو مجھے امام رکھو کہو تو میں تمہاری امامت چھوڑ دوں اب انہیں یہ بات بھاری پڑی جانتے تھے کہ ان سب میں یہ زیادہ افضل ہیں ان کی موجودگی میں دوسرے کا نماز پڑھانا بھی انہیں گوارا نہ ہو سکا ایک دن جبکہ حضور ان کے پاس تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے امام صاحب سے کہا تم کیوں اپنے ساتھیوں کی بات نہیں مانتے اور ہر رکعت میں اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ مجھے اس سورت سے بڑی محبت ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں پہنچا دیا۔ ترمذی اور مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کہا میں اس سورت سے بہت محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں پہنچا دیا۔ ایک شخص نے کسی کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے رات کے وقت سنا کہ وہ بار بار اسی کو دوہرا رہا ہے۔ صبح کے وقت آکر اس نے حضور سے ذکر کیا گویا کہ وہ اسے بلکہ ثواب کا کام جانتا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ سورت مثل تہائی قرآن سے ہے (بخاری)

صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک رات میں

ایک تہائی قرآن پڑھ لو تو یہ صحابہ پر بھاری پڑا اور کہنے لگے بھلا اتنی طاقت تو ہر ایک میں نہیں آپ نے فرمایا سنو سورہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تہائی قرآن ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات اسی سورت کو پڑھتے رہے حضورؐ سے جب ذکر کیا گیا تو آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ آدھے قرآن یا تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابویوب انصاریؓ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی کو اس کی طاقت ہے کہ وہ ہر رات تیسرا حصہ قرآن کا پڑھ لیا کرے صحابہ کہنے لگے یہ کس سے ہو سکے گا؟ آپؐ نے فرمایا سنو قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی آگئے آپؐ نے نہ لیا اور فرمایا ابویوبؓ جگہ کہتے ہیں (مسند احمد)

ترمذی میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے صحابہ سے فرمایا جمع ہو جاؤ میں تمہیں آج تہائی قرآن سناؤں گا لوگ جمع ہو کر بیٹھ گئے آپؐ گھر سے آئے سورہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھی اور پھر گھر چلے گئے اب صحابہ میں باتیں ہونے لگیں کہ وعدہ تو حضورؐ کا یہ تھا کہ تہائی قرآن سنائیں گے شاید آسمان سے کوئی وحی آگئی ہو اتنے میں آپؐ پھر واپس آئے اور فرمایا میں نے تم سے تہائی قرآن سنانے کا وعدہ کیا تھا سنو یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہر دن تہائی قرآن شریف پڑھ لیا کرو لوگوں نے کہا حضور ہم اس سے بہت عاجز اور بہت ضعیف ہیں۔ آپؐ نے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے تین حصے کئے ہیں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تیسرا حصہ ہے (مسلم نسائی وغیرہ) ایسی ہی روایتیں صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت سے مروی ہیں آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ کہیں سے آرہے تھے آپؐ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو آپؐ نے ایک شخص کو اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سن کر فرمایا واجب ہوگی! حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا کیا واجب ہوگی؟ فرمایا جنت (ترمذی و نسائی) ابویعلیٰ کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کیا تم میں سے کوئی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ سورہ قُلْ هُوَ اللَّهُ کورات میں تین مرتبہ پڑھ لے؟ یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔ مسند احمد میں ہے عبداللہ بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم یہاں سے تھے رات اندھیری تھی حضورؐ کا انتظار تھا کہ آپؐ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں آپؐ آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے پڑھ میں چکا رہا آپؐ نے پھر فرمایا پڑھ میں نے کہا کیا پڑھوں؟ آپؐ نے فرمایا ہر صبح شام تین تین مرتبہ سورہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ لیا کر یہ کافی ہو جائے گی۔ نسائی کی ایک روایت میں ہے ہر چیز سے تجھے یہ کفایت کرے گی۔ مسند کی ایک اور ضعیف حدیث میں ہے جس نے ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھ لیا اسے چالیس لاکھ نیکیاں ملتی ہیں وہ کلمات یہ ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ان کے راوی غلیل بن مرہ ہیں جنہیں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ وغیرہ بہت ضعیف بتلاتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اس پوری سورت کو دس مرتبہ پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ پھر تو ہم بہت سے محل بنوا لیں گے آپؐ نے فرمایا خدا اس سے بھی زیادہ اور اس سے بھی اچھے دینے والا ہے سواری میں ہے کہ دس مرتبہ پرایک محل پسند و تمس پر تین ہی حدیث مرسل ہے۔ ابویعلیٰ موصلی کی ایک ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو پچاس مرتبہ پڑھ لے اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسی کی ایک اور ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو ایک دن میں دو سو مرتبہ پڑھ لے اس کے لئے ایک ہزار پانچ سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں بشرطیکہ اس پر قرض نہ ہو۔ ترمذی کی اس حدیث میں ہے کہ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں مگر یہ کہ اس پر قرض نہ ہو۔ ترمذی کی ایک غریب حدیث میں ہے جو شخص

سونے کے لئے اپنے بستر پر جائے پھر وہی کر وٹ کیٹ کر سو فہ اس سورت کو پڑھ لے تو قیامت کے دن رب عزوجل فرمائے گا اے میرے بندے اپنی وہی طرف سے جنت میں چلا جا سزا کی ایک ضعیف ہندو والی حدیث میں ہے جو شخص اس سورت کو دو سو مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے دو سو سال کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ نسائی شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دعا مانگ رہا ہے اپنی دعا میں کہتا ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ یعنی اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کی گواہی دے کر کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے بے نیاز ہے نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ ہمسار اور ساقی کوئی اور۔ آپ یہ سن کر فرمانے لگے اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے خدا کے اس بڑے نام کے ساتھ کہ جب کبھی اس نام کے ساتھ سوال کیا جائے تو عطا ہوا اور جب کبھی اس نام کے ساتھ دعا کی جائے تو قبول ہو۔

ابو یعلیٰ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تین کام ہیں جو انہیں ایمان کے ساتھ کر لے وہ جنت کے تمام دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں چلا جائے اور جس کی حور جنت سے چاہے نکاح کر دیا جائے جو اپنے قاتل کو معاف کر دے اور پوشیدہ قرض ادا کر دے اور ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کو پڑھ لے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ جو ان تینوں کاموں میں سے ایک کر لے آپ نے فرمایا ایک پر بھی دوجہ ہے۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اس سورت کو گھر میں جاتے وقت پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس گھر والوں سے اور اس کے پڑوسیوں سے فقیری درود کر دے گا اس کی اسناد ضعیف ہے۔

مسند ابو یعلیٰ میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان تبوک میں تھے سورج اسکی روشنی نور اور شعاروں کے ساتھ نکلا کہ ہم نے اس سے پہلے ایسا صاف شفاف اور روشن و منور نہیں دیکھا تھا حضور کے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو حضور نے دریافت فرمایا کہ آج سورج کی اس تیز روشنی اور زیادہ دور اور چمکیلی شعاروں کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا آج مدینہ میں حضرت معاویہ بن مغویہ لیشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے جن کے جنازے کی نماز کے لئے اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار شتے آسمان سے بھیجے ہیں پوچھا ان کے کس عمل کے باعث؟ فرمایا وہ سورۃ قل ھو اللہ احد کو دن رات چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے پڑھاتے تھے اگر آپ کا ارادہ ہو تو زمین سمیت لوں اور آپ ان کے جنازے کی نماز ادا کر لیں؟ آپ نے فرمایا بہت اچھا پس آپ نے ان کے جنازے کی نماز ادا کی۔ اس حدیث کو حافظ ابوبکر بنیعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب دلائل النبوة میں یزید بن ہارون کی روایت سے لائے ہیں۔ وہ علماء بن محمد سے روایت کرتے ہیں ان پر موضوع حدیثیں بیان کرنے کی تہمت ہے واللہ اعلم۔ مسند ابو یعلیٰ میں اس کی دوسری سند بھی ہے جس میں یہ راوی نہیں اس میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول مقبول ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ معاویہ بن مغویہ لیشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے کہ کیا آپ ان کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں حضرت جبرئیل نے اپنا پرزہ من پورا تمام درخت اور سب ٹیلے وغیرہ پست ہو گئے ان کا جنازہ حضور کو نظر آنے لگا آپ نے نماز شروع کی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے آپ نے دریافت کیا کہ آخر اس مرتبہ کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ان کی سورت سے محبت اور ہر وقت آتے جاتے بیٹھتے اٹھتے اس کی تلاوت اسے پہنچتی نے بھی روایت کیا ہے اور بنیعی کی سند میں محبوب بن ہلال ہیں۔

ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ مشہور نہیں ابو یعلیٰ میں یہ راوی نہیں وہاں ان کی جگہ ابو عبد اللہ محمود ہیں لیکن ٹھیک بات محبوب کا ہونا ہے

اس روایت کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں اور سب ضعیف ہیں۔ ہم نے اختصار کے لئے انہیں یہاں نقل نہیں کیا۔ مسند احمد میں ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی میں نے جلدی سے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا یا رسول اللہ موت کی نجات کس عمل پر ہے؟ آپ نے فرمایا اے عقبہ زبان تھا سے رکھا اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہا کرو اپنی خطاؤں پر روتا رہا پھر دوبارہ جب حضور سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے خود میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا عقبہ کیا میں تمہیں توراۃ اور انجیل اور زبور اور قرآن میں اتاری ہوئی تمام سورتوں سے بہترین سورتیں بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضور! ضرور ارشاد فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے پس آپ نے مجھے سورۃ قل ھو اللہ اُخذ اور قل اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قل اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھائیں پھر فرمایا دیکھو عقبہ انہیں نہ بھولنا اور ہر رات انہیں پڑھ لیا کرنا فرماتے ہیں پھر نہ میں انہیں بھولا اور نہ کوئی رات ان کے پڑے بغیر گزاری میں نے پھر آپ سے ملاقات کی اور جلدی کر کے آپ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے بہترین اعمال کا ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا سن جو تجھ سے توڑے تو اس سے جوڑا جو تجھے محروم رکھے تو اسے دے جو تجھ پر ظلم کرے تو اس سے درگزر کرو اور معاف کر دے اس کا بعض حصہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زہد کے باب میں وارد کیا ہے اور فرمایا ہے یہ حدیث حسن ہے۔ مسند احمد میں بھی اس کی ایک اور سند ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ رات کے وقت جب بستر پر جاتے تو ہر رات ان تینوں سورتوں کو پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر ان پر دم کر کے اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے جہاں تک ہاتھ پہنچتے پہنچتے پہلے سر پر پھر منہ پر پھر اپنے سامنے کے جسم پر تین مرتبہ اسی طرح کرتے۔ یہ حدیث سن میں بھی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝
وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

میں اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان کے نام سے شروع کرتا ہوں ○

کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہے ○ اللہ بے نیاز ہے ○ ناس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ○ اور نہ کوئی اس کا ہم جنس ہے ○

اپنی حکمت و تدبیر میں وحدہ لا شریک ☆ ☆ (آیت ۱-۴) اس کے نازل ہونے کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ حضرت مکرّمہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے ہم حضرت عزیر کو پوجتے ہیں جو خدا کے بیٹے ہیں اور نصرانی کہتے تھے ہم حضرت مسیح کو پوجتے ہیں جو خدا کے بیٹے ہیں اور مجوسی کہتے تھے ہم سورج چاند کی پرستش کرتے ہیں اور مشرک کہتے تھے ہم بت پرست ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری کہ اے نبی تم کہہ دو کہ ہمارا معبود تو اللہ تعالیٰ ہے جو واحد اور احد ہے جس جیسا کوئی نہیں جس کا کوئی وزیر نہیں جس کا کوئی شریک نہیں جس کا کوئی ہمسر نہیں جس کا کوئی ہم جنس نہیں جس کا برابر اور کوئی نہیں جس کے سوا کسی میں الوہیت نہیں۔ اس لفظ کا اطلاق صرف اسی کی ذات پاک پر ہوتا ہے وہ اپنی صفوں میں اور اپنے حکمت بھرے کاموں میں کیسا اور بے نظیر ہے وہ صمد یعنی ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صمد وہ ہے جو اپنی سرداری میں اپنی شرافت میں اپنی بندگی اور عظمت میں اپنے علم و علم میں اپنی حکمت و تدبیر میں سب سے بڑھا دوا ہے یہ صفتیں صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ میں ہی پائی جاتی ہیں۔

اس کا ہمسرا اس جیسا کوئی اور نہیں وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سب پر غالب ہے اور اپنی ذات و صفات میں یکتا اور بے نظیر ہے صمد کے یہ معنی بھی گئے ہیں کہ جو تمام مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے جو ہمیشہ کی بقا والا سب کی حفاظت کرنے والا ہو جس کی ذات لازوال اور غیر فانی ہو۔ حضرت سکر مد قمر ماتے ہیں صمد وہ ہے جو نہ کچھ کھائے نہ اس میں سے کچھ نکلے۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ صمد کی تفسیر اس کے بعد ہے یعنی نہ اس میں سے کچھ نکلے نہ وہ کسی میں سے نکلے یعنی نہ اس کی اولاد ہو نہ ماں باپ یہ تفسیر بہت اچھی اور عمدہ ہے اور ابن جریر کی روایت سے حضرت ابی بن کعبؓ سے صراحتاً یہ مروی ہے جیسے کہ پہلے گذرا اور بہت سے صحابہؓ اور تابعین سے مروی ہے کہ صمد کہتے ہیں غصوں چیز کو جو کھوکھلی نہ ہو جس کا پیٹ نہ ہو۔ شععی کہتے ہیں جو نہ کھا نہ ہونہ پیتا ہو۔ عبد اللہ بن بریدؓ فرماتے ہیں صمد وہ نور ہے جو روشن ہو اور چمک دک والا ہو۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ صمد وہ ہے جس کا پیٹ نہ ہو لیکن اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔

حافظ ابو القاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب السنن میں لفظ صمد کی تفسیر میں ان تمام اقوال وغیرہ کو وارد کر کے لکھتے ہیں کہ دراصل یہ سب سچے ہیں اور صحیح ہیں۔ کل صفیں ہمارے رب عز وجل میں ہیں اس کی طرف سب محتاج بھی ہیں وہ سب سے بڑھ کر سردار اور سب سے بڑا ہے اسے نہ پیٹ ہے نہ وہ کھلا ہے نہ وہ کھائے نہ بچے سب فانی ہیں اور وہ باقی ہے وغیرہ۔ پھر فرمایا اس کی اولاد نہیں نہ اس کے ماں باپ ہیں نہ بیوی۔ جیسے اور جگہ ہے *يَذِيْعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنِّي يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ* یعنی وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اسے اولاد کیسے ہوگی؟ اس کی بیوی نہیں ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا ہے یعنی وہی ہر چیز کا خالق مالک ہے پھر اس کی مخلوق اور ملکیت میں سے اس کی برابری اور ہمسری کرنے والا کون ہوگا؟ وہ ان تمام عیوب اور نقصان سے پاک ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا *وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا* یعنی یہ کفار کہتے ہیں کہ خدا کی اولاد ہے تم تو ایک بڑی بری چیز لائے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اس بنا پر کہ انہوں نے کہا کہ خدا کی اولاد ہے حالانکہ خدا کو یہ لائق ہی نہیں کہ اس کی اولاد ہو تمام زمین و آسمان میں سے کل کے کل خدا کے غلام ہی بن کر آئے والے ہیں خدا کے پاس تمام کا شمار ہے اور انہیں ایک ایک کر کے گن رکھا ہے اور یہ سب کے سب تمہا تھا اس کے پاس قیامت کے دن حاضر ہونے والے ہیں اور جگہ ہے *وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا* سُبْحَانَہ یعنی ان کافروں نے کہا کہ رحمان کی اولاد ہے خدا اس سے پاک ہے بلکہ وہ خدا کے باعزت بندے ہیں بات میں بھی اس سے سبقت نہیں کرتے اسی کے فرمان پر عامل ہیں اور جگہ ہے *وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نِجَابًا* یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اور جنات کے درمیان نسب قائم کر رکھا ہے حالانکہ جنات تو خود اس کی فرمانبرداری میں حاضر ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ عیوب سے پاک و برتر ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایذا دینے والی باتوں کو سختے ہوئے صبر کرنے میں خدا سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اس کی اولاد بتاتے ہیں اور پھر بھی وہ انہیں روزیاں دیتا ہے اور عافیت و تنگدستی عطا فرماتا ہے۔ بخاری کی اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم مجھے جتنا آتا ہے حالانکہ اسے ایسا نہ چاہئے مجھے گالیاں دیتا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہ تھا اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اولاد خدا نے مجھے پیدا کیا ایسے ہی مجھے نہیں لوٹائے گا حالانکہ پہلی مرتبہ کی پیدائش دوسری مرتبہ کی پیدائش سے کچھ آسان تو نہ تھی جب میں اس پر قادر ہوں تو اس پر کیوں نہیں؟ اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے اللہ کی اولاد ہے حالانکہ میں تمہا ہوں میں ایک ہی ہوں میں خدہ ہوں نہ میری اولاد نہ میرے باپ نہ مجھ جیسا کوئی اور۔ الحمد للہ سورۃ اخلاص کی تفسیر خدا کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الفلق

مضبوط پناہ گاہیں، ناقابلِ تسخیر مدافعت اور شافی علاج: ☆ ☆ مندا احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سورت کو اور اس کے بعد کی سورت کو قرآن شریف میں نہیں لکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میری گواہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خبر دی کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ تو میں نے بھی یہی کہا پھر کہا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تو میں نے یہی کہا تو ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جس طرح حضورؐ نے کہا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان دونوں سورتوں کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعودؓ ان دونوں کو قرآن شریف میں سے کاٹ دیا کرتے تھے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے کہا گیا کہو میں نے کہا پس ہم بھی کہتے ہیں جس طرح حضورؐ نے کہا (ابو بکر حیدری) مندا میں بھی یہ روایت الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ مروی ہے اور بخاری شریف میں بھی مندا ابو یعلیٰ وغیرہ میں ہے کہ ابن مسعودؓ ان دونوں سورتوں کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے اور نہ قرآن میں انہیں شمار کرتے تھے بلکہ قاریوں اور قہموں کے نزدیک مشہور بات یہی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں سورتوں کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے شاید انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا اور تو اتر کے ساتھ ان تک نہ پہنچا ہو۔ پھر یہ اپنے اس قول سے رجوع کر کے جماعت کے قول کی طرف پلٹ آتے ہیں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان سورتوں کو ائمہ کے قرآن میں داخل کیا جس کے نسخے چوتھوں پہلے ولہ الحمد والمنہ۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا چند آیتیں مجھ پر اس رات ایسی نازل ہوئی ہیں جن میں کسی دیکھی نہیں گئیں پھر آپ نے ان دونوں سورتوں کی تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث مندا احمد میں ترمذی میں اور نسائی میں بھی ہے امام ترمذیؒ اُسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ مندا احمد میں ہے حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں میں حضورؐ کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں آپ کی سواری کی گئیل تھا سے چلا جا رہا تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا آپ اؤ تم سوار ہو جاؤ میں نے اس خیال سے آپ کی بات نہ مانوں گا تو نا فرمائی ہوگی سوار ہونا منظور کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اتر گیا اور حضورؐ سوار ہو گئے پھر آپ نے فرمایا عقبہؓ میں تجھے دو بہترین سورتیں کیا نہ سکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ضرور سکھائیے پس آپ نے مجھے سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھائیں پھر نماز کمزری ہوئی آپ نے نماز پڑھائی اور اور ان ہی دونوں سورتوں کی تلاوت کی پھر مجھ سے فرمایا تو نے دیکھا یا؟ سن جب تو سوئے اور جب کھڑا ہوا انہیں پڑھ لئے ترمذیؒ ابو داؤد اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔

مند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے بعد ان سورتوں کی تلاوت کا حکم دیا۔ یہ حدیث بھی ابو داؤد ترمذی اور نسائی میں ہے امام ترمذیؒ اسے غریب بتلاتے ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ ان جیسی سورتیں تو نے پڑھی ہی نہیں۔ حضرت عقبہؓ والی حدیث جس میں حضورؐ کی سواری کے ساتھ آپ کا ہونا مذکور ہے اُس کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ جب حضورؐ نے مجھے یہ سورتیں بتلائیں تو مجھے کچھ زیادہ خوش ہوتے نہ دیکھ کر فرمایا کہ شاید تو انہیں چھوٹی سی سورتیں سمجھتا ہے سن نماز کے قیام میں ان جیسی سورتوں کی قرات اور ہے ہی نہیں سنائی شریف کی حدیث میں ہے کہ ان جیسی سورتیں کسی پناہ پکڑنے والے کے لئے اور نہیں ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عقبہؓ سے یہ سورتیں حضورؐ نے پڑھائیں پھر فرمایا نہ تو دعا کی ان جیسی اور سورتیں ہیں نہ تعویذ کی ایک روایت میں ہے صبح کی فرض نماز حضورؐ نے ان ہی دونوں سورتوں سے پڑھائی۔ اور حدیث میں ہے حضرت عقبہؓ حضورؐ کی سواری کے پیچھے جاتے ہیں اور آپ کے قدم پر ہاتھ رکھ کر عرض کرتے ہیں حضورؐ مجھے سورۃ ہود یا سورۃ یوسف پڑھائے آپ نے فرمایا خدا کے پاس نفع دینے والی کوئی سورت قُلْ اَعُوْذُ

بِرَبِّ الْفَلَقِ سے زیادہ نہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ پناہ حاصل کرنے والوں کے لئے ان دونوں سورتوں سے افضل سورت اور کوئی نہیں۔ پس بہت سی حدیثیں اپنے تواتر کی وجہ سے اکثر علماء کے نزدیک قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی کہ آپ نے ان دونوں سورتوں اور سورۃ اخلاص کی نسبت فرمایا کہ چاروں کتابوں میں ان جیسی سورتیں نہیں اتریں۔ نسائی وغیرہ میں ہے کہ ہم حضور کے ساتھ ایک سفر میں تھے سواریاں کم تھیں باری باری سوار ہوتے تھے حضرت نے ایک شخص کے مونڈھوں کے پر ہاتھ رکھ کر یہ دونوں سورتیں پڑھائیں اور فرمایا جب نماز پڑھ تو انہیں پڑھا کر۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص حضرت عقبہ بن عامرؓ ہوں گے واللہ اعلم۔ حضرت عبداللہ بن سلام کے سینے پر ہاتھ رکھ کر آپ نے فرمایا کہ وہ نہ سمجھے کہ کیا کہیں پھر فرمایا کہ تو انہوں نے سورۃ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھی آپ نے فرمایا اسی طرح پناہ مانگا کہ اس جیسی پناہ مانگنے کی اور سورت نہیں (نسائی) نسائی کی اور حدیث میں ہے کہ حضرت جابرؓ سے یہ دونوں سورتیں آپ نے پڑھوائیں پھر فرمایا انہیں پڑھتا رہنا ان جیسی سورتیں تو اور پڑھے گا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ حضور انہیں پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک کر اپنے سر چرے اور سامنے کے جسم پر پھیر لیتے تھے۔ موطا مالک میں ہے کہ جب نبی ﷺ بیمار پڑتے تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لیا کرتے تھے جب آپ کی بیماری سخت ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معوذات پڑھ کر خود آپ کے ہاتھوں کو آپ کے جسم مبارک پر پھیرتی تھیں اور اس سے قصد آپ کا آپ کے ہاتھوں کی برکت کا ہوتا تھا سورۃ کی تفسیر کے آخر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنات کی اور انسانوں کی آنکھوں سے پناہ مانگا کرتے تھے جب یہ دونوں سورتیں اتریں تو آپ نے انہیں لے لیا اور باقی سب چھوڑ دیں۔ امام ترمذیؒ اے حسن صحیح فرماتے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ

غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ

حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝

اللہ تعالیٰ مہربانی اور رحم کرنے والے کے نام سے شروع کرتا ہوں ○

تو کہہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ○ ہر اس چیز کی برائی سے جسے اس نے پیدا کیا ہے ○ اور اندھیری رات کی برائی سے جب اس کا اندھیرا بھیل جائے ○

اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والیوں کی برائی سے ○ اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب وہ حسد کرے ○

بیماری و باجاد و اور ان دیکھی بلاؤں سے بچاؤ کی دعا: ﴿آیت: ۱-۵﴾ حضرت جابرؓ وغیرہ فرماتے ہیں فلق کہتے ہیں صبح کو خود قرآن میں اور جگہ ہے فالِقُ الْإِصْبَاحِ ابن عباسؓ سے مروی ہے فلق سے مراد مخلوق ہے۔ حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں فلق جہنم میں ایک جگہ ہے جب اس کا دروازہ کھلتا ہے تو اس کی آگ گرمی اور سختی کی وجہ سے تمام جہنمی چیختے گلتے ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے لیکن وہ حدیث منکر ہے یہ بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جہنم کا نام ہے۔

امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ ٹھیک قول پہلا ہی ہے یعنی مراد اس سے صبح ہے۔ امام بخاریؒ بھی یہی فرماتے ہیں اور یہی

صحیح ہے۔ تمام مخلوق کی برائی سے جس میں جہنم بھی داخل ہے اور ابلیس اور اولاد ابلیس بھی۔ غائب سے مراد رات ہے۔ اِذَا وَقَبَ سے مراد سورج کا غروب ہو جانا ہے۔ یعنی رات جب اندھیرا لے ہوئے آ جائے۔ ابن زیدؒ کہتے ہیں کہ عرب ثریا ستارے کے غروب ہونے کو غاسق کہتے ہیں۔ بیماریاں اور وبا کیں اس کے واقع ہونے کے وقت بڑھ جاتی تھیں اور اس کے طلوع ہونے کے وقت اٹھ جاتی تھیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ستارہ غاسق ہے لیکن اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں مراد اس سے چاند ہے۔

ان کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ تھامے ہوئے چاند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس غاسق کی برائی سے پناہ مانگ۔ اور روایت میں ہے غاسیق اِذَا وَقَبَ سے یہی مراد ہے دونوں قولوں میں با آسانی یہ تطبیق ہو سکتی ہے کہ چاند کا چڑھنا اور ستاروں کا ظاہر ہونا وغیرہ یہ سب رات ہی کے وقت ہوتا ہے جب رات آ جائے واللہ اعلم۔ گرہ لگا کر پھونکنے والیوں سے مراد جادوگر عورتیں ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شرک کے بالکل قریب وہ منتر ہیں جنہیں پڑھ کر سانپ کے کانٹے پر دم کیا جاتا ہے اور آسیب زدہ پر۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی بِسْمِ اللّٰهِ اَرْفَقْنَا مِنْ شَحْلِ ذَاۤءِ یُوْذُنَکَ وَمِنْ شَحْلِ خَاسِیْدٍ وَعَيْنِ اللّٰهِ یُشْفِیْکَ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے میں دم کرتا ہوں ہر اس بیماری سے جو تجھے دکھ پہنچائے اور ہر حاسد کی برائی اور بدی سے اللہ تجھے شفا دے۔ اس بیماری سے مراد شاید وہ بیماری ہے جبکہ آپ پر جادو کیا گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفایت اور شفا بخشی اور حاسد یہودیوں کے جادوگر کے مکر کو رد کر دیا اور ان کی تدبیروں بے اثر کر دیں اور انہیں رسوا اور فضیحت کیا لیکن باوجود اس کے رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنے اوپر جادو کرنے والے کو ڈانٹا یا تنبیہ نہیں اُخداۓ تعالیٰ نے آپ کی کفایت کی اور آپ کو کفایت اور شفا عطا فرمائی۔ مسند احمد میں ہے نبی ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کیا جس سے کئی دن تک آپ بیمار رہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ فلاں یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور فلاں فلاں کنویں میں گر ہیں لگا کر رکھا ہے آپ کسی کو بھیج کر اسے نکلو لیجئے، آنحضرت ﷺ نے آدمی بھیجا اور اس کنویں سے وہ جادو نکلا کر گرہیں کھول دیں سارا اثر جاتا رہا پھر نہ تو آپ نے اس یہودی سے کبھی اس کا ذکر کیا اور نہ کبھی اس کے سامنے منہ میلا کیا۔ صحیح بخاری شریف کتاب الطب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا آپ سمجھتے تھے کہ آپ ازواج مطہرات کے پاس آئے حالانکہ نہ آئے تھے۔

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں یہی سب سے بڑا جادو کا اثر ہے جب یہ حالت آپ کی ہوگئی ایک دن آپ فرمانے لگے عائشہ میں نے اپنے رب سے پوچھا اور میرے پروردگار نے بتلادیا دو شخص آئے ایک میرے سر ہانے ایک میرے پاؤں کی طرف سر ہانے والے نے اس دوسرے سے پوچھا ان کا کیا حال ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے پوچھا جس نے جادو کیا ہے؟ کہا عبید بن اعصم نے جو بنو زریق کے قبیلہ کا ہے جو یہودی کا حلیف ہے اور منافق شخص ہے، کہا کس چیز میں؟ کہا تر بجور کے درخت کی چھال میں پتھر کی چٹان تلے دوران کے کنویں میں پھر حضور علیہ السلام اس کنویں کے پاس آئے اور اس میں سے وہ نکلاوا اس کا پانی ایسا تھکا گویا مہندی کا گدلا پانی اس کے پاس کے کھجوروں کے درخت شیطانوں کے سر جیسے تھے میں نے کہا بھی کہ یا رسول اللہ ان سے بدلہ لینا چائے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تو شفا دے دی اور میں لوگوں میں برائی پھیلا نا پسند نہیں کرتا۔

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک کام کرتے نہ تھے اور اس کے اثر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں کر چکا ہوں اور یہ بھی ہے کہ اس

کنوئیں کو آپ کے حکم سے بند کر دیا گیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب میرے تک آپ کی یہی حالت رہی تفسیر ظہانی میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مائی عاتشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہود کا ایک بچہ نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اسے یہودیوں نے بہکا کھا کر آپ کے چند بال اور آپ کی کنگھی کے چند دندانے منگوا لئے اور ان میں جادو کیا اس کام میں زیادہ تر کوشش کرنے والا لیبید بن اعصم تھا پھر دوران نامی کنوئیں میں جو بوزریق کا تھا اسے ڈال دیا پس حضور بیمار ہو گئے سر کے بال جھڑنے لگے خیال آتا تھا کہ میں عورتوں کے پاس ہوا یا حالانکہ آتے نہ تھے، مگر آپ اسے دور کرنے کی کوشش میں تھے لیکن وجہ معلوم نہ ہوتی تھی چھ ماہ تک یہی حال رہا پھر وہ واقعہ ہوا جو ادھر بیان کیا کہ فرشتوں کے ذریعے آپ کو اس تمام حال کا علم ہو گیا اور آپ نے حضرت علیؓ کو حضرت زبیرؓ کو اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو بھیج کر کنوئیں میں سے وہ سب چیزیں نکلوائیں ان میں ایک تانت تھی جس میں بارہ گر ہیں لگی ہوئی تھیں اور ہر گرہ پر ایک سو کی چیمبی ہوئی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں اتاریں۔ حضور ﷺ ایک ایک آیت ان کی پڑھتے جاتے تھے اور ایک ایک گرہ اس کی خود بخود کھلی جاتی تھی جب یہ دونوں سورتیں پوری ہوئیں وہ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ بالکل شفا یاب ہو گئے۔

ادھر جبرئیل علیہ السلام نے وہ دعا پڑھی جو ادھر پر گزرا چکی ہے۔ لوگوں نے کہا حضور ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس غیبیت کو پکڑ کر قتل کر دیں آپ نے فرمایا نہیں خدا نے مجھے تو تدری دے دی اور میں لوگوں میں شرف و فساد پھیلا نا نہیں چاہتا۔ یہ روایت تفسیر ظہانی میں بلا سند مروی ہے اس میں غرابت بھی ہے اور اس کے بعض حصے میں سخت نکارت ہے اور بعض کے شواہد بھی ہیں جو پہلے بیان ہو چکے واللہ اعلم۔

تفسیر سورۃ الناس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ الْمَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ

الْوَسْوَاسِ الْخَاسِ ۝ الَّذِي يُّوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنْ

الْحِجَّةِ وَالنَّاسِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بخشش اور مہربانی کرنے والے کے نام سے ○

تو کہہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں ○ لوگوں کے مالک کی ○ لوگوں کے معبود کی ○ دوسرے اے والے پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے ○ جو

لوگوں کے سینوں میں دوسرے اے والے ○ خواہ وہ جن ہو یا انسان ○

خالق پرورش کنندہ مالک حکمران معبود حقیقی اور پناہ دہندہ ☆ ☆ (آیت ۱-۶) اس میں اللہ تعالیٰ نے عز و جل کی تین صفیں بیان ہوئی ہیں پالنے اور پرورش کرنے کی مالک اور شہنشاہ ہونے کی معبود اور لائق عبادت ہونے کی۔ تمام چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اسی کی ملکیت میں ہیں اور اسی کی غلامی میں مشغول ہیں پس وہ حکم دیتا ہے کہ ان پاک اور برتر صفات والے خدا کی پناہ میں آجائے جو بھی پناہ اور بچاؤ کا طلب ہو۔ شیطان جو انسان پر مقرر ہے اس کے دوسروں سے وہی بچانے والا ہے ہر انسان کے ساتھ یہ ہے برائیوں اور بدکاریوں کو خوب زینت دار کر کے لوگوں کے سامنے وہ پیش کرتا رہتا ہے اور ہسکانے میں راہ راست سے ہٹانے میں کوئی کی نہیں کرتا

اس کے شر سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جسے خدا بچالے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان ہے۔ لوگوں نے کہا کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری مدد فرمائی ہے پس میں سلامت رہتا ہوں وہ مجھے صرف نیکی اور اچھائی کی بات ہی کہتا ہے۔

بخاری مسلم کی اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی ایک واقعہ منقول ہے جس میں بیان ہے کہ حضرت ﷺ جب اعتکاف میں تھے تو ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے پاس رات کے وقت آئیں جب واپس جانے لگیں تو حضور بھی پہنچانے کے لئے ساتھ چلے راستے میں دو انصاری صحابی مل گئے جو آپ کو بیوی صاحبہ کے ساتھ دیکھ کر جلدی چل دیئے حضور نے انہیں آواز دے کر ٹھہرایا اور فرمایا سنو میرے ساتھ میری بیوی صفیہ بنت جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں انہوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ اس فرمان کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آپ نے فرمایا انسان کے خون کے جاری ہونے کی جگہ شیطان گھومتا پھرتا رہتا ہے مجھے خیال ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔ حافظ ابو یعلیٰ مصلیٰ رحمہ اللہ نے ایک حدیث وارد کی ہے جس میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ شیطان اپنا ہاتھ انسان کے دل پر رکھے ہوئے ہے اگر یہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تب تو اس کا ہاتھ ہٹ جاتا ہے اور اگر یہ ذکر اللہ بھول جاتا ہے تو وہ اس کے دل پر پورا قبضہ کر لیتا ہے یہی وسوسا الفتنا ہے یہ حدیث غریب ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گدھے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے ایک صحابی آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے گدھے نے ٹھوکر کھائی تو ان کے منہ سے نکلا شیطان برباد ہوا آنحضرت ﷺ نے فرمایا یوں نہ کہو اس سے شیطان بڑھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اپنی قوت سے گرا دیا اور جب تم بسم اللہ کہو تو وہ گھٹ جاتا ہے یہاں تک کہ کبھی کے برابر ہو جاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ سے شیطان پست اور مغلوب ہو جاتا ہے اور اس کے چھوڑ دینے سے وہ بڑا ہو جاتا ہے اور غالب آ جاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہوتا ہے اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اسے جھپکتا اور بھلاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے جانور کو بھلاتا ہو پھر اگر وہ خاموش رہا تو وہ ناک میں ٹیکل یا منہ میں لگام چڑھا دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان فرما کر فرمایا تم خود اسے دیکھتے ہو ٹیکل یا منہ میں لگام چڑھا دیتا ہے اور اللہ کا ذکر نہ کرتا ہو اور لگام والا وہ ہے جو منہ کھولے ہوئے ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرتا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں شیطان ابن آدم کے دل پر جنگل مارے ہوئے ہے جہاں یہ بھولا اور غفلت کی کہ اس نے وسوسے ڈالنے شروع کئے اور جہاں اس نے ذکر اللہ کیا اور یہ پیچھے ہٹا۔ سلیمان فرماتے ہیں مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیطان راحت و رنج کے وقت انسان کے دل میں سوراخ کرنا چاہتا ہے یعنی اسے بسکنا چاہتا ہے اگر یہ خدا کا ذکر کرے تو یہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ شیطان برائی سکھاتا ہے جہاں انسان نے اس کی مان لی پھر مٹ جاتا ہے پھر فرمایا جو دوسو سے ڈال لوگوں کے سینے میں لفظ ناس جو انسان کے معنی میں ہے اس کا اطلاق جنوں پر بھی بطور غلبہ کے آ جاتا ہے۔ قرآن میں اور جگہ ہے بِرَحَالٍ مِّنَ الْجِنَّہِ کہتا گیا ہے تو جنات کو لفظ ناس میں داخل کر لینے میں کوئی قباحہ نہیں غرض یہ ہے کہ شیطان جنات کے اور انسان کے سینے میں دوسو سے ڈال رہا ہے۔

اس کے بعد کے جملے مِّنَ الْجِنَّہِ وَالنَّاسِ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جن کے سینوں میں شیطان دوسو سے ڈال رہا ہے وہ جن بھی ہیں اور انسان بھی اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ وسوسا ڈالنے والا خواہ کوئی جن ہو خواہ کوئی انسان جیسے اور جگہ ہے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحٰی بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن

انسانی اور جناتی شیطان بنائے ہیں ایک دوسرے کے کان میں دھوکے کی باتیں بنا سنور کر ڈالتے رہتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں آیا اور بیٹھ گیا آپ نے فرمایا نماز بھی پڑھی؟ میں نے کہا نہیں فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعتیں ادا کر لو میں اٹھا اور دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر! اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو انسان شیطانوں اور جن شیطانوں سے میں نے کہا یا رسول اللہ کیا انسانی شیطان بھی ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا یا رسول اللہ نماز کیسی چیز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا بہترین چیز ہے جو چاہے کم کرے جو چاہے زیادتی کرے میں نے پوچھا روزہ؟ فرمایا کافی ہونے والا فرض ہے اور خدا کے پاس زیادتی ہے اس نے پھر پوچھا صدقہ؟ حضورؐ نے فرمایا بہت ہی بڑھا چڑھا کر کسی کی گنا کر کے بدلہ دیا جائے گا میں نے پھر عرض کی حضور کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا وجود مال کی کمی کے صدقہ کرنا یا چپکے سے چھپا کر کسی مسکین فقیر کے ساتھ سلوک کرنا میں نے سوال کیا حضور سب سے پہلے نبی کون تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں نبی اور وہ بھی وہ جن سے خدائے تعالیٰ نے بات چیت کی میں نے کیا یا رسول اللہ رسول کہتے ہوئے؟ فرمایا تین سو کچھ اوپر دس بہت بڑی جماعت اور کبھی فرمایا تین سو پندرہ میں نے کہا یا رسول اللہ جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ان سب سے بڑی عظمت والی آیت کون سی ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا آیت الکبریٰ اللہ لا الہ الا هو الْحَيُّ الْقَيُّومُ الخ یہ حدیث نسائی میں بھی ہے اور ابو حاتم بن حبان کی صحیح ابن حبان میں تو دوسری سند سے دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بہت بڑی ہے فائدہ علم۔

مسند احمد کی ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے دل میں تو ایسے ایسے خیالات آتے ہیں کہ ان کا زبان سے نکالنا مجھ پر آسان پر سے گر پڑنے سے جتنی زیادہ برا ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ ہی کے لئے حمد و ثنا ہے جس نے شیطان کے مکر و فریب کو سوسے میں ہی لوٹا دیا یہ حدیث ابوداؤد اور نسائی میں بھی ہے۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے احسان سے یہ تفسیر ختم ہوئی۔

والحمد للہ رب العالمین

اللہ کے فضل و کرم سے تیسویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی اور تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ تفسیر محمدی بالکل کامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پاک کلام کی صحیح سمجھ دے اور اس پر عمل نصیب فرمائے اور پھر قبول کرے۔ آمین الہ الحق امین والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی جمیع المرسلین۔

WWW.DEENEKHALIS.COM

WWW.ESNIPS.COM/USER/TRUEMASLAK

TRUEMASLAK@INBOX.COM